ارباب افتاء کے لئے

حضرت تھانویؒ

کے

بصیرت افروز فتاوی

منتخب کردہ از امداد الفتاوی

مذہب غیر پر مبنی فتاوی
مذہب حنفیہ کے قول ضعیف پر مبنی فتاوی
قواعد پر مبنی فتاوی
عرف وعادت پر مبنی فتاوی
تاویل وتوجیہ پر مبنی فتاوی

زیر نگرانی
حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب الاسعدی مدظلہ
صدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

انتخاب وترتیب
مولانا مفتی احمد مکین ثاقبی
استاذ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

مکتبۃ الحرمین دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارباب افتاء کے لئے

حضرت تھانویؒ

کے

بصیرت افروز فتاوی

منتخب کردہ از امداد الفتاوی

زیر نگرانی

مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب الاسعدی

انتخاب و ترتیب

مولانا مفتی احمد مکین صاحب

استاذ جامعہ عزیزیہ ہتھورا باندہ یوپی

ناشر

مکتبۃ الحرمین دیوبند

موبائل نمبر: 8979354752

Scanned by CamScanner

تفصیلات

کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت تھانویؒ کے بصیرت افروز فتاوی

زیر نگرانی : مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب الاسعدی

انتخاب و ترتیب : مولانا مفتی احمد مکین صاحب
استاذ جامعہ عزیزیہ ہتھورا باندہ یوپی

ناشر : مکتبۃ الحرمین دیوبند
موبائل نمبر: 8979354752 ☆ 7300692988

ملنے کے پتے

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند	☆	مکتبہ عکاظ دیوبند
زمزم بکڈپو دیوبند	☆	فیصل پبلی کیشنز دیوبند
دار الکتاب دیوبند	☆	دار العلم دیوبند
دینی کتاب گھر دیوبند	☆	مکتبہ صوت القرآن دیوبند

مکتبۃ الحرمین دیوبند
موبائل نمبر: 8979354752

Scanned by CamScanner

تقریظ

محدث جلیل فقیہ نبیل حضرت الاستاذ مولانا مفتی سید محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب حفظہ اللہ
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ وسکریٹری اسلامی فقہ اکیڈمی ورکن مسلم پرسنل لا بورڈ

حق تعالیٰ نے ہندوستان کے علماء سے ہر زمانہ میں بڑا علمی کام لیا، اور ہر میدان میں حکومت واقتدار کے ختم ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ حالات کے مطابق مزید نئے اور پختہ کام ہوتے رہے اور ہورہے ہیں۔

فقہ وفتاوی مسلمانوں کی عام ضرورت، اور علماء کے کام کا ایک خاص میدان رہا ہے، اور چودھویں پندرہویں صدی ہجری میں نئے حالات اور بدلتے ہوئے حالات میں خصوصیت سے اس میدان میں بڑا کام ہوا، آج ہمارے سامنے ان صدیوں کے علماء کے فتاوی مختلف مجموعوں کی شکل میں موجود ہیں۔

اس نسبت سے اکابر علماء دیوبند وفقہاء ہند میں حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا نام بڑا روشن رہا، عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی اور مذاکروں میں بھی بات آتی تھی کہ حضرت کے ان فتاوی کو الگ کرکے شائع کیا جائے جن سے افتاء کا کام کرنے والوں کو بصیرت وہدایت ملتی ہے۔

احقر نے اس سلسلہ میں پانچ بنیادی تجوزیں کیں، اور جامعہ عربیہ ہتھورا کے ایک فاضل واستاذ کو متوجہ کیا، الحمد للہ انہوں نے چند ماہ کے عرصہ میں اپنے تدریسی مشاغل کے ساتھ اس کام کو مکمل کرلیا، ان فتاوی کا انتخاب امداد الفتاوی سے کیا گیا ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ مخصوص حالات میں عام نہج واصول سے ہٹ کر کام کرنا پڑتا ہے، اور اس کے بغیر درپیش ضرورت حل نہیں ہوتی، اس لیے آج کے حالات میں ان فتاوی کی طلبہ وعلماء سب کے لیے بڑی اہمیت ہے، یہ فتاوی جن پانچ بنیادوں پر

Scanned by CamScanner

مبنی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مذہب کا قول ضعیف (۲) عرف وعادت (۳) قواعد (۴) مسئلہ کی مناسب توجیہ وتصویر (۵) مذہب غیر۔

حضرت تھانوی کے فتاوی کی ایک بڑی تعداد انہیں امور پر مبنی ہے، جن کا تعلق نو پید یا مروج مسائل سے ہے، اور اصل مذہب میں حل نہیں یا اصل مذہب کے حکم پر عمل میں زحمت ومشقت ہے۔

حق تعالی اس محنت کو قبول فرمائے، اور اس کو نفع بخش بنائے مرتب وناشر دونوں کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ اور ہم جیسوں کو بھی محروم نہ فرمائے، کچھ کمی ہو سکتی ہے جس کی آئندہ اصلاح کرلی جائے گی۔ فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی غفرلہ

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

Scanned by CamScanner

عرض مرتب

الحمد لله الذی ھدانا لاتباع والأخرین ویسر لنا اقتفاء آثار السلف الصالحین واشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم صلاتہ دائمۃ۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ، کی عدیم المثال اور بے نظیر کتاب امداد الفتاوی جو ہر قسم کے مسائل پر مشتمل فتاوی کا مجموعہ اور نادر ذخیرہ ہے جس کی اہمیت وافادیت محتاج تعارف نہیں، اس کی نافعیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ برصغیر کے ارباب افتاء اور فقہ وفتاوی سے تعلق رکھنے والے علماء ومفتیان کرام اس نادر ذخیرہ سے استفادہ کرنے میں مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتے، اور یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ دیگر کتب ماخذ ومراجع کی طرح اسے بھی ماخذ ومرجع کا درجہ حاصل ہے۔

زیر نظر رسالہ میں اسی نادر ذخیرہ کے ان مسائل کو ترتیب دے کر جمع کیا گیا جو مسائل مذہب حنفیہ میں جائز نہیں تھے، لیکن اس طرح کے جب مسائل پیش آئے اور لوگ اس میں مبتلاء ہو گئے، اور ان مسائل کا اگر کوئی حل نہ نکالا جائے تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ کے اندر خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، اور مصیبتوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت ضرورت شدیدہ مذہب غیر کو اس مذہب کی شرائط کے ساتھ اختیار کیا اور اس پر عمل کر کے جواز کا فتوی دیا، ایسے مسائل تقریباً نو ہیں، اسی طرح وہ مسائل جن کا جواز اصل مذہب میں مرجوح اور قول ضعیف ہے اور راجح عدم جواز ہے، لیکن بوقت ضرورت راجح اصل مذہب کو چھوڑ کر مرجوح اور قول ضعیف پر فتوی دیا، ایسے مسائل تقریباً بائیس /۲۲ ہیں، اسی

Scanned by CamScanner

طرح بعض ایسے مسائل ہیں جن میں عرف وعادت اور تعامل ناس کی بنا پر فتوی دیا جن کی تعداد تقریباً بیالیس/۴۲ کو پہونچتی ہے، ایسے ہی وہ مسائل جو صراحۃً کتابوں میں نہیں ملتے تو فقہی قواعد اور اصول کی بنیاد پر جواز وعدم جواز کا فتوی دیا، اس طرح کے مسائل تقریباً چھپن/۵۶ ہیں، ایسے ہی وہ مسائل جو مذہب میں تو جائز نہیں ہیں، لیکن اس کے جواز کی کیا صورت ہوسکتی ؟ تو حضرت نے اس کی صحیح تاویل وتوجیہ ذکر کرکے جواز کا فتوی دیا، جن کی تعداد تقریباً چھیاسی/۸۶ ہے۔

اس رسالہ کے جمع وترتیب دینے کا باعث ومحرک مخدوم گرامی فقیہ نبیل حضرت الاستاذ مولانا ومفتی سید محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب مدظلہ العالی کا حکم وفرمان بنا کر جو مسند حدیث کو زینت بخشنے کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاوی سے کافی وغیر معمولی اختصاص وتخصص رکھتے ہیں، جن کی احوال زمانہ شناسائی رکھنے کے ساتھ اس پر گہری نظر رکھتے ہیں، عصر حاضر کے نوازل اور نت نئے مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہنا عظیم مشغلہ ہے، حضرت نے عصر حاضر کے نوازل اور جدید مسائل کو سامنے رکھ کر کہ ان کا حل تلاش کرتے ہیں، ارباب افتاء کے لئے سہولت وآسانی پیدا ہوجائے اور یہ کہ ہمارے اکابر علماء امت کے فتاوی بھی سامنے آجائیں کہ ان حضرات نے وقت طلب مسائل کے پیش آنے کے وقت اس کا حل کس طرح نکالا جیسے کہ زیر نظر رسالہ میں کچھ اس طرح کے مسائل ہیں جن کا حل حضرت تھانوی کی بصیرت علمی پر مبنی ہے۔

آج کے ارباب افتاء کے لیے ان حضرات کے بصیرت افروز فتاوی سے وقت طلب مسائل میں پوری رہنمائی مل سکتی ہے، اور بوقت ضرورت اس پر عمل فتوی کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

جہاں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایک بہترین معلم وباکمال مدرس اور محدث وفقیہ جو فقہی دقائق وباریکیوں پر وسیع وگہری نظر رکھنے والے ہیں وہیں پر ایک

Scanned by CamScanner

کامیاب مصنف بھی ہیں، جو تدریسی مشاغل کے علاوہ تصنیف وتالیف سے بھی غیر معمولی شغف رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دوران درس حضرت کا ایک معمول یہ بھی ہے کہ سبق کے درمیان جب کوئی ایسا مقام آتا جہاں اس موضوع سے کچھ کام کرنے کی حاجت محسوس ہوتی تو اس موقع سے طلبہ کو اس پر کام کرنے کی ترغیب دیتے۔

بفضلہٖ تعالیٰ احقر کو دوران تعلیم ہی یہ سب باتیں حضرت کی گوش بگذار ہو چکی تھیں، اور اس کی وجہ سے کچھ جذبہ بھی پیدا ہوا، پھر فراغت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کا بڑا ایک فضل یہ بھی ہوا کہ حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی نے احقر کو جامعہ ہذا میں خدمت کا سنہرا موقع دیا، اور اس موقع نے حضرت سے استفادہ کرنے میں چار چان لگا دیا، بجائے اس کے کہ تکمیل فراغت کے بعد کہیں اور جاتے جس سے استفادہ کا تعلق موقوف ہوتا کہ اس تعلق میں اور استحکام اور مزید مضبوطی پیدا ہوتی گئی، اور حضرت کی ترغیب وتحریض کی وجہ سے پہلے ہی دل میں حوصلہ پیدا ہو گیا تھا، اب ہمت بڑھی اور موقع بموقع حضرت سے اس کا اظہار بھی کیا تو حضرت نے اس طرح کی کچھ چیزیں جمع وترتیب دینے کے لیے بتائیں، اور اس کا موضوع وعنوان بھی تجویز کیا، اور اس کا نہج اور طریقہ کیا ہوگا، اور کن کتابوں سے اس میں مدد مل سکتی ہے، حسب موقع اس کی مکمل رہنمائی کرتے رہے، یہ مذکورہ رسالہ بھی حضرت کی توجہ خاصہ اور کمال شفقت ومخلصانہ دعاؤں کا اثر اور نتیجہ ہے کہ جس نے اس کام کے لائق بنایا۔

اللہ رب العزت حضرت کی اس ذرہ نوازی کا دونوں جہاں میں بہترین صلہ اور جزا عطاء فرمائے اور ان کے سایہ عاطفت کو تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمیں کنی
منت ازو شناس کی بخدمت گذاشتت

آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اس رسالہ میں دو فہرست ذکر کی گئیں ہیں۔

پہلی فہرست کتاب کی ترتیب کے مطابق ہے، جس میں یکے بعد دیگرے مسائل ایک موضوع وعنوان کے تحت ذکر کئے گئے ہیں۔

دوسری فہرست بھی مکمل ہے مگر اس میں پانچوں عناوین کے مسائل کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے مرکزی وبنیادی فقہی موضوع کے تحت آنے والے جملہ مسائل پانچوں عناوین کے یکجا ذکر کئے گئے ہیں، اور ساتھ رموز واشارات ذکر کئے گئے ہیں، تاکہ یہ شناخت ہو سکے کہ یہ مسئلہ کس عنوان کے تحت ہے مثلاً ''غ'' اشارہ ہے کہ یہ مسئلہ مذہب غیر پر مبنی فتاوی کے تحت ہے، اسی طرح ایک رمز ''ض'' ہے یہ مذہب حنفی کے قول ضعیف پر مبنی فتاوی کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح ''ع'' عرف وعادت پر مبنی فتاوی کی طرف اشارہ ہے، اور ''ت'' یہ تاویل وتوجیہ پر مبنی فتاوی کی طرف اشارہ ہے اور ''ق'' یہ قواعد پر مبنی فتاوی کی طرف اشارہ ہے۔

آخر میں اللہ عزوجل سے دعاء ہے کہ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔ آمین

احمد مکین

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

Scanned by CamScanner

فہرست اول

مذہب غیر پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

باب الطہارۃ

	زکریا	مفتی شبیر صاحب	دارالکتاب	
ابتلاء عام کے وقت کپڑوں کی طہارت میں توسع وگنجائش کے احکام:	۱۲۷/۱	۳۷۵/۱	۱۱۵/۱	۳۹

باب الصلوۃ

دونمازوں کے درمیان جمع کرنا	۸۲/۵	۹۷/۱۱	۹۱/۵	۳۹

باب النکاح

مفقود الخبر کے احکام	۳۶۲/۲	۱۳۱/۵	۴۵۳/۲	۴۱

باب الطلاق

اگر زوجہ سے یہ شرط کرے کہ اگر تیرے سوا کسی اور سے نکاح کروں تو اسکو طلاق ہے اسکا عندالاحناف کیا حکم ہے	۴۴۲/۲	۲۹۳/۵	۴۵۳/۲	۴۲
لمبی طہر والی عورت کے عدت کا حکم	۴۹۰/۲	۳۹۳/۵	۴۹۵/۲	۴۳

باب البیوع

قصاب کو پیشگی روپیہ دے کر گوشت کا نرخ مقرر کرنا	۲۰/۳	۲۸۳/۶	۲۷/۳	۴۴
گتا پیدا ہونے سے پہلے اس کی خریداری کا حکم	۱۰۶/۳	۴۷۳/۶	۱۱۹/۳	۴۵

باب الاجارۃ

جانور کو ادھیا پر رکھنا	۴۴۲/۳	۳۰۱/	۳۳۷/۳	۴۵

باب الشرکۃ

تکریر الفصل الثانی بعبارۃ اخری استکتبتہ من بعض اعزۃ	۴۹۳/۳	۸۸/۸	۴۹۲/۳	۴۶

Scanned by CamScanner

مذہب حنفی کے قول ضعیف پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

	زکریا	مفتی شبیر صاحب	دار الکتاب	

کتاب النجاسة والطهارة

تین سو ڈول بقول امام محمد نکالنے کی تحقیق	۱/۷۰	۱/۲۸۰	۱/۷۷	۴۸
پڑیہ کے رنگ کا حکم	۴/۹۴	۸/۵۵۲	۴/۱۰۲	۴۹
پڑیہ کے رنگ کا حکم	۴/۹۴	۸/۵۵۲	۴/۱۰۲	۴۹
پڑیہ کی طہارت ونجاست کا حکم	۴/۹۵	۸/۵۵۷	۴/۱۰۴	۵۰

کتاب الصلوة

عورت کی ہتھیلی کا پشت ستر میں داخل ہے یا نہیں	۱/۲۱۹	۱/۵۱۳	۱/۱۷۲	۵۰
سری قراءت کا ادنی درجہ	۱/۲۳۴	۱/۵۶۸	۱/۷۹	۵۱

باب الاعتکاف

جس مسجد کی چھت پر دکانیں ہوں اعتکاف کرنے والے کا اسکے صحن میں نکلنا	۲/۱۵۱	۴/۲۹۵	۲/۱۸۰	۵۲

باب احکام المسجد

محض خدا کے واسطے بنیت ثواب کافر کا تعمیر مسجد میں چندہ دینا	۲/۶۶۷	۶/۱۶۵	۲/۶۶۴	۵۲
ضرورت کی وجہ سے مسجد کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا	۲/۶۹۸	۶/۲۲۰	۲/۶۹۳	۵۳

کتاب البیوع

بیع بالوفاء کا حکم	۳/۱۰۷	۶/۴۷۶	۳/۱۲۰	۵۴
بیع وفاء میں عقد سے پہلے ذکر کی گئی شرط کا اعتبار	۳/۱۰۸	۶/۴۷۸	۳/۱۲۱	۵۵

Scanned by CamScanner

باب الربوٰ

سرکاری ضمانت کی رقم پر زیادہ لینے کی تحقیق	۳/۱۷۱	۷/۴۲	۳/۱۸۴	۵۷
آموں کی خرید وفروخت کے جائز ہونے کا وقت	۳/۱۶۶	۷/۳۱	۳/۱۷۹	۵۷
سرکاری سود کے عنوان سے مقدمہ کے خرچہ کو وصول کرنے کا حکم	۳/۱۷۱	۷/۴۳	۳/۱۸۵	۵۸

باب الرھن

کافر کی مملوکہ مرہونہ زمین میں کاشت کا حکم	۳/۲۶۶	۸/۲۷	۳/۲۶۵	۵۹

باب الحظر والاباحۃ

اشربہ اربعہ کے علاوہ کوئی چیز آٹے میں گوندھی جائے تو اس سے آٹے کی روٹی کا کیا حکم ہے؟	۴/۱۱۸	۹/۳۳	۴/۱۲۸	۵۹
معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بائع سے جرمانہ وصول کرنا	۴/۱۴۱	۹/۹۸	۴/۱۵۴	۵۹
بیمہ کی شرعی حیثیت	۴/۱۵۷	۹/۱۳۵	۴/۱۷۲	۶۰
جب روپیہ بدون نالش کے وصول ہوجائے تو زرخرچہ مقدمہ کی واپسی لازم ہے	۴/۱۶۵	۹/۱۶۲	۴/۱۸۱	۶۱
حرام دوا کا استعمال	۴/۲۰۵	۹/۲۵۲	۴/۲۲۳	۶۲
چیچک کا ٹیکہ	۴/۲۰۷	۹/۲۶۰	۴/۲۲۵	۶۲
ہومیوپیتھک دوا کا استعمال	۴/۲۰۸	۹/۲۶۶	۴/۲۲۷	۶۳

Scanned by CamScanner

عرف عادت پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

باب الزکوۃ والصدقات

	زکریا	مفتی شبیر صاحب	دارالکتاب	
مدرسہ کے دوسرے مد کیلئے زکوۃ کی مد سے قرض لینا اور ایک مد کو دوسرے مد میں خرچ کرنا جائز نہیں:	۱۶/۲	۵۳۹/۳	۲۲/۲	۶۴

باب النکاح

زوجہ کو سفر میں لے جانے کے متعلق احکام:	۱۷۵/۲	۳۷۳/۴	۲۰۴/۲	۶۵
جوان بیوی کو اپنے والدین سے ملنے کی حد:	۱۷۸/۲	۳۷۹/۴	۲۰۷/۲	۶۶
نکاح خواں اور قاضی کا اجرت دینا:	۲۷۱/۲	۵۵۹/۴	۲۹۶/۲	۶۷
کفاءت میں حرفت اور چال وچلن کا معتبر ہونا	۳۵۵/۲	۱۲۶/۵	۳۷۵/۲	۷۰
مہر معجّل بالموت کی تحقیق	۲۹۵/۲	۶۰۳/۴	۳۱۹/۲	۷۳

کتاب الطلاق

یہ بات زبان سے کہنا کہ واسطہ نہیں اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں:	۴۱۷/۲	۲۳۶/۵	۴۲۹/۲	۷۳
آزاد کردی کا لفظ صریح طلاق ہے:	۴۲۵/۲	۲۵۶/۵	۴۳۷/۲	۷۵
اگر یہ کہے کہ اپنے باپ کے گھر جائیگی تو تین طلاق تو باپ کے مرجانے کے بعد یہ حلف باقی رہے گی یا نہیں:	۴۳۱/۲	۲۶۹/۵	۴۴۲/۲	۷۵
نکاح باطل کے ساتھ معلق کرنے کا حکم اور اس کے تحریرا معلق کرنے کی صورتوں کی تفصیل:	۴۵۹/۲	۳۳۰/۵	۴۶۸/۲	۷۶

Scanned by CamScanner

باب الایمان والنذر

کسی نے قسم کھایا کہ فلاں عالم نہیں ہوگا تو وہ اپنی قسم میں کب حانث ہوگا تمام درسی کتابوں کے پورا کرنے پر یا اکثر کے پورا کرنے پر:	۵۳۹/۲	۵۱۷/۵	۵۵۱/۲	۷۸
اردو میں نذر کا صیغہ:	۵۵۲/۲	۵۲۳/۵	۵۵۳/۲	۷۹
ذبح کے نذر کے حکم کی تحقیق:	۵۵۶/۲	۵۳۲/۵	۵۵۹/۲	۷۹

باب الحدود

جرمانہ:	۵۳۳/۲	۵۰۵/۵	۵۳۵/۲	۸۰

باب الوقف

مسجد کی زمین کے پھلوں کا حکم:	۶۱۱/۲	۹۵/۶	۶۱۵/۲	۸۰
تنخواہ دار امام کے واقف کی اجازت کے بغیر ایام غیر حاضری کی تنخواہ کے استحقاق کے متعلق سوالات:	۶۱۷/۲	۷۹/۶	۶۱۵/۲	۸۱

باب احکام المسجد

مسجد کو بڑھانے اور اضافہ کی غرض سے عام راستے کے حصے کو مسجد میں داخل کرنا:	۶۸۹/۲	۱۹۹/۶	۶۸۳/۲	۸۵
مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا:	۷۲۶/۲	۲۹۳/۶	۷۱۸/۲	۸۷
مسجد میں جوتے کے ساتھ داخل ہوکر نماز پڑھنے کی تحقیق:	۷۳۰/۲	۲۷۳/۶	۷۲۲/۲	۸۷

باب البیوع

بائع سے مبیع کو جگہ تک پہونچانے کی شرط کے ساتھ بیع کرنا:	۲۲/۳	۲۸۷/۶	۳۰/۳	۸۹
بعض صورتوں میں صفقہ کا جواز:	۶۳/۳	۳۷۹/۶	۷۵/۳	۸۹
صفائی معاملات:	۷۳/۳	۳۰۸/۶	۸۷/۳	۹۰

Scanned by CamScanner

خوراک خریدنے کیلئے پیشگی قیمت دیدینا جمع بین العمل والصنع:	۹۲/۳	۴۴۷/۶	۱۰۵/۳	۹۱
پھلوں کی بیع میں بعض رائج شرطیں:	۹۶/۳	۴۵۶/۶	۱۰۹/۳	۹۱
پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) کی مقرر کرنا:	۹۷/۳	۴۵۹/۶	۱۱۰/۳	۹۲
سکہ غالبہ کا عرف کے ساتھ مقید ہونا:	۱۳۷/۳	۵۶۸/۶	۱۵۱/۳	۹۳
مشتری مرجائے تو رقم بیعانہ کی واپسی:	۱۴۱/۳	۵۸۴/۶	۱۵۵/۳	۹۴

باب الوکالۃ

توکیل مذکور میں وکیل کو کمی بیشی ثمن کا اختیار ہے یا نہیں:	۳۱۵/۳	۲۳۴/۷	۳۰۹/۳	۹۵
مہتمم کا مدرس کی رعایت کرنا:	۳۱۷/۳	۲۴۰/۷	۳۱۱/۳	۹۵
مدرسہ کا مہتمم چندہ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے اور زکوۃ کا روپیہ مدرسین کی تنخواہ میں صرف نہیں کر سکتا اور اس کے لیے حیلہ متعارف ناجائز ہے:	۳۱۵/۳	۲۳۵/۷	۳۰۹/۳	۹۵

کتاب الاجارۃ

رضامندی کے وقت اجرت متعین نہ کرنے کا حکم:	۳۴۰/۳	۲۹۶/۷	۳۳۰/۳	۹۶
رخصت کے دنوں میں تنخواہ کاٹنا:	۳۴۹/۳	۳۱۷/۷	۳۴۴/۳	۹۶
مدرس کو بجائے کھانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو ایام رخصت میں بھی یہ روپیہ دیا جائے گا یا نہیں:	۳۸۳/۳	۴۰۱/۷	۳۸۱/۳	۹۷
مقررہ وقت کے لیے سواری وغیرہ کرایہ پر دینے اور وقت سے پہلے واپس کر دینے کا حکم:	۳۹۸/۳	۴۴۳/۷	۳۹۶/۳	۹۸
مدرسین اور طلبہ بیماری کے دنوں میں تنخواہ اور وظیفہ کے حقدار ہیں یا نہیں:	۳۴۷/۳	۳۱۲/۷	۳۴۲/۳	۹۸

Scanned by CamScanner

باب القضاء

عرف کے سبب ایلاء ہونے اور قاضی کے اس میں قسم لینے کا حکم	۳/۴۵۲	۳/۴۲۵	۳/۴۲۵	۹۹

کتاب الحظر والاباحۃ

رقم دستک کے جواز وعدم جواز کی تحقیق:	۴/۸۷	۸/۵۳۳	۴/۹۵	۱۰۲
بخیل پر وعید کے متعلق شبہ کا حل:	۴/۳۸۱	۱۰/۶۷	۴/۴۱۱	۱۰۳
فقہاء کرام کے ید کے ذریعہ کل مراد نہ لینے پر ہونے والے شبہ کا جواب:	۴/۳۸۷	۱۰/۷۸	۴/۴۱۷	۱۰۴

باب العقائد

اللہ تعالیٰ کیلئے ذوق ولمس اور شم کے عدم ثبوت کی وجہ:	۶/۴۲	۱۲/۱۵۴	۶/۴۴	۱۰۴
اسماء الٰہیہ توقیفیہ کے علاوہ دوسری زبان میں تسمیہ وتوصیف کا جواز:	۶/۴۲	۱۲/۱۵۵	۶/۴۵	۱۰۵

باب البدعات

بعض حرام اعمال کے متعلق بعض احکام شرعیہ کی وضاحت:	۵/۳۳۱ ۳۳۷	۱۱/۴۸۴	۵/۳۴۳ ۳۴۸	۱۰۵

توجیہ وتاویل پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

کتاب الصلوۃ

سورۂ نور میں رجال لا تلھیھم کے رجال پر وقف کی تحقیق	۱/۳۱۲	۲/۷۷	۱/۲۲۹	۱۰۷
عطاء کی جگہ عذاب اور عذاب کی جگہ عطاء کے الفاظ پڑھنے سے فساد نماز کا حکم:	۱/۴۴۳	۲/۲۷۵	۱/۳۱۵	۱۰۸

Scanned by CamScanner

مواضع غضب وعذاب میں ممانعت نماز اور اس کی حکمت:	۱/۳۲۵	۲/۲۷۸	۱/۳۱۶	۱۰۸

باب الزکوة والصدقات

نوٹ کے ذریعہ زکوۃ صرف اس وقت ادا ہوگی جب کہ مسکین اس نوٹ کو نقد کرے یا اس جیسی کوئی چیز خریدے:	۲/۵	۳/۵۰۶	۲/۳۱	۱۱۰
بدون تملیک رقوم زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں:	۲/۲۰	۳/۵۴۸	۲/۳۵	۱۱۱
کمپنی میں جو روپیہ لگائے اصل ونفع پر زکوۃ کا حکم:	۲/۲۰	۳/۵۵۰	۲/۳۶	۱۱۱
ایک مشترک چیز ناقابل تقسیم کا حصہ زکوۃ میں دینا:	۲/۴۰	۴/۲۳	۲/۶۶	۱۱۳

کتاب النکاح

زوجہ سے یہ شرط کرنا:	۲/۲۹۱	۴/۵۹۲	۲/۳۱۵	۱۱۵

باب الطلاق

بیان حیلہ نکاح جب کہ یہ حلف کرے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق:	۲/۴۵۹	۵/۳۲۹	۲/۴۶۷	۱۱۶

باب الحدود

مدرس کے جرمانہ کا حکم:	۲/۵۳۶	۵/۳۸۹	۲/۵۳۹	۱۱۷
معاہدہ کی خلاف ورزی پر جرمانہ کا حکم:	۲/۵۳۹	۵/۳۹۵		۱۱۷
طالب علم کی غیر حاضری پر جرمانہ کا حکم:	۲/۵۴۲	۵/۵۳	۲/۵۴۵	۱۱۹

باب الوقف

وقف کی آمدنی سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم:	۲/۵۷۲	۵/۵۶۵	۲/۵۷۳	۱۲۰

کتاب البیوع

زمیندار اپنی رعایا کے قصابوں سے ارزاں نرخ پر گوشت خریدیں اس کا حکم:	۳/۶۱	۶/۳۷۵	۳/۷۲	۱۲۰

Scanned by CamScanner

کھڑی ہوئی گھاس کی بیع بعض اعذار کی حالت میں:	۶۲/۳	۳۷۷/۶	۷۳/۳	۱۲۱
پیسوں کا بدلہ روپیہ سے:	۷۵/۳	۴۰۹/۶	۸۷/۳	۱۲۳
کاغذی نوٹ کی ادائیگی میں کمی بیشی اور اعانت گئوسالہ:	۸۳/۳	۴۱۸/۶	۹۰/۳	۱۲۴
نوٹ سے گوٹہ خریدنے کے جواز کی تدبیر:	۷۹/۳	۴۲۱/۶	۹۲/۳	۱۲۵
نوٹ کے بدلہ چاندی خریدنے کا حکم:	۸۰/۳	۴۲۳/۶	۹۳/۳	۱۲۵
نوٹ کے بدلے گنی فروخت کرنے کا عدم جواز اور جواز کا حیلہ:	۸۰/۳	۴۲۵/۶	۹۴/۳	۱۲۶
سونے کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑوں اور گوٹے کی بیع ادھار ناجائز ہے۔	۸۱/۳	۴۲۴/۶	۹۴/۳	۱۲۶
سنار کو زیور بنانے کے لیے روپیہ دے دینا:	۸۵/۳	۴۳۱/۶	۹۸/۳	۱۲۷
بیع میں دھرم کھاتہ کی شرط:	۹۱/۳	۴۴۵/۶	۱۰۴/۳	۱۲۹
سنار کو قیمت چاندی کی دینا:	۸۵/۳	۴۳۳/۶	۹۸/۳	۱۲۹
روئی کا مبادلہ کتے ہوئے سوت کے ساتھ ناجائز ہے:	۹۳/۳	۴۴۹/۶	۱۰۶/۳	۱۳۰
بیع معدوم کا عدم جواز:	۹۵/۳	۴۵۳/۶	۱۰۸/۳	۱۳۱
پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) مقرر کرنا:	۹۷/۳	۴۵۹/۶	۱۱۰/۳	۱۳۱
پھلوں کی بیع میں بعض پھل کی شرط کا جواز:	۹۸/۳	۴۶۱/۶	۱۱۱/۳	۱۳۲
جو کتاب اپنے پاس نہ ہو اور فہرست میں درج کر دی جائے اس کا حکم:	۱۳۵/۳	۵۶۴/۶	۱۴۹/۳	۱۳۳
سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا:	۱۱۳/۳	۵۱۵/۶	۱۲۶/۳	۱۳۳

Scanned by CamScanner

باب الربوٰ

منی آرڈر کی تحقیق:	۱۴۶/۲	۵۹۰/۶	۱۵۹/۳	۱۳۴
ربوٰ کے باب میں عموم بلوی موثر نہیں:	۱۷۶/۳	۵۴/۷	۱۹۰/۳	۱۳۴
جس محکمہ میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی حصہ کٹ جاتا ہے اور پھر سود کے ساتھ ملتا ہے اس کا حکم:	۱۴۸/۳	۶۰۰/۶	۱۶۱/۳	۱۳۶
ڈگری کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں:	۱۶۹/۳	۳۷/۷	۱۸۲/۳	۱۳۷
موروثی کاشکار سے زیادہ کرایہ کی شرط لگانا:	۳۰۵/۳	۲۱۰/۷	۲۹۹/۳	۱۳۷
حربیوں کو سود دینا:	۳۱۲/۳	۲۲۷/۷	۳۰۶/۳	۱۳۸
منی آرڈر کا حکم اور منی کے متعلق بعض شبہات کا حل:	۱۴۳/۳	۵۸۵/۶	۱۵۶/۳	۱۳۸
قرضہ جنگ میں دوسرے سے روپیہ داخل کرانے کی ایک صورت:	۳۶۶/۴	۳۸/۱۰	۳۹۴/۴	۱۴۱
ادھار روپیہ کے بدلہ میں ادھار غلہ کا معاملہ:	۳۰۶/۳	۲۱۱/۷	۳۰۰/۳	۱۴۱
کاشتکار موروثی سے سود لینے کے جواز وعدم جواز کا حکم	۵۲۵/۳	۱۵۸/۸	۵۱۳/۳	۱۴۲

باب الوکالۃ

قرض وصول کرنے والے وکیل سے پہلے ہی مقدار قرض قبضہ کرلینا	۳۱۷/۳	۲۳۹/۷	۳۱۱/۳	۱۴۲
وکالت کے پیشہ کے جواز کی توجیہ اور شرائط:	۳۱۹/۳	۲۴۶/۷	۳۱۴/۳	۱۴۳

باب الحوالہ

نقد کم روپے کو ادھار زیادہ روپے کے بدلہ میں دینا:	۳۲۲/۳	۲۵۴/۷	۳۱۶/۳	۱۴۴

باب الاجارۃ

شاگرد سے شیرینی یا اس کا پیسہ وصول کرنے کا حکم:	۳۴۷/۳	۳۱۱/۷	۳۴۳/۳	۱۴۴

Scanned by CamScanner

کھیتی کے کٹائی کی اجرت اسی میں دینا:	۳۴۲/۳	۳۰۰/۷	۳۳۶/۳	۱۴۵
منافع میں شرکت کی شرط پر پرندوں کی پرورش کا حکم:	۳۴۲/۳	۳۰۳/۷	۳۳۸/۳	۱۴۶
کسی حیلہ سے رقم دے کر اپنی زمین خود چھوڑا لینا:	۳۵۲/۳	۳۲۷/۷	۳۴۷/۳	۱۴۷
موروثی کاشتکار سے اپنا حق واجبی وصول کرنا:	۳۵۳/۳	۳۳۰/۷	۳۴۸/۳	۱۴۷
اجیر خاص کے لیے اجرت پر عمل کرنا جائز نہیں:	۳۵۶/۳	۳۳۷/۷	۳۵۱/۳	۱۴۸
کاشتکار سے زمیندار کا بحالی کے لیے رشوت لینا	۳۶۰/۳	۳۴۷/۷	۳۵۶/۳	۱۴۹
زمیندار اور اس کے کارندوں کا کاشتکار سے دودھ لینا:	۳۶۸/۳	۳۶۴/۳	۳۶۴/۳	۱۵۰
مال حرام سے اجرت لینا اور عورت کو ڈاکٹر کا مس کرنا:	۳۷۸/۳	۳۸۴/۷	۳۷۴/۳	۱۵۱
زمینداری کے حقوق کاشتکار پر سرکاری عطاء ہے:	۳۷۹/۳	۳۸۹/۷	۳۷۶/۳	۱۵۲
زمین دار کا رعایا سے مختلف قسم کی پیداوار میں سے وصول کرنا:	۳۸۰/۳	۳۹۱/۳	۳۷۷/۳	۱۵۳
امامت اور وعظ پر اجرت لینا:	۳۸۸/۳	۴۱۷/۷	۳۸۶/۳	۱۵۴
کاشتکاروں کا بغیر کام اور مزدوری مقرر کئے کام میں لگنے کا حکم:	۳۹۷/۳	۴۴۱/۷	۳۹۵/۳	۱۵۴
ادھیا اور حصہ پر دئے ہوئے جانور اگر خدمت کرنے والے سے اصل مالک اس حصہ کو خرید لے تو وہ جانور مالک کے حق میں حلال ہوگا یا نہیں:	۳۴۶/۳	۳۱۰/۷	۳۳۷/۳	۱۵۵
مویشی خانہ کا ٹھیکہ:	۳۹۳/۳	۴۳۰/۷	۳۹۱/۳	۱۵۵
چنگی کی ملازمت:	۳۹۵/۳	۴۳۶/۷	۳۹۱/۳	۱۵۷
مدت پوری ہونے سے پہلے داخلہ خارجہ کی فیس اور پوری تنخواہ لینے کا حکم:	۴۰۲/۳	۴۵۶/۷	۴۰۱/۳	۱۵۸

Scanned by CamScanner

غیر حاضری کی اطلاع کے بغیر جو غیر حاضری کے دنوں میں تنخواہ لے لی گئی اسے ادا کرنے کی تدبیر:	۴۰۶/۳	۴۶۸/۷	۴۰۵/۳	۱۵۸
اسٹامپ انسپکٹری کی ملازمت جائز ہے:	۴۰۷/۳	۴۷۰/۷	۴۰۶/۳	۱۵۹
مقدمات کی فیس:	۴۱۰/۳	۴۷۹/۷	۴۱۰/۳	۱۶۰
متعین کرایہ پر زمین دینا اور پیداوار سے کچھ نہ لینا	۳۸۲/۳	۳۹۷/۷	۳۷۹/۳	۱۶۰
سوار اور مالک کے درمیان تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم	۴۱۱/۳	۴۸۰/۷	۴۱۰/۳	۱۶۲

باب الدعوی

تدبیر اور حیلہ سے غیر جنس چیزوں سے حق وصول کرنا:	۴۱۵/۳	۴۹۰/۷	۳۱۵/۳	۱۶۳

باب المضاربة

مضارب کے متعلق سوال و جواب:	۴۳۲/۳	۵۰۷/۷	۴۲۲/۳	۱۶۴

باب القضاء

انگریزی عدالت کی تجویز پر حکم کی اجرت کا حکم:	۴۲۹/۳	۵۲۲/۷	۴۲۸/۳	۱۶۷

باب الرهن

عقد رہن کی مصلحت کو جلدی حاصل کرنا:	۴۵۹/۳	۵۹۷/۷	۴۵۹/۳	۱۶۷

باب الشركة

تجارت میں مال حرام کی شرکت:	۵۱۸/۳	۱۳۷/۸	۵۱۶/۳	۱۶۸

كتاب الحظر والاباحة

عرفات میں درخت لگانے کا حکم:	۱۷۲/۲	۳۶۵/۴	۲۰۱/۲	۱۶۹
بادشاہ محی الملۃ والدین وغیرہ القاب لگا کر پکارنے کا حکم:	۲۸۱/۴	۴۵۹/۹	۳۰۵/۴	۱۶۹
بزرگوں کے القاب میں کعبہ وقبلہ لکھنا:	۲۷۲/۴	۴۴۰/۹	۲۹۸/۴	۱۷۰

Scanned by CamScanner

طاعون سے فرار اختیار کرنے کو سبب نجات سمجھنا گناہ کبیرہ ہے:	۲۸۵/۴	۴۷۱/۹	۳۱۰/۴	۱۷۱
طوائف سے چندہ لینا:	۳۸۰/۴	۶۶/۱۰	۴۱۰/۴	۱۷۱
ہندو وارث کا میت کے ایصال ثواب کیلئے روپیہ دینا:	۴۴۳/۴	۱۵۸/۱۰	۴۷۵/۴	۱۷۲
مکتوبات قدسیہ موہمہ مقدوریت ممتنع لذاتہ کی بعض عبارتوں کا حل:	۴۵۲/۴	۱۷۵/۱۰	۴۸۴/۴	۱۷۲
نجاست خمر کے استدلال پر شبہ کا جواب:	۲۲/۵	۵۸۳/۱۰	۲۷/۵	۱۷۳
ندائے غیر اللہ کا بعض صورتوں میں جواز:	۱۳۱/۵	۲۰۳/۱۱	۱۵۴/۵	۱۷۴
عشق پر حب عقلی کی فضیلت کی تحقیق:	۱۶۱/۵	۲۳۸/۱۱	۱۷۶/۵	۱۷۵

مولانا شاہ عبدالعزیز کی ایک عبارت سے کھانے پر فاتحہ دینے کا ثبوت مع جواب:	۳۰۵/۵	۴۴۰/۱۱	۳۷۱/۵	۱۷۶
قبول اولیاء کے رسوم سے متعلق دو فتووں کے درمیان فیصلہ:	۳۳۰/۵	۴۸۱/۱۱	۳۴۲/۵	۱۷۷
شوہر کو تابع بنانے کے لیے تعویذ وغیرہ کا عمل:	۱۹۷/۶	۳۹۱/۱۲	۲۰۷/۵	۱۷۹

باب العقائد

ید اللہ اور ان جیسے متشابہات نصوص کے معنی کے متعلق تحقیق:	۸۰/۶	۲۰۴/۱۲	۸۲/۶	۱۷۹
اللہ تعالیٰ پر جوہر وغیرہ کے اطلاق کا حکم:	۱۰۸/۶	۲۴۵/۱۲	۱۱۰/۶	۱۸۰
رسالہ اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام والمکروہ:	۲۰۹/۶	۴۰۸/۱۲	۲۱۸/۶	۱۸۱
کتاب اخبار الاخیار کی ایک عبارت کا صحیح محمل:	۲۱۸/۶	۴۱۹/۱۲	۲۲۶/۶	۱۸۵

Scanned by CamScanner

قواعد پر مبنی حضرت کے فتاوی

باب الطہارۃ

نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا:	۱/۵۵	۱/۲۴۸	۱/۶۶	۱۸۷
جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا:	۱/۵۹	۱/۲۵۹	۱/۶۹	۱۸۷

کتاب الصلوۃ

نماز میں بعض قرآنی اغلاط کا حکم:	۱/۲۷۵	۱/۵۹۲	۱/۱۹۲	۱۸۸
امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے:	۱/۴۰۱	۲/۲۰۰	۱/۲۸۶	۱۸۸
نماز میں عینک لگانے کا حکم:	۱/۴۹۳	۲/۲۶۵	۱/۳۱۱	۱۸۹
تراویح کی جماعت ترک کرنے والوں کا وتر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنا:	۱/۴۵۶	۲/۳۰۳	۱/۳۲۳	۱۸۹

باب الزکوۃ والصدقات

صدقہ نافلہ غنی کے لیے حلال ہونے کا مطلب:	۲/۷۷	۴/۱۰۶	۲/۱۰۴	۱۹۰

باب الصوم والاعتکاف والحج

رمضان وغیرہ کے چاند کی شہادت کے متعلق بعض مسائل:	۲/۱۲۴	۴/۲۳۴	۲/۱۵۲	۱۹۱
صبح کے وقت منہ میں پان دانتوں سے دبا ہوا نکلا اس کا حکم:	۲/۱۳۰	۴/۲۴۲	۲/۱۵۹	۱۹۲
شیرخوار بچہ کی وجہ سے شوہر کا بیوی کو حج سے منع کرنا:	۲/۱۵۸	۴/۳۲۰	۲/۱۸۸	۱۹۳

باب النکاح

مقام خلوت سے زوجہ کے فرار سے خلوت صحیحہ کا حکم:	۲/۲۴۰	۴/۵۱۳	۲/۲۶۶	۱۹۴

Scanned by CamScanner

باب الطلاق

طلاق کے مسائل میں اضافت کی تحقیق:	۴۴۵/۲	۳۰۰/۵	۳۵۵/۲	۱۹۴
ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل کرنے میں قضائے قاضی شرط ہے یا نہیں:	۴۹۳/۲	۳۹۷/۵	۴۹۸/۳	۱۹۶

باب ثبوت النسب

نکاح باطل سے نسب ثابت نہ ہونے کا حکم:	۵۱۴/۲	۴۴۴/۲	۵۱۸/۲	۱۹۸

باب احکام المسجد

کافر کا مسجد تعمیر کرنا:	۶۶۴/۲	۱۵۷/۶	۶۶۱/۲	۱۹۸
مسجد کے دریا برد ہونے کے خوف سے اسکو منہدم کرنا:	۷۲۲/۲	۲۵۸/۶	۷۱۴/۲	۲۰۰

باب الوقف

وقف کا روپیہ بینک میں جمع کرنے سے خزانچی پر ضمان کا حکم:	۵۷۰/۲	۵۶۲/۵	۵۷۲/۲	۲۰۲
خاص الفاظ کے بغیر وقف کا ثابت نہ ہونا:	۶۰۵/۲	۵۳/۶	۶۰۴/۲	۲۰۳
مدرسہ کی تنخواہ سے سین بورڈ لگانا:	۶۱۱/۲	۶۶/۶	۶۱۰/۲	۲۰۴

باب البیوع

نابالغ کی جائداد کو اسکی ماں یا چچا فروخت نہیں کرسکتے:	۱۶۵/۳	۲۹/۷	۱۷۸/۳	۲۰۵
وزن کے تفاوت کے وقت روپیہ کا مبادلہ ریزگاری سے:	۷۵/۳	۲۱۰/۶	۸۸/۳	۲۰۶
ماہواری رسالہ یا اخبار ڈاکخانہ سے ضائع ہوجائے تو مکرر لینا جائز ہے:	۱۳۸/۳	۵۷۱/۶	۱۵۱/۳	۲۰۶

باب الربو

حیدرآبادی سکہ کے عوض انگریزی سکہ قرض میں ادا کرنا:	۱۶۵/۳	۲۹/۷	۱۷۸/۳	۲۰۷

Scanned by CamScanner

باب الاجارۃ

صاحب فرمائش کے پیسوں اور پتھروں پر زائد کتابیں چھاپنے کے جواز وعدم جواز کی تحقیق:	۳/۳۹۸	۷/۴۴۶	۳/۳۹۷	۲۰۸
نقل نویسی کے اجارہ کا حکم:	۳/۳۹۹	۷/۴۴۸	۳/۳۹۸	۲۰۹
سرکاری ناجائز ملازمت کا حکم:	۳/۴۰۷	۷/۴۷۲	۳/۴۰۷	۲۱۰
تعطیل کا مشاہرہ لینے کا جواز:	۳/۴۴۸	۷/۳۱۶	۳/۴۴۳	۲۱۲

باب القضاء

غیر اسلامی سلطنت کے قانون کے مطابق فیصلہ:	۳/۴۳۰	۷/۵۴۴	۳/۴۲۹	۲۱۲

باب الوصایا

وارث کے لیے وصیت:	۴/۳۲۵	۹/۵۴۴	۴/۳۴۷	۲۱۴

باب الفرائض

مفقود کا حکم:	۴/۳۶۲	۱۰/۳۰	۴/۳۹۰	۲۱۴

کتاب الحظر والاباحۃ

قرآن کا صرف ترجمہ ہندی یا انگریزی وغیرہ میں بغیر عبارت قرآن لکھنا:	۴/۳۹	۸/۴۴۳	۴/۴۷	۲۱۶
سنسکرت سیکھنا:	۴/۷۲	۸/۵۰۱	۴/۸۰	۲۱۶
مسمریزم کا حکم:	۴/۷۴	۸/۵۰۶	۴/۸۲	۲۱۷
غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے جانور فروخت کر دینے کے بعد:	۴/۱۰	۸/۵۷۰	۴/۱۰۹	۲۱۸
مال مخلوط حلال وحرام جائز ہے جب تک کہ اس میں حرام غالب نہ ہو:	۴/۱۴۶	۹/۱۱۷	۴/۱۶۱	۲۱۸
غالب حلال آمدنی سے حاصل کیا ہوا مکان حلال ہے:	۴/۱۴۷	۹/۱۱۹	۹/۱۶۱	۲۱۹

Scanned by CamScanner

اہل رشوت کے ساتھ خلط کر کے کھانا کھانا:	۱۴۸/۴	۱۲۳/۹	۱۲۳/۴	۲۱۹
حلال آمدنی اور سودی معاملہ کرنے والے کے گھر خوردونوش کے شرعی احکام:	۱۴۸/۴	۱۲۴/۹	۱۶۳/۴	۲۲۰
رسالہ اخبار بینی کے دوقول میں فیصلہ:	۱۶۰/۴	۱۵۳/۹	۱۷۶/۴	۲۲۰
بچہ کے مرنے کے بعد اس کی آون نالی کاٹنا:	۱۷۲/۴	۱۸۱/۹	۱۸۹/۴	۲۲۱
مدارات فساق کا حکم:	۱۷۳/۴	۱۸۶/۹	۱۹۱/۴	۲۲۱
داڑھی کا حکم اور مقدار:	۲۲۳/۴	۳۰۹/۹	۲۴۳/۴	۲۲۲
ناتمام تصویر کا حکم:	۲۵۲/۴	۳۷۵/۹	۲۷۴/۴	۲۲۳
کسی کے پیر کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا:	۲۷۹/۴	۲۵۲/۹	۳۰۳/۴	۲۲۳
کھانا کھانے والے کو سلام کرنا:	۲۸۰/۴	۴۵۴/۹	۳۰۳/۴	۲۲۴
معصیت میں کسی سبب شہادت سے مرنے والا شہید ہے نہ کہ معصیت کے سبب سے مرنے والا:	۳۱۲/۴	۵۲۰/۹	۳۳۴/۴	۲۲۴
زانی کو شوہر مزنیہ سے معاف کرانا ضروری ہے یا نہیں:	۳۷۱/۴	۵۰/۱۰	۴۰۰/۴	۲۲۵
عوام کے عقیدہ کے فساد کے خوف سے غیر ضروری امر کو ترک کرنے پر اعتراض کا جواب:	۳۹۷/۴	۲۵۹/۱۰	۵۳۲/۴	۲۲۶
گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق حکم:	۱۳۸/۵	۱۹۸/۱۱	۱۵۱/۵۱	۲۲۶
بیعت بذریعہ خط:	۲۳۴/۵	۳۲۸/۱۱	۲۴۷/۵	۲۲۷
تحقیق تمثیل شیطان بانبیاء واولیاء:	۲۴۴/۵	۳۴۳/۱۱	۲۵۷/۵	۲۲۸
جواز آمدنی، چونگی وٹیکس وغیرہ:	۳۲۵/۶	۵۴۰/۱۲	۳۳۰/۶	۲۲۹

Scanned by CamScanner

باب البدعات

رسم بیعت کے درمیان اور بعض بدعات کے درمیان فرق:	۵/۲۸۱	۱۱/۳۰۰	۵/۳۹۳	۲۲۹
سنت وبدعت کی تحقیق:	۵/۲۸۳	۱۱/۳۰۲	۵/۳۹۴	۲۳۱
مریض کے شفا کے لیے جانور ذبح کرنا:	۵/۳۰۷	۱۱/۳۴۵	۵/۳۱۹	۲۳۵
صاحب قبر کی تعظیم کی نیت کے بارے میں باوجود قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں:	۵/۳۲۱	۱۱/۳۶۸	۵/۳۱۹	۲۳۶

فہرست دوم

کتاب الطھارۃ والنجاسۃ

تین سو ڈول بقول امام محمد نکالنے کی تحقیق	ض	۱	۴۸
پڑیہ کے رنگ کا حکم	ض	۲	۴۹
پڑیہ کے رنگ کا حکم	ض	۳	۴۹
پڑیہ کی طہارت ونجاست کا حکم	ض	۴	۵۰
نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا:	ق	۱	۱۸۷
جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا:	ق	۲	۱۸۷
ابتلاء عام کے وقت کپڑوں کی طہارت میں توسع وگنجائش کے احکام:	غ	۲	۳۹

کتاب الصلوۃ

عورت کی ہتھیلی کا پشت ستر میں داخل ہے یا نہیں	ض	۱	۵۰
سری قراءت کا ادنی درجہ	ض	۲	۵۱
دو نمازوں کے درمیان جمع کرنا	غ	۱	۳۹

Scanned by CamScanner

نماز میں بعض قرآنی اغلاط کا حکم:	ق	۱	۱۸۸
امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے:	ق	۲	۱۸۸
نماز میں عینک لگانے کا حکم:	ق	۳	۱۸۹
تراویح کی جماعت ترک کرنے والوں کا وتر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنا:	ق	۴	۱۸۹
سورۂ نور میں رجال لا تلھیھم کے رجال پر وقف کی تحقیق	ت	۱	۱۰۷
عطاء کی جگہ عذاب اور عذاب کی جگہ عطاء کے الفاظ پڑھنے سے فساد نماز کا حکم:	ت	۲	۱۰۸
مواضع غضب وعذاب میں ممانعت نماز اور اس کی حکمت:	ت	۳	۱۰۸

كتاب الزكوة والصدقات

مدرسہ کے دوسرے مد کے لیے زکوۃ کی مد سے قرض لینا اور ایک مد کو دوسرے مد میں خرچ کرنا جائز نہیں:	ع	۱	۶۴
صدقہ نافلہ غنی کے لیے حلال ہونے کا مطلب	ق	۱	۱۹۰
نوٹ کے ذریعہ زکوۃ صرف اس وقت ادا ہوگی جب کہ مسکین اس نوٹ کو نقد کرے یا اس جیسی کوئی چیز خریدے:	ت	۱	۱۱۰
بدون تملیک رقوم زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں:	ت	۲	۱۱۱
کمپنی میں جو روپیہ لگائے اصل ونفع پر زکوۃ کا حکم:	ت	۳	۱۱۱
ایک مشترک چیز نا قابل تقسیم کا حصہ زکوۃ میں دینا:	ت	۴	۱۱۴

كتاب الصوم والاعتكاف والحج

معتکف کا دوکان کی چھت پر نکل جانا	ض	۱	۵۲
رمضان وغیرہ کے چاند کی شہادت کے متعلق بعض مسائل:	ق	۱	۱۹۱
صبح کے وقت منہ میں پان دانتوں سے دبا ہوا نکلا اس کا حکم:	ق	۲	۱۹۲
شیر خوار بچہ کی وجہ سے شوہر کا بیوی کو حج سے منع کرنا:	ق	۳	۱۹۳

Scanned by CamScanner

باب النکاح

مفقود الخبر کے احکام	غ	۱	۴۱
مقام خلوت سے زوجہ کے فرار سے خلوت صحیحہ کا حکم:	ق	۱	۱۹۴
زوجہ کو سفر میں لے جانے کے متعلق احکام:	ع	۱	۶۵
نوجوان بیوی کو اپنے والدین سے ملنے کی حد:	ع	۲	۶۶
نکاح خواں اور قاضی کا اجرت دینا:	ع	۳	۶۷
کفاءت میں حرفت اور چال وچلن کا معتبر ہونا	ع	۴	۷۰
مہر معجل بالموت کی تحقیق	ع	۵	۷۳
زوجہ سے یہ شرط کرنا:	ت	۱	۱۱۵

باب الطلاق

اگر زوجہ سے یہ شرط کرے کہ اگر تیرے سوا کسی اور سے نکاح کروں تو اسکو طلاق ہے اسکا عندالاحناف کیا حکم ہے	غ	۱	۴۲
لمبی طہر والی عورت کے عدت کا حکم	غ	۲	۴۳
نکاح باطل کے ساتھ معلق کرنیکا حکم اور اسکے تحریراً معلق کرنے کی صورتوں کی تفصیل:	ع	۱	۷۲
یہ بات زبان سے کہنا کہ واسطہ نہیں اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں:	ع	۱	۷۴
آزاد کردی کا لفظ صریح طلاق ہے:	ع	۲	۷۵
اگر یہ کہے کہ اپنے باپ کے گھر جائے گی تو تین طلاق تو باپ کے مرجانے کے بعد یہ حلف باقی رہے گی یا نہیں:	ع	۳	۷۵
بیان حیلہ نکاح جب کہ یہ حلف کرے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق:	ع	۴	۱۱۶
طلاق کے مسائل میں اضافت کی تحقیق:	ق	۱	۱۹۴

Scanned by CamScanner

ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل کرنے میں قضائے قاضی شرط ہے یا نہیں:	ق	۲	۱۹۶

باب ثبوت النسب

نکاح باطل سے نسب ثابت نہ ہونے کا حکم:	ق	۱	۱۹۸

باب الحدود

مدرس کے جرمانہ کا حکم:	ت	۱	۱۱۷
معاہدہ کی خلاف ورزی پر جرمانہ کا حکم:	ت	۲	۱۱۷
طالب علم کی غیر حاضری پر جرمانہ کا حکم	ت	۳	۱۱۹
جرمانہ:	ع	۱	۸۰

باب الایمان والنذر

کسی نے قسم کھایا کہ فلاں عالم نہیں ہوگا تو وہ اپنی قسم میں کب حانث ہوگا تمام درسی کتابوں کے پورا کرنے پر یا اکثر کے پورا کرنے پر:	ع	۱	۷۸
اردو میں نذر کا صیغہ:	ع	۲	۷۹
ذبح کے نذر کے حکم کی تحقیق:	ع	۳	۷۹

باب الوقف

وقف کی آمدنی سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم:	ت	۱	۱۲۰
مسجد کی زمین کے پھلوں کا حکم:	ع	۱	۸۰
تنخواہ دار امام کے واقف کی اجازت کے بغیر ایام غیر حاضری کی تنخواہ کے استحقاق کے متعلق سوالات:	ع	۲	۸۱
وقف کا روپیہ بینک میں جمع کرنے سے خزانچی پر ضمان کا حکم:	ق	۱	۲۰۲
خاص الفاظ کے بغیر وقف کا ثابت نہ ہونا:	ق	۲	۲۰۳
مدرسہ کی تنخواہ سے سین بورڈ لگانا:	ق	۳	۲۰۴

Scanned by CamScanner

باب احکام المسجد

محض واسطے خدا کے بہ نیت ثواب کافر کا تعمیر مسجد میں چندہ دینا	ض	۱	۵۳
ضرورت کی وجہ سے مسجد کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا	ض	۲	۵۳
مسجد کو بڑھانے اور اضافہ کی غرض سے عام راستے کے حصے کو مسجد میں داخل کرنا:	ع	۱	۸۵
مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا:	ع	۲	۸۷
مسجد میں جوتے کے ساتھ داخل ہو کر نماز پڑھنے کی تحقیق:	ع	۳	۸۷
کافر کا مسجد تعمیر کرنا:	ق	۱	۱۹۸
مسجد کے دریا برد ہونے کے خوف سے اس کو منہدم کرنا:	ق	۲	۲۰۰

کتاب البیوع

قصاب کو پیشگی روپیہ دے کر گوشت کا نرخ مقرر کرنا	غ	۱	۴۴
گنّا پیدا ہونے سے پہلے اس کی خریداری کا حکم	غ	۲	۴۵
بیع بالوفا کا حکم	ض	۱	۵۴
بیع وفاء میں عقد سے پہلے ذکر کی گئی شرط کا اعتبار	ض	۲	۵۵
بائع سے مبیع کو جگہ تک پہونچانے کی شرط کے ساتھ بیع کرنا:	ع	۱	۸۹
بعض صورتوں میں صفقہ کا جواز:	ع	۲	۸۹
صفائی معاملات:	ع	۳	۹۰
خوراک خریدنے کیلئے پیشگی قیمت دیدینا جمع بین العمل والصنع:	ع	۴	۹۱
پھلوں کی بیع میں بعض رائج شرطیں:	ع	۵	۹۱
پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) کی مقرر کرنا:	ع	۶	۹۲
سکہ غالبہ کا عرف کے ساتھ مقید ہونا:	ع	۷	۹۳
مشتری مرجائے تو رقم بیعانہ کی واپسی:	ع	۸	۹۴

Scanned by CamScanner

نابالغ کی جائداد کو اس کی ماں یا چچا فروخت نہیں کر سکتے:	ق	۱	۲۰۵
وزن کے تفاوت کے وقت روپیہ کا مبادلہ ریزگاری سے:	ق	۲	۲۰۶
ماہواری رسالہ یا اخبار ڈاکخانہ سے ضائع ہو جائے تو مکرر لینا جائز ہے:	ق	۳	۲۰۶
زمیندار اپنی رعایا کے قصابوں سے ارزاں نرخ پر گوشت خریدیں اس کا حکم:	ت	۱	۱۲۰
کھڑی ہوئی گھاس کی بیع بعض اعذار کی حالت میں:	ت	۲	۱۲۱
پیسوں کا بدلہ روپیہ سے	ت	۳	۱۲۳
کاغذی نوٹ کی ادائیگی میں کمی بیشی اور اعانت گئوسالہ:	ت	۴	۱۲۳
نوٹ سے گوٹہ خریدنے کے جواز کی تدبیر:	ت	۵	۱۲۵
نوٹ کے بدلہ چاندی خریدنے کا حکم:	ت	۶	۱۲۵
سوتے کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑوں اور گوٹے کی بیع ادھار نا جائز ہے۔	ت	۷	۱۲۶
سنار کو زیور بنانے کے لیے روپیہ دے دینا:	ت	۸	۱۲۷
بیع میں دھرم کھاتہ کی شرط:	ت	۹	۱۲۹
سنار کو قیمت چاندی کی دینا:	ت	۱۰	۱۲۹
روئی کا مبادلہ کتے ہوئے سوت کے ساتھ نا جائز ہے:	ت	۱۱	۱۳۰
بیع معدوم کا عدم جواز	ت	۱۲	۱۳۱
پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) مقرر کرنا:	ت	۱۳	۱۳۱
پھلوں کی بیع میں بعض پھل کی شرط کا جواز:	ت	۱۴	۱۳۲
جو کتاب اپنے پاس نہ ہو اور فہرست میں درج کر دی جائے اس کا حکم:	ت	۱۵	۱۳۳
سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا:	ت	۱۶	۱۳۴

باب الربوٰ

سرکاری ضمانت کی رقم پر زیادہ لینے کی تحقیق	ض	۱	۵۷

Scanned by CamScanner

سرکاری سود کے عنوان سے مقدمہ کے خرچہ کو وصول کرنے کا حکم	ض	۲	۵۸
آموں کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کا وقت	ض	۳	۵۷
منی آرڈر کی تحقیق:	ت	۱	۱۳۴
منی آرڈر کا حکم اور منی کے متعلق بعض شبہات کا حل:	ت	۲	۱۳۸
ربوٰ کے باب میں عموم بلوی موثر نہیں:	ت	۳	۱۳۴
جس محکمہ میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی حصہ کٹ جاتا ہے اور پھر سود کے ساتھ ملتا ہے اس کا حکم:	ت	۴	۱۳۶
ڈگری کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں:	ت	۵	۱۳۷
موروثی کاشکار سے زیادہ کرایہ کی شرط لگانا:	ت	۶	۱۳۷
حربیوں کو سود دینا:	ت	۷	۳۸
قرضہ جنگ میں دوسرے سے روپیہ داخل کرانے کی ایک صورت:	ت	۸	۱۴۱
ادھار روپیہ کے بدلہ میں ادھار غلہ کا معاملہ:	ت	۹	۱۴۱
کاشتکار موروثی سے سود لینے کے جواز و عدم جواز کا حکم:	ت	۱۰	۱۴۲
حیدرآبادی سکہ کے عوض انگریزی سکہ قرض میں ادا کرنا:	ق	۱۱	۲۰۷

باب الوکالۃ

قرض وصول کرنے والے وکیل سے پہلے ہی مقدار قرض قبضہ کر لینا	ت	۱	۱۴۳
وکالت کے پیشہ کے جواز کی توجیہ اور شرائط:	ت	۲	۱۴۳
توکیل مذکور میں وکیل کو کمی بیشی ثمن کا اختیار ہے یا نہیں:	ع	۱	۹۵
مہتمم کا مدرس کی رعایت کرنا:	ع	۲	۹۵
مدرسہ کا مہتمم چندہ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے اور زکوۃ کا روپیہ مدرسین کی تنخواہ میں صرف نہیں کرسکتا اور اس کے لیے حیلہ متعارف نا جائز ہے:	ع	۳	۹۵

Scanned by CamScanner

باب الحوالہ

نقد کم روپے کو ادھار زیادہ روپے کے بدلہ میں دینا:	ت	۱	۱۴۴

باب الاجارۃ

جانور کو ادھیا پر رکھنا	غ	۱	۴۵
شاگرد سے شیرینی یا اس کا پیسہ وصول کرنے کا حکم:	ت	۱	۱۴۴
کھیتی کے کٹائی کی اجرت اسی میں دینا:	ت	۲	۱۴۵
منافع میں شرکت کی شرط پر پرندوں کی پرورش کا حکم:	ت	۳	۱۴۶
کسی حیلہ سے رقم دے کر اپنی زمین خود چھوڑا لینا:	ت	۴	۱۴۷
موروثی کاشتکار سے اپنا حق واجبی وصول کرنا:	ت	۵	۱۴۷
اجیر خاص کے لیے اجرت پر عمل کرنا جائز نہیں:	ت	۶	۱۴۸
کاشتکار سے زمیندار کا بحالی کے لیے رشوت لینا:	ت	۷	۱۴۹
مال حرام سے اجرت لینا اور عورت کو ڈاکٹر کا مس کرنا:	ت	۸	۱۵۱
زمیندار اور اس کے کارندوں کا کاشتکار سے دودھ لینا:	ت	۹	۱۵۰
زمینداری کے حقوق کاشتکار پر سرکاری عطاء ہے:	ت	۱۰	۱۵۲
زمین دار کا رعایا سے مختلف قسم کی پیداوار میں سے وصول کرنا:	ت	۱۱	۱۵۳
امامت اور وعظ پر اجرت لینا:	ت	۱۲	۱۵۴
کاشتکاروں کا بغیر کام اور مزدوری مقرر کیے کام میں لگنے کا حکم:	ت	۱۳	۱۵۴
مدت پوری ہونے سے پہلے داخلہ خارجہ کی فیس اور پوری تنخواہ لینے کا حکم:	ت	۱۴	۱۵۸
اسٹامپ انسپکٹری کی ملازمت جائز ہے:	ت	۱۵	۱۵۹
غیر حاضری کی اطلاع کے بغیر جو غیر حاضری کے دنوں میں تنخواہ لے لی گئی اسے ادا کرنے کی تدبیر:	ت	۱۶	۱۵۸

Scanned by CamScanner

مقدمات کی فیس:	ت	۱۷	۱۹۰
متعین کرایہ پر زمین دینا اور پیداوار سے کچھ نہ لینا			۱۹۰
مویشی خانہ کا ٹھیکہ:	ت	۱۸	۱۵۵
چنگی کی ملازمت:	ت	۱۹	۱۵۷
سوار اور مالک کے درمیان تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم	ت	۲۰	۱۴۲
ادھیا اور حصہ پر دیئے ہوئے جانور اگر خدمت کرنے والے سے اصل مالک اس حصہ کو خرید لے تو وہ جانور مالک کے حق میں حلال ہوگا یا نہیں:	ت	۲۱	۱۵۵
رضامندی کے وقت اجرت متعین نہ کرنے کا حکم:	ع	۱	۹۶
رخصت کے دنوں میں تنخواہ کاٹنا:	ع	۲	۹۶
مدرس کو بجائے کھانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو ایام رخصت میں بھی یہ روپیہ دیا جائے گا یا نہیں:	ع	۳	۹۷
مقررہ وقت کیلئے سواری وغیرہ کرایہ پر دینے اور وقت سے پہلے واپس کر دینے کا حکم:	ع	۴	۹۸
مدرسین اور طلبہ بیماری کے دنوں میں تنخواہ اور وظیفہ کے حقدار ہیں یا نہیں:	ع	۵	۹۸
نقل نویسی کے اجارہ کا حکم:	ق	۱	۲۰۹
سرکاری ناجائز ملازمت کا حکم:	ق	۲	۲۱۰
صاحب فرمائش کے پیسوں اور پتھروں پر زائد کتابیں چھاپنے کے جواز وعدم جواز کی تحقیق:	ق	۳	۲۰۸
تعطیل کا مشاہرہ لینے کا جواز:	ق	۴	۲۱۲

باب الدعوی

تدبیر اور حیلہ سے غیر جنس چیزوں سے حق وصول کرنا:	ت	۱	۶۳

Scanned by CamScanner

باب المضاربة

مضارب کے متعلق سوال و جواب:	ت	۱	۱۶۳

باب القضاء

انگریزی عدالت کی تجویز پر حکم کی اجرت کا حکم:	ت	۱	۱۶۷
غیر اسلامی سلطنت کے قانون کے مطابق فیصلہ:	ق	۱	۲۱۲
عرف کے سبب ایلاء اور قاضی کے اس میں قسم لینے کا حکم	ع	۱	۹۹

باب الرهن

عقد رہن کی مصلحت کو جلد حاصل کرنا	ت	۱	۱۶۷
کافر کی مملوکہ مرہونہ زمین میں کاشت کا حکم	ض	۱	۵۹

باب الشركة

تکریر الفصل الثانی بعبارة اخری استکتبته من بعض اعزق	غ	۱	۳۶
تجارت میں مال حرام کی شرکت	ت	۱	۱۶۸

كتاب الحظر والاباحة

اشربہ اربعہ کے علاوہ کوئی چیز آٹے میں گوندھی جائے تو اس سے آٹے کی روٹی کا کیا حکم ہے؟	ض	۱	۵۹
معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بائع سے جرمانہ وصول کرنا	ض	۲	۵۹
بیمہ کی شرعی حیثیت	ض	۳	۶۰
جب روپیہ بدون نالش کے وصول ہو جائے تو زرخرچہ مقدمہ کی واپسی لازم ہے	ض	۴	۶۱
حرام دوا کا استعمال	ض	۵	۶۲
ہومیوپیتھک دوا کا استعمال	ض	۶	۶۳
چیچک کا ٹیکہ	ض	۷	۶۳

Scanned by CamScanner

عرفات میں درخت لگانے کا حکم:	ت	۱	۱۶۹
بادشاہ محی الملۃ والدین وغیرہ القاب لگا کر پکارنے کا حکم:	ت	۲	۱۶۹
بزرگوں کے القاب میں کعبہ وقبلہ لکھنا:	ت	۳	۱۷۰
طاعون سے فرار اختیار کرنے کو سبب نجات سمجھنا گناہ کبیرہ ہے:	ت	۴	۱۷۱
طوائف سے چندہ لینا:	ت	۵	۱۷۱
ہندو وارث کا میت کے ایصال ثواب کے لیے روپیہ دینا:	ت	۶	۱۷۲
مکتوبات قدسیہ موہمہ مقدوریت ممتنع لذاتہ کی بعض عبارتوں کا حل:	ت	۷	۱۷۳
نجاست خمر کے استدلال پر شبہ کا جواب:	ت	۸	۱۷۳
ندائے غیر اللہ کا بعض صورتوں میں جواز:	ت	۹	۱۷۴
عشق پر حب عقلی کی فضیلت کی تحقیق:	ت	۱۰	۱۷۵
مولانا شاہ عبدالعزیز کی ایک عبارت سے کھانے پر فاتحہ دینے کا ثبوت مع جواب:	ت	۱۱	۱۷۶
قبور اولیاء کے رسوم سے متعلق دو فتوؤں کے درمیان فیصلہ:	ت	۱۲	۱۷۷
شوہر کو تابع بنانے کے لیے تعویذ وغیرہ کا عمل:	ت	۱۳	۱۷۹
قرآن کا صرف ترجمہ ہندی یا انگریزی وغیرہ میں بغیر عبارت قرآن لکھنا:	ق	۱	۲۱۶
سنسکرت سیکھنا:	ق	۲	۲۱۶
مسمریزم کا حکم:	ق	۳	۲۱۷
غیر اللہ کے نامزد کیے ہوئے جانور فروخت کر دینے کے بعد:	ق	۴	۲۱۸
مال مخلوط حلال وحرام جائز ہے جب تک کہ اس میں حرام غالب نہ ہو:	ق	۵	۲۱۸
غالب حلال آمدنی سے حاصل کیا ہوا مکان حلال ہے:	ق	۶	۲۱۹
اہل رشوت کے ساتھ خلط کر کے کھانا کھانا:	ق	۷	۲۱۹
حلال آمدنی اور سودی معاملہ کرنے والے کے گھر خورد ونوش کے شرعی احکام:	ق	۸	۲۲۰

Scanned by CamScanner

رسالہ اخبار بینی کے دوقول میں فیصلہ:	ق	۹	۲۲۰
بچہ کے مرنے کے بعد اس کی آون نالی کاٹنا:	ق	۱۰	۲۲۱
مدارات فساق کا حکم:	ق	۱۱	۲۲۱
داڑھی کا حکم اور مقدار:	ق	۱۲	۲۲۲
ناتمام تصویر کا حکم:	ق	۱۳	۲۲۳
کسی کے پیر کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا:	ق	۱۴	۲۲۳
کھانا کھانے والے کو سلام کرنا:	ق	۱۵	۲۲۴
معصیت میں کسی سبب شہادت سے مرنے والا شہید ہے نہ کہ معصیت کے سبب سے مرنے والا:	ق	۱۶	۲۲۴
زانی کو شوہر مزنیہ سے معاف کرانا ضروری ہے یا نہیں:	ق	۱۷	۲۲۵
عوام کے عقیدہ کے فساد کے خوف سے غیر ضروری امر کو ترک کرنے پر اعتراض کا جواب:	ق	۱۸	۲۲۶
گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق حکم:	ق	۱۹	۲۲۶
بیعت بذریعہ خط:	ق	۲۰	۲۲۷
انبیاء اور اولیاء کی صورت میں شیطان کے ظاہر ہونے کی تحقیق	ق	۲۱	۲۲۸
چنگی وٹیکس وغیرہ کی آمدنی کا جواز	ق	۲۲	۲۲۹
رقم دستک کے جواز وعدم جواز کی تحقیق:	ع	۱	۱۰۳
بخیل پر وعید کے متعلق شبہ کا حل:	ع	۲	۱۰۳
فقہاء کرام کے ید کے ذریعہ کل مراد نہ لینے پر ہونے والے شبہ کا جواب:	ع	۳	۱۰۴

باب الوصایا

وارث کے لیے وصیت:	ق	۱	۲۱۴

Scanned by CamScanner

باب الفرائض

مفقود کا حکم:	ق	۱	۲۱۴

کتاب البدعات

بعض حرام اعمال کے متعلق بعض احکام شرعیہ کی وضاحت:	ع	۱	۱۰۵
رسم بیعت کے درمیان اور بعض بدعات کے درمیان فرق:	ق	۱	۲۲۹
سنت وبدعت کی تحقیق:	ق	۲	۲۳۱
مریض کے شفا کے لیے جانور ذبح کرنا:	ق	۳	۲۳۵
صاحب قبر کی تعظیم کی نیت کے بارے میں باوجود قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں:	ق	۴	۲۳۶

باب العقائد

اللہ تعالیٰ کے لیے ذوق ولمس اور شم کے عدم ثبوت کی وجہ:	ع	۱	۱۰۴
اسماء الٰہیہ توقیفیہ کے علاوہ دوسری زبان میں تسمیہ وتوصیف کا جواز:	ع	۲	۱۰۵
ید اللہ اور ان جیسے متشابہات نصوص کے معنی کے متعلق تحقیق:	ت	۱	۱۷۹
اللہ تعالیٰ پر جوہر وغیرہ کے اطلاق کا حکم:	ت	۲	۱۸۰
رسالہ اصلاح الغلو فی تعریف الحرام والمکروہ:	ت	۳	۱۸۱
کتاب اخبار الاخیار کی ایک عبارت کا صحیح محمل:	ت	۴	۱۸۵

مذہب غیر پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

باب الطهارة

ابتلاء عام کے وقت کپڑوں کی طہارت میں توسع وگنجائش کے احکام:

سوال ①: یہاں سرکار کی طرف سے دھوبیوں کو کپڑے دھونے کے واسطے سرکاری حوض چھوٹے چھوٹے بنوا دیئے گئے ہیں ان میں وہ لوگ کپڑے دھوتے ہیں، پانی ان حوضوں میں کنویں سے بھرا جاتا ہے، بہت سے کپڑے یکبارگی ان حوضوں میں دھونے کو ڈالے جاتے ہیں، اس میں پاک اور ناپاک سب ہوتے ہیں، ایسے حوض کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہوں گے یا ناپاک اور ان پر نماز ہو جاوے گی یا نہیں، دھوبی کا بیان ہے کہ وہ تین مرتبہ پانی بدل کر دھوتا ہے مگر اس سے اطمینان نہیں ہوتا اس کے علاوہ ہندو دھوبی بھی دھوتے ہیں جن کو پاک کرنے کا طریقہ بھی معلوم نہیں، ندی یہاں سے تین کوس پر ہے سو اس وجہ سے بہت کم دھوبی وہاں کپڑے دھونے جاتے ہیں، حوض کی پیمائش اتنی ہوتی ہے کہ اس کا شمار قلتین میں ہوسکتا ہے، جو کہ شاید امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

الجواب: یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے، سخت ضرورت میں جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے، دوسرے امام کے قول کو لے لینا جائز ہے، اس لیے جو شخص دوسرے طریقہ سے نہ دھلوا سکے اس کیلئے پاکی کا حکم کیا جاویگا۔ (۲۲/ جمادی الاخری ۱۳۳۴ھ: ج/۱ ص/۱۲۷)

باب الصلوٰة

دو نمازوں کے درمیان جمع کرنا:

سوال ②: جمع درمیان مغربین وظہرین میں کوئی حدیث صحیح آئی ہے یا کیا؟

الجواب: جمع بین الصلوتین میں احادیث بہت مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر ہی میں جمع فرمائی ہے، عن عبد الله بن مسعود ان النبی ﷺ کان یجمع بین الصلوتین فی السفر، بعض سے حضر وسفر وعذر وغیر عذر میں ہر طرح جائز معلوم ہوتا ہے، عن ابن عباس قال صلی بنا رسول الله ﷺ الظهر والعصر جمیعا فی غیر خوف ولا سفر وفی روایة فی غیر سفر ولا مطر پھر میں بعض حدیث سے جمع تقدیم معلوم ہوتی ہے، روی الترمذی عن ابی الطفیل عن معاذ انه علیه السلام کان فی غزوة تبوك اذا ارتحل قبل زیغ الشمس اخر الظهر الیالعصر فیصلیها جمیعا. واذا ارتحل بعد زیغ صلی الظهر والعصر ثم سار ومثله فی العشائین، بعض سے جمع تاخیر عن ابن عمر انه کان اذا جدبه السیر جمع بین المغرب والعشاء بعد ما یغیب الشفق ویقول ان رسول الله ﷺ کان اذا جدبه السیر جمع بینهما. لیکن یہ کل احادیث دال ہیں، جمع حقیقی ووقتی پر اور بعض احادیث سے جمع صوری وفعلی ثابت ہوتی ہے، عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ فی السفر یوخر الظهر ویقدم العصر، ویوخر المغرب ویقدم العشاء والروایات کلها فی الطحاوی، مگر یہ سب اختلاف ماسوی عرفہ ومزدلفہ میں ہے، اور وہ دونوں جمع اتفاقی ہیں، پس اضطراب احادیث کا تو یہ حال ہے اور یہ ادھر نصوص قطعیہ واحادیث واخبار کثیرہ فرضیت وتعیین اوقات ومحافظت صلوۃ واداۓ نماز براوقات کثرت سے وارد ہیں، قال الله تعالیٰ ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا، وقال حافظوا علی الصلوات وفی الحدیث صلوهن بوقتهن رواه احمد وابوداؤد

Scanned by CamScanner

ومالك والنسائی وروی مسلم قوله علیه السلام انما التفریط فی الیقظة بان توخر صلوة الی وقت الاخری وهذا اقاله وهو فی السفر قاله الشامی لہٰذا حنفیہ نے احادیث مضطربہ سے نصوص محکمہ پر عمل ترک نہیں کیا، بلکہ حتی الوسع سب جمع کیا اور تاویل میں کہا کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے، سفر میں بھی اور حضر میں بھی، اور حدیث جمع تقدیم مروی عن ابی الطفیل کو ترمذی نے غریب اور حاکم نے موضوع کہا ہے، اور ابوداؤد نے کہا لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم هکذا فی ردالمحتار اور برتقدیر ثبوت احتمال ہے کہ بعد زلیغ شمس کے آخر ظہر تک قیام فرماتے ہوں، اور حدیث تاخیر محمول قرب خروج وقت پر ہے، اور تفصیل مبسوطات اور مطولات میں ہے البتہ ضرورت شدید میں تقلید اللشافعی جمع کر لینا مع شرائط مقررہ مذہب شافعی جائز ہے، ولا باس بالتقلید عند الضرورة (درمختار فی بحث الجمع الروایۃ: ج۵ص ۸۲/۸۳)

باب النکاح

مفقود الخبر کے احکام:

سوال ③: زید حنفی المذہب اپنی بیوی (جو کہ حنفی المذہب ہے) کو وطن میں چھوڑ کر سفر پر گیا، بیس سال کا عرصہ گذر گیا کہ مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی مجبور ہو کر اور روٹی کپڑے سے تنگ آ کر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے، تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے فقہی کتابوں سے بیان فرمائیں، اور اس کے پہلے شوہر کے آنے کے بعد کیا صورت ہوگی؟ بصورت تامل وتجاہل اندیشہ ہے کہ وہ علانیہ بدفعلی کی مرتکب ہوگی؟

الجواب: اس کے متعلق امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ نوے سال تک اس کا انتظار کیا جائے، اس سے پہلے اس کے لیے دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں ہے، اور

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کے گم ہونے کے چار سال بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلے تو جائز ہے، لہذا اگر ضرورت شدید ہے اور فتنہ کا اندیشہ ہے تو امام مالک اور امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، اس طرح کہ کسی شافعی یا مالکی عالم سے فتوی لے کر نکاح کرے اور نکاح ثانی کرنے پر شوہر اول کا کوئی دعوی مسموع نہ ہوگا۔ خلافا لمالك فان عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضى اربع سنين وهو مذهب الشافعي القديم (وقال بعد سطور) وقد قال في البزازية الفتوى في زماننا على قول مالك وقال الزاهدي: كان بعض اصحابنا يفتون به للضرورة واعترضه في الشهر وغيره بانه لا داعي إلى الافتاء بمذهب الغير لا مكان الترافع إلى مالكي يحكم بمذهبه وعلى ذلك مشى ابن وهبان في منظومته هناك شامي: ج/۳ ص/۳۳۰، واللہ اعلم: ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ (ج/۲ ص/۳۶۲)

باب الطلاق

اگر زوجہ سے یہ شرط کرے کہ اگر تیرے سوا کسی اور سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے اس کا عندالاحناف کیا حکم ہے:

سوال ⑫: زید نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ سوائے اس کے جس عورت کا نکاح کرے گا اس پر طلاق ہے، اور اس کی منکوحہ کو کوئی ایسا دائمی عارضہ ہے جس سے زید کو ہر طرح کی تکلیف ہوتی ہے حتی کہ ہم بستری سے بھی محروم رہنا پڑتا ہے اس حالت میں نزدیک حنفی کے دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں اگر نزدیک حنفی کے جائز نہ ہو تو تقلید اور کسی امام کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تینوں سوالوں کا جواب ایک ہی ہے وہ یہ کہ ان تینوں صورتوں میں

حنفیہ کے نزدیک نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جاوے گا لیکن اگر کسی شخص کو اس قدر غلبہ شہوت ہو کہ بدون نکاح زنا کا اندیشہ ہو تو اس کو جائز ہے، شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرے بعد تحریر جواب ہذا یہ سمجھ میں آیا کہ بلا ضرورت شدیدہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل نہ کرنا چاہیے، اور یہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ فضولی اس شخص کا نکاح کر دے اور یہ شخص اس کو اجازت بالقول سے نافذ نہ کرے بلکہ اس عورت سے جا کر صحبت کر لے اس سے وہ نکاح نافذ ہوگا۔ (۲۱ ذیقعدہ: ۱۳۳۰ھ: ج ۲ ص ۴۲-۴۴۳)

لمبی طہر والی عورت کے عدت کا حکم:

سوال ⑤: ایک عورت کو برابر بدستور اور عورتوں کے حیض آتا تھا مگر فی الحال ایک سال سے اس کو حیض موقوف ہے اور اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیا ہے، اب وہ عورت عدت کتنے روز بیٹھے گی، اس کے لیے عدت بالاشہر ہے یا بالحیض، اگر عدت بالاشہر ہے تو تین ماہ عدت ہوگی یا زیادہ، اگر عدت بالحیض ہے تو سن ایاس تک انتظار حیض کا کیا جائے گا یا نہیں اگر سن ایاس تک انتظار ہی کیا جائے تو وہ عورت نہایت غریب ہے اس کے خورد و پوش کا کوئی ظاہری سامان نظر نہیں آتا، بینوا توجروا؟

الجواب: درمختار و ردالمحتار کے باب العدۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو مدت ایاس تک انتظار حیض کا ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتمد ایک سال وقت طلاق سے عدت ہے، اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے، احقر کہتا ہے کہ اس میں یہ امور قابل لحاظ ہوں گے۔

اول: اس کا علاج کیا جائے اگر علاج سے بھی اور ارنہ ہو تب اس قول پر عمل کیا جائے کیوں کہ ضرورت کا تحقق اسی وقت ہوگا۔

دوم: اس قول پر عمل کرنے کے لیے قضائے قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم گو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکار میں ایک درخواست اس

Scanned by CamScanner

کی پیش کی جائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ میں حکم کرنے کا اختیار دے دیا جائے، پھر وہ حاکم مسلم اس فتوی کے موافق اس عورت کو عدت گزار کر نکاح ثانی کر لینے کی اجازت دیدے، اسی طرح عمل کیا جائے۔

سوم: اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور قبل ختم ہونے ایک سال کے اتفاقاً حیض جاری ہو گیا تو پھر عدت حیض سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم۔ (۹/ ذیقعدہ: ۱۳۲۵ھ: ج/۲ص/۴۹۰)

باب البیوع

قصاب کو پیشگی روپیہ دے کر گوشت کا نرخ مقرر کرنا:

سوال⑥: یہاں یہ دستور ہے کہ بکر قصاب کو کچھ روپے پیشگی دیدے، اور گوشت کے دام فی سیر ٹھہرا لیے جو بازار کے نرخ سے کچھ کم ہوتا ہے، مثلاً بازار میں چار ۴/سیر بکتا ہے، لیکن تین ۳/سیر ٹھہرا لیا، اور گوشت آتا رہا، اس کی یادداشت رکھ لی، اور ختم ماہ پر حساب کر دیا، اور کمی بیشی پوری کر کے بیباقی کر دی، اور آئندہ ماہ کے لیے پھر نقد روپیہ دے دیا، اور نیا معاہدہ بھاؤ کا کر لیا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بازار کا بھاؤ، تین/۳/ اور دو/۲ ہو جاتا ہے، مگر یہ مقرر شدہ نرخ بدلا نہیں جاتا، اس کا اگلے مہینے میں لحاظ کر کے بھاؤ مقرر کرتے ہیں، قصاب کو یہ نفع ہوتا ہے کہ اس روپیہ سے بکریاں خریدتا ہے اور گوشت بیچتا ہے، اس کو کسی دوسرے سے روپیہ قرض لینے کی ضرورت نہیں ہوتی، اب عرض یہ ہے کہ کیا جائز ہے؟

الجواب: یہ معاملہ حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے، اس لیے کہ جو کچھ پیشگی دیا گیا ہے، وہ قرض ہے، اور یہ رعایت قرض کے سبب کی ہے، اور بیع سلم کہہ نہیں سکتے، اس لیے کہ اس میں کم سے کم مہلت ایک ماہ کی ہونی چاہیے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اجل شرط نہیں، اس لیے سلم میں داخل ہو سکتا، چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے، لہذا

Scanned by CamScanner

امام شافعی کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔(ج/۳ص/۲۱،۲۰)

گنّا پیدا ہونے سے پہلے اس کی خریداری کا حکم:

سوال⑦: آج کل یہ دستور ہو گیا ہے کہ پیداوار ایکھ یعنی رس کا معاملہ خرید ایسے وقت ہو جاتا ہے کہ کہیں ایکھ بوئی بھی نہیں جاتی ہے، کہیں کچھ کچھ بوئی جاتی ہے، اگر نہیں خریدی جاتی تو عین وقت پر جب کہ رس تیار ہو ملتی ہی نہیں ہے اس صورت میں خریداری کھنڈ سال کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر اجازت نہ ہو تو غالباً کھنڈ سال ہی نہ ہو یا بہت ہی زاید قیمت دینے پر شاید ملے۔

الجواب: عقد سلم میں بیع کا وقت میعاد تک برابر پایا جانا حنفیہ کے نزدیک شرط ہے، اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو عقد سلم جائز نہ ہوگا، لیکن شافعی کے نزدیک صرف وقت میعاد پر پایا جانا کافی ہے، کذا فی الھدایہ، تو اگر ضرورت میں اس قول پر عمل کر لیا جاوے تو کچھ ملامت نہیں رخصت ہے۔(۲۷/رجب مع تتمہ خامسہ:ص/۱۵۱، ق/ج/۳ص/۱۰۶، جدید/۶ص/۴۷۳،۴۷۴)

باب الاجارۃ

جانور کو ادھیا پر رکھنا:

سوال⑧: زید نے اپنا بچھڑا بکر کو دیا کہ تو اس کو پرورش کر بعد جوان ہونے کے اس کی قیمت کر کے ہم دونوں میں سے جو چاہے گا نصف قیمت دوسرے کو دے کر اسے رکھ لے گا، یا زید نے خالد کو ریوڑ سونپا اور معاہدہ کر لیا کہ اس کو بعد ختم سال پھر پڑتال لیں گے، جو اس میں اضافہ ہوگا وہ ہم تقسیم کر لیں گے، یہ دونوں عقد شرعاً جائز ہیں یا قفیز طحان کے تحت میں ہے، جیسا کہ عالمگیری جلد پنجم ص/۲۷۱، مطبوعہ احمدی میں ہے، دفع بقرۃ الی رجل علی ان یعلفھا وما یکون من اللبن والثمن بینھما انصافا فالاجارۃ فاسدۃ۔

Scanned by CamScanner

الجواب: کتب الی بعض الاصحاب من فتاوی ابن تیمیه کتاب الاختیارات ما نصه ولو دفع دابة او نخلة الی من یقوم له وله جزء من نمائه صح وهو روایة عن احمدؒ: ج/۴ص/۸۵ میں ۱۴، پس حنفیہ کے قواعد پر تو یہ عقد ناجائز ہے، کما نقل فی السوال عن عالمگیریة لیکن بنا بر نقل بعض اصحاب امام احمدؒ کے نزدیک اس میں جواز کی گنجائش ہے پس تحرز احوط ہے، اور جہاں ابتلاء شدید ہو توسع کیا جا سکتا ہے۔ (۲۵/ جمادی الاخری ۱۳۳۴ھ: ق جلد: ۳ص/ ۳۴۲،۴۳)

باب الشركة

تکریر الفصل الثانی بعبارة اخری استکتبته من بعض اعزتی:

سوال⑨: تکریر الفصل الثانی بعبارة اخری استکتبته من بعض اعزتی اورد فیه من الروایات الکثیرة التی لم تکن فی جوابی، کیا فرماتے ہیں علماء دین صورت ذیل میں کہ

(۱) قانون کمپنی کے موافق دس یا دس سے زیادہ اشخاص کچھ روپیہ اپنے پاس سے فراہم کر کے کمپنی کا کوئی نام تجویز کرتے ہیں، اور کمپنی کے مقاصد و اغراض تحریر کر کے اس نام سے ان اغراض کے لیے کمپنی کو رجسٹری کراتے ہیں، رجسٹری کے وقت ان کو اختیار ہے کہ جس قدر سرمایہ کے لیے چاہیں رجسٹری کرالیں، اور جو سامان بھی ان کو بنانا ہے فروخت کرنا ہے وہ تحریر میں پیش کردیں، اگر ایک لاکھ روپیہ سرمایہ کے لیے اور بجلی فروخت کرنے اور دیگر اشیاء کے لیے رجسٹری کرائی گئی تو یہ ضروری نہیں کہ اسی وقت ایک لاکھ روپیہ موجود ہو، بلکہ اس وقت تھوڑا سا روپیہ فراہم ہونا بھی کافی ہے، جس پر کام کرنے کا سرٹیفکٹ مل جاتا ہے، مثلاً ایک لاکھ روپے سے کام کرنے والوں کو دس ہزار روپیہ فراہم کر لینے پر کام کرنے کا سرٹیفکٹ مل جاوے گا، اور یہ لوگ جنھوں نے اول

Scanned by CamScanner

روپیہ فراہم کر کے کمپنی کو رجسٹری کرایا ہے، کمپنی کو ترقی دینے والے کہلاتے ہیں، اب یہ لوگ ایک لاکھ روپیہ کے ایک ہزار حصص فی حصہ سو روپے (مثلاً) قائم کرتے ہیں، اور حصص فروخت کرنا شروع کرتے ہیں یہ ہے آج کل کمپنیوں کی ہیئت ترکیبی۔

اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ جو لوگ کمپنی کے شیرز (حصص) خریدتے ہیں، شرعاً ان کی اس خریداری کی حقیقت کیا ہے؟

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کمپنی قائم ہو جانے کے بعد جو لوگ اس کے حصص خریدتے ہیں وہ اعیان ونقود دونوں میں شریک ہوتے ہیں، یعنی کمپنی میں اس وقت جو سامان از قسم مال تجارت اور اس کے لیے جس قدر عمارت ہے ہر خریدار اس میں شریک ہے، اور جو نقد سرمایہ کمپنی کے پاس ہے اس میں بھی شریک ہے، غرض یہ شرکت اعیان میں بھی ہے، اور نقود میں بھی یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: واللہ الموفق للحق والصواب:

بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے، کیوں کہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرتے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے اور اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان ومال تجارت کو نقد کی طرف محول کر لیتے ہیں، مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے عمارات وسامان وغیرہ میں لگایا یا تو وہ اپنے کمپنی کے سو حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنقد نہ ہوگی، بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

فیجوز الشرکة والمضاربة بالعروض یجعل قیمتها وقت العقد رأس المال عند احمد فی روایة وهو قول مالك وابن ابی لیلیٰ کما ذکره الموفق فی المغنی (ج۵/ص۱۲۵)

پس ابتلاء عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتوی دے کر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے۔(ق: ج ۳ص ۴۹۳ تا ۴۹۵)

مذہب حنفی کے قول ضعیف پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

كتاب النجاسة والطهارة

تین سوڈول بقول امام محمد نکالنے کی تحقیق:

سوال ⑩: طہارت بیر میں امام محمد صاحب کا قول تین سوڈول کا جو منقول ہے وہ معلول بعلت ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دیار میں اسی قدر پانی کنوؤں میں ہوتا تھا، اب ہمارے دیار کے لوگ خواہ کم ہمتی سے یا بے سامانی سے کل پانی کے اخراج میں بہت نالاں ہیں، سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو کنوے ایسے ہیں کہ جن کا پانی بدقت تمام یا بسہولت کل نکل سکتا ہے ان کے طہارت کا حکم بھی تین سوڈول پر دے دینا ثابت ہے یا نہیں، پھر اگر امام محمد صاحب کے قول کی حجت لی جائے تو اس علت پر نظر کیوں نہیں ہوتی جو ان کو ملحوظ تھی۔

الجواب: واقع میں علی الاطلاق تین سوڈول کا فتوی مسلک ضعیف ہے راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کی جاوے، لیکن چونکہ بعض کا فتوی علی الاطلاق ہے عوام کی آسانی کے لیے مرجوح قول لے لینا بھی جائز ہے، کما صرحوا بہ اس لیے زیادہ تنگی ضروری نہیں۔(الامداد: ج ۱ص ۳)

شامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کل پانی نکل سکے تو کل نکالا جاوے اور اگر کل نہ نکل سکے تو اب تقدیر کی ضرورت ہوگی اور تقدیر میں اختلاف ہے بعض نے قول عدلین کا اعتبار کیا ہے اور بعض نے بوجہ تیسیر کے تین سوڈول پر فتوی دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جن کنوؤں کے متعلق سائل سوال کرتا ہے یہ تقدیر ان سے

Scanned by CamScanner

متعلق نہیں ہے، اور نہ اس پر کسی کا فتوی ہے، پس قول مذکور محل تامل ہے، فقط واللہ اعلم۔ (یکم ربیع الثانی: ۱۳۲۱ھ/ ج ۱/ ص ۷۰)

باب النجاسات

پڑیہ کے رنگ کا حکم:

سوال ⑪: ولایتی رنگ جو بالعموم عورتوں کے کپڑا رنگنے کے کام میں آتا ہے، اس کی نسبت محقق طور پر کوئی شہادت اس بات کی معلوم نہیں کہ اس کے اندر کوئی نجس شئ کی آمیزش ہے، البتہ فتاوی رشیدیہ سے پتہ چلتا ہے کہ بوجہ اختلاط شراب کے ناجائز ہے، اگر کپڑا رنگنے کے بعد دھوڈالا جاوے تو پھر سارے کا سارا رنگ ہی نکل جاوے اس کی نسبت حضرت کا ارشاد کیا ہے اور کوئی صورت جواز کی بھی ہے یا نہیں؟

الجواب: بجز اشربہ اربعہ مذکور فی کتب الفقہ کے دوسرے اشربہ شیخین کے نزدیک نجس نہیں اور پڑیہ میں جن اشربہ کا اسپرٹ محتمل ہے، وہ غالباً اربعہ کا غیر ہے، لہذا شیخین کے نزدیک گنجائش ہے، اور اگر اسپرٹ کا اختلاط ہی خود مشکوک ہو تو شرع میں شک کا اعتبار نہیں۔ فقط (۲۹ ذی الحجہ: ۱۳۳۰ھ/ ج ۴/ ص ۹۴)

پڑیہ کے رنگ کا حکم:

سوال ⑫: ایک مشہور اور معتبر عالم نے فتوی دیا ہے کہ پڑیا کا رنگ جو کپڑا رنگنے کے واسطے یورپ سے آتا ہے وہ باوجود اختلاط نجاست اسپرٹ وغیرہ کے عموم بلوی کی وجہ سے پاک ہے، اس وجہ سے کہ ولایتی ہر قسم کے اونی سوتی ریشمی کپڑے سب انہیں رنگوں سے رنگے ہوئے آتے ہیں، اور ان سے احتیاط سخت مشکل ہے، اس مسئلہ میں جناب والا کو جو کچھ تحقیق ہو اس سے پرچہ ثانی پر شرف اطلاع بخشا جائے، آیا ہم عوام کو اس فتوی پر عمل درست ہے یا نہیں، جواب جس قدر جلد عنایت ہوگا باعث ممنونی وشکر گذاری ہے۔ فقط

Scanned by CamScanner

الجواب: چونکہ ضرورت شدید ہے اس فتوی پر عمل درست ہے مگر اسی شخص کو جو ضرورت ہو اور وہ میرے نزدیک عورتیں ہیں، کیونکہ مرد اس سے باسانی بچ سکتے ہیں، اور اس پر عمل کرنے کے جواز کی ایک اور شرط ہے، وہ یہ کہ جس شراب سے وہ اسپرٹ حاصل کی ہے وہ انگور اور کھجور اور کشمش کی نہ ہو۔ (۹ رشعبان: ۱۳۳۱/ ج ر ۴ ص ر ۹۴)

پڑیہ کی طہارت ونجاست کا حکم:

سوال ⑬: اکثر عورتیں پڑیوں کے رنگے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھتی ہیں، اور سنا جاتا ہے کہ شراب بھی پڑیوں میں داخل ہوتی ہے، اس امر ممنوع کے متعلق جناب والا کی کیا تحقیق ہے، آیا صحیح ہے یا نہیں، اور برتقدیر صحت بوجہ عموم بلوی حکم جواز صلوۃ فرماتے ہیں، یا حکم فساد و بطلان؟ فقط

الجواب: بہت مشہور ہے کہ پڑیوں میں شراب پڑتی ہے، غایت شہرت سے مظنون ہوتا ہے کہ یہ امر صحیح ہے، مگر چونکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ وہ شراب جس کو اسپرٹ کہتے ہیں خلاصہ جن شرابوں کا ہے، وہ اشربہ محرمہ مذکورہ فی کتب الفقهية کے علاوہ ہیں، جو کہ امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حرام ونجس ہیں، اور شیخین کے نزدیک طاہر اور قدر مسکر سے کم حلال بھی ہیں، اس لیے عموم بلوی کی وجہ سے صحت صلوۃ کا حکم دیا کرتا ہوں، مگر خلاف احتیاط سمجھتا ہوں۔ فقط (۶ ر ربیع الاول: ۱۳۲۷ھ/ ج ر ۴ ص ر ۹۵، ۹۶)

کتاب الصلوۃ

عورت کی ہتھیلی کا پشت ستر میں داخل ہے یا نہیں:

سوال ⑭: قبل ازیں یہ لکھا گیا تھا کہ جب عورت پشت کف دست کھول کر نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں، اس کا جواب جناب عالی نے یہ تحریر فرمایا کہ نماز اس کی صحیح ہے اعادہ نہ کرے، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ جب

درمختار میں یہ لکھا ہے **فظهر الكف عورة على المذهب** تو جب نماز میں ستر عورت نہ ہوا تو نماز نہ ہوئی لہٰذا اس کا اعادہ ضروری ہوا لہٰذا اس تردد کو رفع فرمایئے؟

الجواب: ظہر کف کا عورت ہونا چونکہ مختلف فیہ ہے، میں نے سہولت وابتلائے عام کے لیے دوسرا قول لے لیا۔ (۲۱ر جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ/ ج ۱/ص ۲۱۹)

سری قراءت کا ادنیٰ درجہ:

سوال ⑮: نماز میں قراءت کو قاری نہ سنے نماز نہیں ہوتی بہشتی زیور میں لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے، اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شوروغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے کیوں کہ ہر چیز کے دو درجے ہیں، ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قراءت کو دور کے لوگ بھی سن لیں، اور ادنیٰ یہ ہے کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قراءت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگرچہ برابر کھڑا ہو اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار فصل القراءة وادنى الجهر اسماع غيره وادنى المخافة اسماع نفسه۔ اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے، اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہٰذا بہشتی زیور کے مولف نے اس کو اختیار کیا اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے، گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی المختار بس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

(۲۷ر ربیع الاول: ۱۳۲۵ھ/ ج ۱/ص ۲۳۴، ۲۳۵)

جس مسجد کی چھت پر دکانیں ہوں اعتکاف کرنے والے کا اُسکے صحن میں نکلنا:

سوال (۱۶): جن مساجد کا اندر کا درجہ تو بھر اوپر بنا ہوا اور صحن دو کانوں پر ہو یہ تو معلوم ہے کہ صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب تو نہیں ملے گا، دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے درجہ میں اعتکاف کرے اس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کو صحن مسجد میں آنا (کیوں کہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہی ہوتی ہے) مفسد اعتکاف ہوگا یا نہیں اور صاحبین اور امام صاحب سے جو اختلاف مفسد اعتکاف مسجد سے نکلنے میں ایک ساعت اور ایک وقت نماز کامل خارج مسجد سے رہے، اس میں کونسا قول راجح تر ہے؟

الجواب: اول تو اگر دکانیں مسجد کے لیے وقف ہوں تو بعض روایات فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجائش ہے ضرورت جماعت میں اس روایت پر عمل جائز ہے، اور دوسرے اگر قول راجح ہی لیا جاوے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے، خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی اور ادراک جماعت مثل ادراک جمعہ ضرورت دینیہ ہے، اس لیے خروج جائز ہے، تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھ کو یہاں تک آنا پڑے گا تو گویا نیت استثناء ہوگئی اور استثناء کے وقت خروج جائز ہے۔

چوتھے صاحبین کے قول کو بعض نے ترجیح دی ہے۔ کما فی الدر المختار۔ (۲۰/ رمضان: ۱۳۲۵ھ/ ج/ ۲ ص/ ۱۵۱، ۱۵۲)

باب احکام المسجد

محض واسطے خدا کے بنیت ثواب کافر کا تعمیر مسجد میں چندہ دینا:

سوال (۱۷): علی ہذا القیاس اگر کافر بہ نیت ثواب محض خدا کے واسطے تعمیر مسجد میں چندہ دے تو لینا درست ہے یا نہیں؟

Scanned by CamScanner

الجواب: تیسری صورت یہ ہے کہ کافر مسجد میں چندہ دے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کافر اس کو قربت سمجھتا ہے تو لینا درست ہے اور اگر قربت نہیں سمجھتا تو درست نہیں، ہدایہ کی کتاب الوصیۃ میں یہ تفصیل ہے مگر گفتگو اس میں ہے کہ آیا صرف دینے والے کی رائے معتبر ہے یا اس کے مذہب کا حکم، مشہور اول ہے، لیکن احقر کے نزدیک راجح ثانی ہے، یہ حکم تو نفس اعطاء کا ہے لیکن نظرا الی بعض العوارض الخارجیۃ کالامتنان علی اہل الاسلام من اہل الکفر قبول کرنا مناسب نہیں، فان الاسلام یعلو ولا یعلی والید العلیا المعطیۃ السفلی السائلۃ. ہذا عندی واللہ تعالیٰ عندہ علم الصواب۔ (۱۴؍ ذی الحجہ: ۱۳۲۸ھ/ ج ۲/ ص ۶۶۷، ۶۶۸)

ضرورت کی وجہ سے مسجد کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

سوال ⑱: اگر کسی مسجد میں کچھ جائداد وقف کردہ شدہ ہو اس کی آمدنی سے اس کے نقل وحرکت کے خرچ اور مسجد جدید کے اخراجات مانند مسجد اول کے ادا کرنا واقف یا اس کے متولی کو جائز ہوگا یا نہیں اگر کوئی روایت فقہی نقل کی جا سکے تو بہت بہتر ہے یہ سوال فرضی نہیں ہے بلکہ واقعی ہے بعض مولوی منع کرتے ہیں بانی مسجد ومتولی سخت پریشان ہیں احناف کے مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ نہیں ہوگا، اگر پنجگانہ بھی نہ ہو تو وہ مسجد کس کام کی؟

الجواب: فی رد المحتار وَفِي جَامِعِ الْفَتَاوَى لَهُمْ تَحْوِيلُ الْمَسْجِدِ إلَى مَكَانٍ آخَرَ إنْ تَرَكُوهُ بِحَيْثُ لَا يُصَلَّى فِيهِ. وَلَهُمْ بَيْعُ مَسْجِدٍ عَتِيقٍ لَمْ يُعْرَفْ بَانِيهِ وَصَرْفُ ثَمَنِهِ فِي مَسْجِدٍ آخَرَ. اهـ. سَائِحَانِيٌّ. (ج ۳/ ص ۵۷۲) فی الدر المختار (فی صورۃ الاستغناء) فَيُصْرَفُ وَقْفُ الْمَسْجِدِ وَالرِّبَاطِ) وَالْحَوْضِ (إلَى أَقْرَبِ

Scanned by CamScanner

مَسْجِدٍ أَوْ رِبَاطٍ أَوْ بِئْرٍ) أَوْ حَوْضٍ وفي رد المحتار لَكِنْ عَلِمْتَ أَنَّ الْمُفْتَى بِهِ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ. أَنَّهُ لَا يَجُوزُ نَقْلُهُ وَنَقْلُ مَالِهِ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ كَمَا مَرَّ عَنِ الْحَاوِي: (ج۲/ص۵۷۴)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اصل اور راجح تو عدم جواز نقل ہے لیکن بعض علماء ضرورت میں جواز کے قائل ہوئے ہیں، سو بلا ضرورت شدیدہ تو اصل مذہب چھوڑنا جائز نہیں، اور ضرورت شدیدہ میں گنجائش ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ایک مسجد مستغنی عنہ ہو جاوے اس کا وقف دوسری مسجد میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۲ ربیع الآخر: ۱۳۳۴ھ / ج۲/ ص۶۹۹)

کتاب البیوع

بیع بالوفاء کا حکم:

سوال (۱۹): ایک شخص زید اپنا گاؤں فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معین کے اندر اگر زرثمن واپس کر دے، تو گاؤں مبیعہ واپس لے لے ایسا معاملہ اور استفادہ اس گاؤں سے مشتری کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص اپنے گاؤں کو واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ میں دیتا ہے اور یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین میں کہ تا ادائیگی قرضہ کے وہ اس گاؤں پر قابض اور متصرف رہے اور اس کا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جو کچھ بھی ہو وہ ذمہ دائن کے ہوگا، مدیون کو نفع ونقصان سے کچھ سروکار نہ ہوگا، اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت میں بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے، مثلاً خشک سالی ہو جاوے، مزارعان فرار ہو جائیں، سرکاری مطالبہ دینا پڑے، لہذا ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مندرجہ سوال اول ظاہراً بیع وقصداً رہن ہے، اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے، سو رہن صریح میں تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا

معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے، فِي الدر المختار ثُمَّ نُقِلَ عَنِ التَّهْذِيبِ أَنَّهُ يُكْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ وَإِنْ أَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْلَمَ مِنْ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِلْمُرْتَهِنِ ذٰلِكَ وَلَوْ بِالْإِذْنِ لِأَنَّهُ رِبًا. قُلْتُ: وَتَعْلِيلُهُ يُفِيدُ أَنَّهَا تَحْرِيمِيَّةٌ فَتَأَمَّلْ قلت ہذا فی المشروط وقد تقرران المعروف کالمشروط اور رہن قصداً و بیع ظاہراً کو بیع الوفاء کہتے ہیں، سو اصل قواعد مذہب کی رو سے یہ بھی رہن ہے، اور انتفاع اس سے حرام ہے، اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونے کے بیع فاسد ہے، تب بھی حرام ہے، لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہے، پس بلا اضطرار شدید تو اس کا ارتکاب نہ کرے، اور اضطرار شدید میں بائع کو اختیار ہے کہ فتوی متاخرین پر عمل کرے، اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہیں، والتفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالۃ۔ (یکم ذی الحجہ: ۱۳۲۰ھ / ج/ ۳، ص/ ۱۰۸،۷)

بیع وفاء میں عقد سے پہلے ذکر کی گئی شرط کا اعتبار:

سوال⑳: فتاوی قاضی خان: ج/ ۲، ص/ ۳۴۸، مطبوعہ نول کشور میں ہے، واختلفوا فی بیع الوفاء او البیع الجائز الی ان قال وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ المواعدۃ جاز البیع ویلزمہ الوفاء بالوعد لان المواعد قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس، اس عبارت کا مطلب کیا ہے، آیا یہ بھی جائز ہے کہ بائع سے مشتری کہہ دے کہ تم بیع تو ہمارے ساتھ بلا شرط کر دو، مگر ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ اتنی مدت میں اگر تم چاہو گے تو ہم تمہاری شئ اسی قیمت میں واپس کر دیں گے، یا اس قدر نفع کے ساتھ تمہارے ہاتھ بیع ڈالیں گے اس پر بائع رضامند ہو جاوے،

اور کہہ دے کہ میں نے بلا شرط تمہارے ہاتھ فلاں شئ اتنی قیمت میں بیچی، مشتری قبول کرے اور وعدہ کی پختگی کے لیے دستاویز لکھ دے یا صرف یہی جائز ہے کہ بیع بلا شرط بلا کسی قرارداد کے ہو اور بعد البیع مشتری بائع کی درخواست پر یا بلا درخواست واپس کر دینے کا وعدہ کرے، صرف دوسری صورت کے جواز سے حاجت ناس مندفع نہیں ہوتی، کیوں کہ اول تو بائع کا واپسی کی درخواست کرنا ہی مستبعد ہے جب کہ وہ بلا توقع واپسی کے بیع کر چکا ہے، دوسرے مشتری کا ایک درخواست کو مان لینا یا اپنی طرف سے وعدہ میں پیش قدمی کرنا اور بھی مستبعد ہے، اس سے حاجت ناس مندفع نہیں ہوتی۔

الجواب: آپ کا شبہ صحیح ہے واقعی بدون اس کے کہ عقد کے قبل یا عقد کے ساتھ شرط وفا کا ذکر کیا جاوے، حاجت مندفع نہیں ہوتی، اور ان دونوں صورتوں میں اصل مذہب فساد عقد ہے، کما فی الدر المختار ثم ان ذکرا الفسخ فیه او قبله او زعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا ولو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به، اور بعض کے نزدیک عقد کے قبل ذکر کی ہوئی شرط کا اعتبار ہی نہیں اور عقد فاسد نہ ہوگا، لیکن وہ بیع بشرط الوفاء نہ ہوگی، کما فی الدر المختار لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة: ج/۴/ص/۳۸۱ ہے، بضرورة الناس وفی رد المحتار وقد سئل الخیر الرملی عن رجلین تواضعا علی بیع الوفاء قبل عقده وعقدا البیع خالیا عن الشرط فاجاب بانه صرح فی الخلاصة والفیض والتتارخانیه وغیرها بانه یکون علی ماتواضعا: ج/۴/ص/۱۸۷۔ (۱۷/رمضان: ۱۳۲۳ھ/ ج/۳/ص/۱۰۹،۸)

باب الربو

سرکاری ضمانت کی رقم پر زیادہ لینے کی تحقیق:

سوال (۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سرکاری ملازم تھا اس کے وقت ملازمت کچھ روپیہ بطور ضمانت ڈاکخانہ میں جمع کردیا گیا تھا، اب زید ملازمت سے ترک تعلق کرتا ہے تو اس زر ضمانت کے ساتھ پچیس روپے سرکار سے سود کا ملتا ہے، زید اس کو اپنے تحت تصرف میں لانا نہیں چاہتا تو اس کو کیا کرے آیا خیرات کرسکتا ہے یا چندہ روم میں دے سکتا ہے یا نہیں، کس مصرف میں صرف کرے ثواب مرتب ہوگا یا نہیں، اگر نہیں ثواب مرتب ہوگا تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب: بعض علماء کے نزدیک اس کا لینا جائز ہے، اگر اس قول پر عمل کرلیا جاوے گنجائش ہے، اور بہتر ہے کہ امداد مجروحین ترک میں دے دیا جاوے، ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ نہ ہوگا۔ (۱۲ ر جمادی الاولی: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۱۷۱)

آموں کی خرید وفروخت کے جائز ہونے کا وقت:

سوال (۲۲): آموں کی بیع کے جائز ہونے کا وقت آم کے باغ کی خریداری کے جائز ہونے کا آخری وقت کیا ہے؟ یعنی جس وقت کہ آم درخت پر ظاہر ہوجائے کہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے کہ فی درخت اتنا پھل ہوگا، اس وقت بیع جائز ہے یا یہ کہ پھل پکنا شرط ہے؟ یہی حکم فالسہ وغیرہ تمام پھلوں کا ہے یا ہر ایک کا الگ الگ ہے؟

الجواب: فی الدر المختار وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً بَارِزَةً أَمَّا قَبْلَ الظُّهُورِ فَلَا يَصِحُّ اتِّفَاقًا ظَهَرَ صَلَاحُهَا أَوْ لَا صَحَّ فِي الْأَصَحِّ وَلَوْ بَرَزَ بَعْضُهَا دُونَ بَعْضٍ لَا يَصِحُّ. فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَصَحَّحَهُ السَّرَخْسِيُّ وَأَفْتَى الْحَلْوَانِيُّ بِالْجَوَازِ لَوْ الْخَارِجُ أَكْثَرَ (وَيَقْطَعُهَا الْمُشْتَرِي فِي الْحَالِ (وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى الْأَشْجَارِ فَسَدَ الْبَيْعُ

وَقِيلَ: قَائِلُهُ مُحَمَّدٌ. لَا يَفْسُدُ إِذَا تَنَاهَتْ الثَّمَرَةُ اه مختصرا وفى رد المحتار تحت قوله وافتى الحلوانى قال فِي الْفَتْحِ: وَقَدْ رَأَيْتُ رِوَايَةً فِي نَحْوِ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ فِي بَيْعِ الْوَرْدِ عَلَى الْأَشْجَارِ فَإِنَّ الْوَرْدَ مُتَلَاحِقٌ، وَجُوِّزَ الْبَيْعُ فِي الْكُلِّ الى قوله وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ الْمَصِيرَ إِلَى مِثْلِ هَذِهِ الطَّرِيقَةِ عِنْدَ تَحَقُّقِ الضَّرُورَةِ وَلَا ضَرُورَةَ هُنَا؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يَبِيعَ الْأُصُولَ الخ: ج/۴ ص/۵۹، اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) پھل کے ظاہر ہونے کے وقت ان کی بیع جائز ہے لیکن عرف کے مطابق درختوں پر چھوڑنے کی شرط جائز نہیں ہے۔

(۲) جس وقت پھلوں کی بڑھوتری ختم ہو جائے ان کی بیع چھوڑنے کی مذکورہ شرط کے ساتھ بقول امام محمدؒ جائز ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے اس پر فتوی نقل کیا ہے۔

(۳) پھل دو طرح کے ہوتے ہیں: کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اکٹھا ظاہر ہوتے ہیں، جیسے آم وغیرہ اور کچھ اکٹھا نہیں ہوتے بلکہ آگے پیچھے ظاہر ہوتے ہیں جیسے امرود وغیرہ لہذا جو حکم مذکور ہوا ہے وہ پہلی قسم کا ہے رہا دوسری قسم تو اس کی بیع کے جواز کی شرط صرف بعض پھلوں کا ظاہر ہونا ہے۔(ق: ج/۳ ص/۶۶، ۱۶۷)

سرکاری سود کے عنوان سے مقدمہ کے خرچہ کو وصول کرنے کا حکم:

سوال ㊸: مدیون پر نالش کرنے پر (خواہ زمیندارہ حیثیت سے ہو یا بلا لین دین کے نالش ہو) خود ڈگری شدہ اس مقدار سے جو مدعی اپنے حقوق کے ثبوت میں خرچ کرتا ہے لازمی طور پر بہت کم ہوتا ہے، زائد خرچ کے وصول کی مدیون سے کوئی صورت نہیں، نہ عدالت ڈگری دیتی ہے، البتہ عدالت سود لگانے کی اجازت دیتی ہے، مذہبا نا جائز ہے کیا یہ جائز ہوگا کہ مدعی سود لگا کر دعوی دائر کرے اور مقدار

Scanned by CamScanner

سود میں اپنا زائد خرچ محسوب کر لے، اگر تعداد سود خرچ سے زیادہ ہو تو مدعی اس زائد سود کو مدیون کو ادا کر دے؟

الجواب: جن اہل علم کے نزدیک خرچہ لینا جائز ہے وہ اس کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ (۱۹/ جمادی الاخری: ۱۳۳۳ھ/ ق: ج/ ۳ ص/ ۱۷۱)

باب الرھن

کافر کی مملوکہ مرہونہ زمین میں کاشت کا حکم:

سوال ۲۴: ایک ہندو کی زمین مسلمان کے پاس رہن ہے، اب مرتہن سے مزارعت پر لے لی جاوے یا نہ، یہ بھی معلوم ہے کہ نفع یہ شخص ہی اٹھاوے گا؟

الجواب: بعض علماء کے قول پر (یباح مال الحربی برضاہ ولو بعقد فاسد) جائز ہے۔ (۲۲/ رجب: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج/ ۳ ص/ ۲۶۶)

باب الحظر والاباحۃ

اشربہ اربعہ کے علاوہ کوئی چیز آٹے میں گوندھی جائے تو اس سے آٹے کی روٹی کا کیا حکم ہے؟

سوال ۲۵: خاکسار نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک نانبائی مسلمان نے تاڑی جو نشہ کی چیز اور حرام ہے، آٹے میں خمیر کے واسطے ملائی، اور اس سے پاورو ٹی اور بسکٹ بنا کر فروخت کئے اس قسم کی روٹی بسکٹ وغیرہ کھانا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: نہیں، مگر جہاں اس سے نہ بچ سکتے ہوں وہاں پر بناء بعض روایات اجازت ہے۔ (۱۳/ رمضان: ۱۳۲۱ھ/ ج/ ۴ ص/ ۱۱۸)

معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بائع سے جرمانہ وصول کرنا:

سوال ۲۶: یہاں پر ایک مسجد ہے محلہ والوں نے چندہ جمع کر کے اسکی مرمت شروع کی ہے، ایک ہندو سے کچھ پتھر مسجد کیلئے خریدا بہت روز پیشتر اس کی قیمت دے

Scanned by CamScanner

دی، اور معاملہ ہوگیا، بائع کا بہت سا پتھر ایک جگہ پڑا ہوا ہے، اس میں کچھ خریدا ہے لہذا اس نے یہ کہا کہ تم اپنے پتھروں کی سلوں پر نشان لگا دو، اور پھر جب چاہو اٹھا لے جاؤ، ہم نے نشان پتھروں پر لگا دیئے اور کچھ دنوں تک اس وجہ سے پتھر نہ اٹھا سکے کہ بائع نے اور اس کے کارندوں سے بدنیتی سے ہمارا نشان شدہ پتھر سب بیچ ڈالا، اور خراب پتھر دیتا ہے، اس معاملہ میں ہم لوگوں کو سخت جاں کاہی محنت اور باربرداری کا خرچہ دینا پڑا، اور بائع بدمعاملگی سے پیش آتا ہے، اگر عدالت میں مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، تو بوجہ خیانت مجرمانہ کے اس قیمت سے جو بائع کو دی گئی ہے، دوگنا روپیہ عدالت دلواتی ہے، لہذا اصل سے زائد وصول شدہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں، میں نے مفصل حال لکھ دیا ہے، امید ہے کہ آپ کی سمجھ میں آجاوے گا، ہاں اس قدر اور عرض ہے کہ اگر بائع اپنی خوشی سے علاوہ اس قدر پتھر کے جس قدر کی قیمت وہ لے چکا ہے، مفت زائد کچھ پتھر بطور ہرجانہ یا مجرمانہ خیانت کے دے تو وہ لے کر مسجد میں لگا دیا جاوے، یا ناجائز ہے، جیسی کچھ صورت اگر پڑے براہ نوازش مفصلا مطلع فرما کر ممنون فرمادیں۔

الجواب: بائع سے بلا رضامندی اصل حق سے کچھ زائد لینا جائز نہیں، عدالت کے دلوانے سے تو ناراضی اس کی ظاہر ہے، اور بدون عدالت بھی ہرجانہ یا جرمانہ دینا اس کا خوف دوباؤ سے ہوگا، وہ بھی جائز نہیں، بس اپنا حق لے لیا جاوے، اور جو مزدوری و باربرداری میں واقعی صرف ہوا ہے وہ بھی بعض علماء کے نزدیک لینا جائز ہے۔ (۱۲؍رجب ۱۳۳۱ھ/ ج ۴ ص ۱۴۱)

بیمہ کی شرعی حیثیت:

جواب التنقیح:

سوال (۲۷): بہ سلسلہ استفتائے مرسلہ سابقہ دریافت طلب امر کے متعلق گذارش

ہے کہ بیمہ کرانے والا بطور حصہ داری کے شریک نہیں ہوتا بلکہ سوال کے مطابق اپنا روپیہ بیمہ کمپنی میں جمع کرتا رہتا ہے، جس کو بیمہ کمپنی اپنے یہاں قرض میں درج نہیں کرتی بلکہ اپنے قانون کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسا کہ سوال سابق میں عرض کیا گیا بیمہ کرانے والوں کا جو روپیہ بیمہ کمپنی میں جمع ہوتا ہے اس کو بیمہ کمپنی دوسرے کاموں میں لگاتی ہے، اور اس سے نفع حاصل کرتی ہے، لیکن بیمہ کرانے والوں کو ان دوسرے کاموں کے نقصان سے کوئی تعلق نہیں ہے، بیمہ کمپنی اپنے قانون کے مطابق ہر سال بیمہ کرانے والوں سے مقررہ رقم مذکورہ سوال لیتی رہتی ہے، اور بیمہ کرنے والا جب بھی مرجائے خواہ معاملہ ہو جانے سے ایک ہی دن کے بعد، تو وہ کمپنی اپنے قانون کے مطابق بیس ہزار روپیہ مع مقررہ منافع جیسا کہ سوال میں عرض کیا گیا ہے، بیمہ کرنے والے کے ورثہ کو ادا کرے گی، لیکن اس کے ساتھ بیمہ کرانے والوں کا جمع کیا ہوا روپیہ واپس نہیں ملتا خواہ ایک سال کا ہو یا زیادہ کا، بیمہ کمپنی کے سب ارکان کافر ہیں، مسلمان کوئی نہیں۔

الجواب: جواب تنقیح میں جو حالات لکھے ہیں، ان کی بنا پر یہ قرض ہے، جو ربوا اور قمار دونوں پر مشتمل ہے، اور چونکہ معاملہ کافر غیر ذمی سے ہے، اس لیے مختلف فیہ ہے، اگر کوئی شخص بعض علماء کے قول پر جواز کی شق اختیار کرے گنجائش ہے۔ (۲۲/ ذیقعدہ: ۱۳۵۴ھ/ ج/ ۳ ص/ ۱۵۷)

جب روپیہ بدون نالش کے وصول ہو جائے تو زر خرچہ مقدمہ کی واپسی لازم ہے:

سوال ⑱: چند روز ہوئے کہ ہندو کاریگر کو ہمارے منیجر نے ۲۰۰/ روپے کچھ سامان بنانے کے لیے پیشگی دس روز کے وعدے پر دیئے تھے، مگر کاریگر نے اپنی بددیانتی سے روپیہ دوسرے کاموں میں صرف کر ڈالے، اور دو ماہ کے بعد بھی ہمارا مال بنا کر نہ دیا، اسے نوٹس دیا گیا کہ ہمارا روپیہ مع خرچہ کے واپس کر دو، ورنہ نالش کر دی جاوے گی، چنانچہ منیجر نے اس سے اپنے طور سے سمجھا بجھا کر علاوہ اصل دو سو روپے

Scanned by CamScanner

کے بارہ روپے خرچہ کے بھی وصول کیے، اور اس میں سے چھ روپے اپنی محنت کاٹ کر باقی چھ روپے ہمیں دیئے، کہ یہ تمہارا حصہ ہے، لیکن میں نے اسے سود سمجھ کر لینے سے انکار کیا، تو اس نے کہا اچھا یہ رقم غریبوں کو تقسیم کر دینا، لیکن میں نے اسے بطور امانت کے رکھ دیا ہے، اس کے متعلق جو حکم شرعی ہو اس سے آگاہ فرمایا جاوے؟

الجواب: نالش وغیرہ میں اگر کچھ صرفہ ہوا حسب فتوی بعض علماء اس کو تو آپ رکھ سکتے ہیں، اور اس میں جو زاید ہو اصل مالک رقم کو واپس کر دینا ضروری ہے، اگر صریحا واپسی خلاف مصلحت ہو تو اور کسی ذریعہ سے اور کسی عنوان سے واپس کر دینا چاہیے۔ (قریب: ۸، ۱۳۳۸ھ / تتمہ ۴ ص ۱۶۵)

حرام دوا کا استعمال:

سوال ۲۹: گلِ ارمنی، گل مختوم، افیون دوا میں شربا وضماداً اور شیر زنان طلاء اطباء استعمال کراتے ہیں، آیا وہ عند اللہ ماخوذ ہوں گے، اور مریض ہندو ہو یا مسلمان دونوں کا حکم یکساں ہے یا فرق؟

الجواب: متقدمین دوائے محرم کو ضرورت میں بھی جائز نہیں کہتے، اور متاخرین ضرورت میں اجازت دیتے ہیں، اور شیر زنان دوا محرم ہے، اس لیے مختلف فیہ ہوگا، احوط قول متقدمین ہے اور عامل بقول متاخرین پر بھی دار وگیر نہیں، باقی ادویہ فی نفسہ مباح ہیں اور نہی بعض آثار وعوارض سے ہے، اگر وہ عوارض نہ ہوں مثلاً مٹی میں ضرر اور افیون میں سکر تو حرام نہیں ہیں، اور ہندو اور مسلمان کا ان سب میں ایک حکم ہے، جیسا کہ سوال سابق کے جواب میں مذکور ہوا۔ (امداد: ج ۲ ص ۱۶۳ / ج ۴ ص ۲۰۵)

چیچک کا ٹیکہ:

سوال ۳۰: ایام گرما میں یا سرما میں اس ملک میں بعض گاؤں وغیرہ میں اکثر لوگ بلائے چیچک میں مبتلاء ہو جاتے ہیں، ملازم انگریزی یہ تدبیر کرتے ہیں کہ جن

Scanned by CamScanner

کے چیچک نہیں نکلی ان کو جبراً پکڑ کر ہر ایک کی کلائی پر باریک استرے سے دو دو جگہ کاٹ کر کچھ دوائی پیپ سا لگاتے ہیں، ایک دو روز کے بعد بخار ہو کر بعض بعض کو دو چار چیچک بھی نکل آتا ہے، اور بعض کو فقط بخاری ہی بخار، لیکن بعض بعض مر بھی جاتے ہیں، یہ فعل کرنا اور کرانا کیسا ہے، کیوں کہ بہت لوگ یوں کہتے ہیں کہ شریعت کے برخلاف اگر ہو تو دلبل مل جانے سے ہم بھی جبراً ان سے یعنی ان لوگوں سے بچ رہیں گے، اور شریعت کی پابندی کریں گے، ماہیت دوا کی اسی ملازم سے اگر کوئی پوچھے یہ کہتے ہیں کہ آدمی کا اور بیل کا جب چیچک آبلہ سا ہو کر اس میں پانی پیدا ہو جاتا ہے تب اس کو توڑ کر وہی پانی شیشی بھر کر رکھتا ہوں اور وہی دوا آدمی کی کلائی کا ٹیکہ لگا دیتا ہوں، مگر بیل سے جولاتا ہوں وہ نہیں لگاتا ہوں، آدمی سے جولاتا ہوں لگاتا ہوں؟

الجواب: جس رطوبت سے وضو ٹوٹ جائے وہ رطوبت ناپاک ہے اور ناپاک چیز سے دوا کرنا اصل مذہب میں حرام ہے، اور بعض متاخرین نے جائز رکھا ہے، اس لئے خوش تدبیری سے بچنا بہتر ہے، لیکن سورش مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔ (۱۳۲۵ھ/ ج ر ۴ ص ر ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۲)

ہومیو پیتھک دوا کا استعمال:

سوال (۳۱): چونکہ جدید طریقہ ہومیو پیتھک بہت زیادہ سریع التاثیر ہے اور سہل الاصول ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ایسے دیہات میں جہاں ہر وقت کوئی حکیم یا ڈاکٹر میسر نہ ہو سکتا ہو، دوسرے طریقہ علاج کو دوسرے مرضی پر برتے تو اس معالج کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ حالت ضرورت کی ہے، اور ضرورت میں متاخرین نے تداوی بغیر الطبیب کی اجازت دی ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرے گنجائش ہے۔ (۲۴ر جمادی الاولیٰ: ۱۳۳۱ھ/ ج ر ۴ ص ر ۲۰۸، ۲۰۹)

عرف عادت پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

باب الزکوۃ والصدقات

مدرسہ کے دوسرے مد کے لیے زکوۃ کی مد سے قرض لینا اور ایک مد کو دوسرے مد میں خرچ کرنا جائز نہیں:

سوال (۳۲): ایک مدرسہ میں دو مد قائم ہیں، ایک مد میں زکوۃ اور صدقات اور فدیہ وغیرہ کی آمدنی جمع ہوتی ہے، دوسرا مد عام اغراض کیلئے ہے، جس میں یکمشت امدادی رقم اور دوامی چندہ اور تقریبات شادی وغیرہ کی رقومات آتی ہیں، مذکورہ صدقات فدیہ وغیرہ میں سے یتامی اور مساکین کی خوراک اور پوشاک وغیرہ کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں، اور عام اغراض میں سے تنخواہ مدرسین و دیگر ملازمین اور کرایہ مکان مدرسہ اور فرش وصفائی و چھپائی اشتہارات وطبع کیفیت وڈاک وغیرہ میں خرچ ہوتا ہے، مدرسہ کے ذمہ بابت خریداری زمین کچھ روپیہ قرض ہے، جس کا قرض ہے اس نے اپنا روپیہ طلب کیا، اور مدرسہ میں عام اغراض میں اس قدر روپیہ نہیں جو اس کے قرض کو پورا کرے، اور جو روپیہ مدزکوۃ میں موجود ہے، وہ اس قدر ہے کہ قرضدار کا قرض دے کر کسی قدر روپیہ بھی بچتا ہے، صرف یہ دریافت طلب ہے کہ مدعام اغراض میں جس قدر روپیہ موجود ہے اول وہ روپیہ دیا جاوے، اور باقی جو کسر رہے اگر مدزکوۃ میں سے قرض لے کر دیا جاوے درست ہے یا نہیں، اور تحویلدار نے بوجہ اس قدر معلوم ہونے کے کہ شاید مدزکوۃ میں سے لینا درست نہ ہو زکوۃ میں سے روپیہ دینے میں تامل کرنا چاہا، بلکہ اراکین کے سامنے یہ بھی کہا کہ یہ درست نہ ہوگا، نہ مانا بلکہ یہ کہا کہ درست ہے تم زکوۃ میں سے قرض دیدو ان کے اصرار کرنے سے تحویلدار نے روپیہ مدزکوۃ سے دیدیا یہ گناہ تحویلدار کے ذمہ ہوا یا

Scanned by CamScanner

نہیں، اور یہ امر درست ہے یا نہیں، یعنی زکوۃ میں سے قرض لینا درست یا نادرست؟ لہذا براہ عنایت جواب عنایت فرمائیے۔

الجواب: باذن معطیین درست ہے کیوں کہ اموال مذکورہ ہنوز ان کے ملک سے خارج نہیں ہوئے، رہی یہ بات کہ صورت مسئولہ میں اذن معطیین دلالۃ ہے یا نہیں یہ ایک واقعہ ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اذن ہے کیوں کہ جب چندہ والے چندہ دیتے ہیں تو عادت یہی ہے کہ وہ اس سے اپنا تعلق تصرف منقطع کر دیتے ہیں اس لیے صورت مسئولہ میں تصرف مذکور جائز ہے، واللہ اعلم (امداد: ج۱/ص ۱۶۳ / ج۲/ ص ۱۶، ۱۷)

باب النکاح

زوجہ کو سفر میں لے جانے کے متعلق احکام:

سوال (۴۳): زید اپنی بیوی زبیدہ کو اپنے پاس سفر میں لے جانا چاہتا ہے، اور وہ انکار کرتی ہے، کسی نے فتوی دیا ہے کہ زید کا حق کسی طرح زبیدہ پر نہیں، اور زبیدہ کو اختیار ہے کہ اپنا جہیز واپس کرے اور یہ دونوں لشکری ہیں، سیر و سفر کرنا ان میں کچھ عیب نہیں یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر مہر پورا یا جس کا سردست دینا یا کسی مدت پر دینا مشروط ٹھہرا تھا دے چکا ہے یا بعد طلاق و موت کے مہر مانگنے کا اور اس سے پہلے نہ مانگنے کا دستور ہو اور کچھ مہر نہ دیا ہو تب تو زید کو اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے، بشرطیکہ دق کرنے کے ارادہ سے نہ لے جائے، اور اگر مہر باوجود شرط سردست دینے کے کلا یا بعضا ادا نہیں کیا یا بقصد تنگ کرنے کے اس کو لے جاتا ہے، تب سفر میں لے جانے کا اختیار نہیں۔

(وَلَهَا مَنْعُهُ مِنَ الْوَطْءِ) (وَالسَّفَرُ بِهَا وَلَوْ بَعْدَ وَطْءٍ وَخَلْوَةٍ رَضِيَتْهُمَا) (لِأَخْذِ مَا بَيَّنَ تَعْجِيلَهُ) مِنَ الْمَهْرِ كُلِّهِ أَوْ بَعْضِهِ (أَوْ أَخَذَ (قَدْرَ مَا يُجْعَلُ لِمِثْلِهَا عُرْفًا) بِهِ يُفْتَى. لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ

Scanned by CamScanner

كَالْمَشْرُوطِ (إِنْ لَمْ يُؤَجَّلْ) أَوْ يُعَجَّلْ (كُلُّهُ) فَكَمَا شَرطا لِأَنَ الصَّرِيحَ يَفُوقُ الدَّلَالَةَ إِلَّا إِذَا جُهِلَ الْأَجَلُ جَهَالَةً فَاحِشَةً فَيَجِبُ حَالًا غَايَةٌ. إِلَّا التَّأْجِيلُ بِطَلَاقه أَوْ مَوْتٍ فَيَصِحُّ لِلْعُرْفِ بَزَّازِيَّةٌ. (وَيُسَافِرُ بِهَا بَعْدَ أَدَاءِ كُلِّهِ) مُؤَجَّلًا وَمُعَجَّلًا (إِذَا كَانَ مَأْمُونًا عَلَيْهَا وَإِلَّا) يُؤَدِّ كُلَّهُ. أَوْ لَمْ يَكُنْ مَأْمُونًا (لَا) يُسَافِرُ بِهَا وَبِهِ يُفْتَى درمختار۔ اور جہیز کی واپسی مبنی عرف پر ہے، اگر دختر کی ملک ہوا اختیار ہے اگر داماد کی ملک ہوا اختیار نہیں، اگر دونوں کی ملک ہو بعد تقسیم اختیار ہے۔ واللہ اعلم۔ (۲۷ر شوال: ۱۳۰۴ھ/ امداد: ج ر ۲ ص ر ۶ / ج ر ۲ ص ر ۷۵، ۷۶)

جوان بیوی کو اپنے والدین سے ملنے کی حد:

سوال ۳۴: فلاں شخص یعنی خسر اپنی لڑکی کو لے گئے، تو حضور میرا نقصان ہوا بلا میری مرضی کے لے گئے، اور یوں کہتے ہیں کہ کیا ہمارا حق نہیں رکھنے کا اور اب خبر نہیں کہ وہ کب تک رکھیں، اب حضور یہ کمترین یہ بات دریافت کرتا ہے کہ ماں باپ کو کتنا حکم ہے اپنے گھر رکھنے کا یا یہ ہے کہ اگر چار مہینے خاوند کے یہاں تو آٹھ مہینے باپ کے گھر اور حضور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی لڑکی کوئی بیع نہیں کر دی ہے؟

الجواب: فی الدر المختار (وَلَا يَمْنَعُهَا مِنَ الْخُرُوجِ إِلَى الْوَالِدَيْنِ) فِي كُلِّ جُمُعَةٍ إِنْ لَمْ يَقْدِرَا عَلَى إِتْيَانِهَا عَلَى مَا اخْتَارَهُ فِي الِاخْتِيَارِ الی قوله (وَلَا يَمْنَعُهُمَا مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ. وَفِي غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَحَارِمِ فِي كُلِّ سَنَةٍ) لَهَا الْخُرُوجُ وَلَهُمُ الدُّخُولُ زَيْلَعِيٌّ فی ردالمحتار فَإِنْ قَدَرَا لَا تَذْهَبُ وَهُوَ حَسَنٌ، وَإِلَّا يَنْبَغِي أَنْ يَأْذَنَ لَهَا فِي زِيَارَتِهِمَا فِي الْحِينِ بَعْدَ الْحِينِ عَلَى قَدْرٍ مُتَعَارَفٍ. أَمَّا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَهُوَ بَعِيدٌ. فَإِنَّ فِي كَثْرَةِ

Scanned by CamScanner

الْخُرُوجِ فَتْحُ بَابِ الْفِتْنَةِ خُصُوصًا إِذَا كَانَتْ شَابَّةً وَالزَّوْجُ مِنْ ذَوِي الْهَيْئَاتِ. بِخِلَافِ خُرُوجِ الْأَبَوَيْنِ فَإِنَّهُ أَيْسَرُ. اھ.

(ج ر ۲ ص ر ۱۰۹۳) اس سے معلوم ہوا کہ جس جوان عورت کے ماں باپ اس کے پاس خود آ سکتے ہوں، شوہر اگر اس کو بالکل نہ جانے دے تو ماں باپ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ خود آ کر مل جایا کریں اور اگر آ سکتے ہوں تو موافق عرف اور رواج کے کبھی کبھی اس عورت کو جائز ہے کہ ماں باپ کے گھر چلی جاوے اور بار بار جانا زیادہ رہنا جائز نہیں۔ (۳ر جمادی الثانی: ۱۳۳۱ھ/ ج ر ۲ ص ر ۱۷۸، ۱۷۹)

نکاح خواں اور قاضی کا اجرت دینا:

سوال ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اس دیار میں موجود حکومت سے بھی پہلے قدیم زمانے سے ایک عرف بلاچوں وچرا جاری ہے، اور وہ یہ کہ ہر گاؤں اور ہر محلہ میں ایک مولوی نکاح خواں مقرر ہے، اور لوگ بھی اس کی تقرری پر راضی ہیں، اور اس مولوی کو نکاح کی مجلس میں آنے جانے شرائط ایمان کی تجدید وتلقین کرنے، ایجاب وقبول کا طریقہ بتلانے اور رجسٹر میں درج کرنے کے بدلے میں ایک روپیہ چار آنے یا کم وبیش رقم نکاح خوانی کے طور پر دیتے ہیں، موجود حکومت میں سرکار کی جانب سے ایک تحصیل کے تمام مولویوں پر قاضی کے نام سے ایک افسر مقرر ہوتا ہے، وہ قاضی تمام مولویوں کو رجسٹر میں اندراج کرنے کے طریقے بتلاتا ہے، نیز نقشہ اور تحریری یا تقریری طلاق ونکاح کے بارے میں شرعی ہدایات کی تلقین کرتا ہے، اور ان مولویوں کے رجسٹر کی اصلاح کرتا ہے، اور ان کی اصلاح کے لیے ہر مولوی کے پاس جاتا ہے تاکہ کوئی بھی مولوی غیر شرعی امر کا مرتکب نہ ہو، قاضی کو اس خدمت کے بدلے میں ہر مولوی کی ہر نکاح خانی کی رقم کا چوتھا حصہ ملتا ہے، یا فی نکاح چار فیصد مقرر ہے، جو رقم

قاضی مذکور ہر مولوی سے لیتا ہے، سرکار یہ مکمل انتظام مسلمانوں کے فائدے کے لیے کرتی ہے، تا کہ جب نکاح کا کوئی مقدمہ آئے تو خصومت کے وقت اصلیت ظاہر ہوجائے، اور شریعت کے رو سے نکاح صحیح طور پر منعقد ہوجائے، براہ کرام یہ بتلائیں کہ ملا کے لیے نکاح خوانی کہ رقم لینا اور قاضی کا فی نکاح چوتھا حصہ یا چار فیصد لینا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو فبہا ورنہ بہت بڑی مصیبت کھڑی ہوجائے گی، کیوں کہ ہمارے دیار کے تمام علماء اس میں مبتلاء ہیں، اور تمام مسلمانوں کو حرام خوری سے بچانا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: مندرجہ بالا صورت ایک قسم کا اجارہ ہے، اور جس طرح تعلیم قرآن، تعلیم فقہ امامت اور اذان پر بلحاظ ضرورت کے اجرت مقررہ یا اجرت مثل کا دینا یا لے لینا درست ہے اسی طرح ملائے نکاح خواں کو حرمت وحلت نکاح کے مواقع اور مشروع صورت میں نکاح کے ایجاب وقبول اور تقرر مہر وغیرہ کے شرعی طریقے بتلا دینے کی اجرت مقررہ یا اجر مثل لینا اور عقد کرنے یا کرانے والوں کو دینا شرعا درست ہے، جس طرح مثلا تعلیم فقہ پر اجرت کے لینے اور دینے کے بند ہو جانے میں نکاحوں کے شرعا فاسد اور باطل ہوجانے اور دیگر مفاسد پیدا ہوجانے کا سخت خطرہ ہے، اسی طرح قاضی کو جوان ملاؤں کو رجسٹروں کے نقشے اور ان کے اندراج کے طریقے اور نکاح وطلاق کے احکام اور ہدایات کی تعلیم دیتا ہے، اجرت مقررہ یا اجر مثل جیسی کہ صورت ہو لے لینا درست ہے، اور تعلیم فقہ کے جواز میں اس کا بھی جواز شامل ہوسکتا ہے، علاوہ برین جب عام مسلمانوں میں مدت مدید سے اس کا تعامل اور تعارف چلا آتا ہے اور کسی نص شرعی اور صریح حکم مذہبی کے برخلاف بھی نہیں ہے، تو اب اس کے جواز میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، شیخ الاسلام علاء الدین حصکفی کتاب درمختار میں فرماتے ہیں وَيُفْتَى الْيَوْمُ بِصِحَّتِهَا

Scanned by CamScanner

لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ وَالْإِمَامَةِ وَالْأَذَانِ.

وَيُجْبَرُ الْمُسْتَأْجِرُ عَلَى دَفْعِ مَا قِيلَ) فَيَجِبُ الْمُسَمَّى بِعَقْدٍ وَأَجْرُ الْمِثْلِ إِذَا لَمْ تُذْكَرْ مُدَّةٌ شَرْحٌ وَهْبَانِيَّةٌ مِنَ الشَّرِكَةِ (وَيُحْبَسُ بِهِ) بِهِ يُفْتَى۔ (ج۵ص۳۷/ نیز ایک اور موقع پر فرماتے ہیں وجاز اجرة الحمام لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَخَلَ حَمَّامَ الْجُحْفَةِ وَلِلْعُرْفِ وقال عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ. قلت والمعروف وقفه على ابن مسعود كما ذكر ابن الحجر: (ج۵ص۳۵)

علامہ سید محمد امین کتاب رد المحتار میں فرماتے ہیں کہ (قَوْلُهُ وَلِلْعُرْفِ)؛ لِأَنَّ النَّاسَ فِي سَائِرِ الْأَمْصَارِ يَدْفَعُونَ أُجْرَةَ الْحَمَّامِ وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ مِقْدَارُ مَا يَسْتَعْمِلُ مِنَ الْمَاءِ وَلَا مِقْدَارُ الْقُعُودِ. فَدَلَّ إِجْمَاعُهُمْ عَلَى جَوَازِ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ الْقِيَاسُ يَأْبَاهُ لِوُرُودِهِ عَلَى إِتْلَافِ الْعَيْنِ مَعَ الْجَهَالَةِ إِتْقَانِيٌّ: (ج۵ص۳۵، ہذا واللہ اعلم بالصواب)

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفی عنہ

دستخط علمائے مستشار العلماء لاہور

الجواب الصحیح
اصغر علی مدرس عربیہ مدرسہ لاہور

المجیب مصیب
احمد علی عفی عنہ

قد اصاب من اجاب
محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار

المجیب مصیب فی ہذا الجواب
محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

(ج۲ص۲۷۱، ۲۷۳)

Scanned by CamScanner

کفاءت میں حرفت اور چال وچلن کا معتبر ہونا:

سوال (۳۶): مسلمانوں میں جو تفریق ذاتوں کی ہے، مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہہ، تیلی، گوجر، جاٹ وغیرہ معاملہ اخری میں اگر کچھ تفریق نہیں، عمل کی ضرورت ہے، مگر امور دنیوی میں مثلاً نکاح وغیرہ یہ سب ایک سمجھے جاویں گے، یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے، زید کہتا ہے کہ شیخ سید کے سوا سب ایک ذات ہے، کچھ تمیز نہ کرنی چاہیے، عمرو کہتا ہے کہ علاوہ شیخ سید دیگر اقوام جو شریف ہیں مثلاً پٹھان، مغل وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہہ، تیلی کے نہیں ہیں، نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک سا نہ ہونا چاہیے، اور کفو وغیرہ ہونا علاوہ شیخ سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن دنائت وغیرہ کے دیکھا جاوے گا، اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے، اب علماء شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے اور نسب اور حسب میں کیا فرق ہے، جیسا فخر نسب پر ہو سکتا ہے کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اخرج الدار قطنی ثم البیہقی فی سننہا عَنْ جَابِرِ بن عبداللہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ الحدیث کذا فی تخریج الزیلعی فی فتح القدیر لکنه حجة بالنظائر والشواهد ثم قال بعد ذکر الشواهد فوجب ارتفاعه إلى الحجة بالحسن لحصول الظن بصحة المعنى وثبوته عنه صلى الله عليه وسلم اه وفی فتح القدير عن الدار قطنی عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما مرفوعا الناس اکفاء قبيلة بقبيلة وعربی بعربی ومولی بمولی الاحائکا او حجاما وفیه وَبَعْضُ طُرُقِهِ كَحَدِيثِ

بَقِيَّةَ (هو الذى روى انفا) لَيْسَ مِنَ الضَّعْفِ بِذَاكَ. فَقَدْ كَانَ شُعْبَةُ مُعَظِّمًا لِبَقِيَّةِ وَنَاهِيكَ بِاحْتِيَاطِ شُعْبَةَ. وَأَيْضًا تَعَدُّدُ طُرُقِ الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ يَرْفَعُهُ إِلَى الْحَسَنِ ه. فى الدر المحتار وحرفة الخ فِي ردالمحتار ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ أَنَّ الْكَفَاءَةَ فِيهَا مُعْتَبَرَةٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَأَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ بَنَى الْأَمْرَ فِيهَا عَلَى عَادَةِ الْعَرَبِ أَنَّ مَوَالِيَهُمْ يَعْمَلُونَ هَذِهِ الْأَعْمَالَ لَا يَقْصِدُونَ بِهَا الْحِرَفَ. فَلَا يُعَيَّرُونَ بِهَا وَأَجَابَ أَبُو يُوسُفَ عَلَى عَادَةِ أَهْلِ الْبِلَادِ وَأَنَّهُمْ يَتَّخِذُونَ ذَلِكَ حِرْفَةً. فَيُعَيَّرُونَ بِالدَّنِيِّ مِنْهَا فَلَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا خِلَافٌ فِي الْحَقِيقَةِ بَدَائِعُ فَعَلَى هَذَا لَوْ كَانَ مِنَ الْعَرَبِ مِنْ أَهْلِ الْبِلَادِ مَنْ يَحْتَرِفُ بِنَفْسِهِ تُعْتَبَرُ فِيهِمُ الْكَفَاءَةُ فِيهَا وَحِينَئِذٍ فَتَكُونُ مُعْتَبَرَةً بَيْنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ (ج/۲ص/۵۲۶،۵۲۷) وفى رد المحتار بعد الكلام فى التكافؤ حرفة عن الفتح ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه (ج/۲ص/۵۲۷) وفى ردالمحتار إِنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ مَا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ مِنَ الْبِنَاءِ عَلَى أَحْكَامِ الْآخِرَةِ وَعَدَمِ إلى قوله قُلْتُ: وَلَعَلَّ مَا تَقَدَّمَ عَنِ الْمُحِيطِ مِنْ أَنَّ تَابِعَ الظَّالِمِ أَخَسُّ مِنَ الْكُلِّ كَانَ فِي زَمَنِهِمُ الَّذِي الْغَالِبُ فِيهِ التَّفَاخُرُ بالدين والتقوى دون زماننا الغالب فيه التفاخر بالدنيا فَافْهَمْ (ج/۲ص/۲۱۸)

ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہے، اور یہ کہ مبنیٰ اس کا عرف پر ہے، جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم

عجم میں جونسبا کفاءت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے، یہ بھی مقید ہے، اس کے ساتھ کہ جب عرف میں اس تعارف کا اعتبار نہ ہو ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا، کما مر من الاستثناء فی الحدیث من مولی بمولی (ای عجمی بعجمی) لقوله الاحائکا اور حجاما ومر من قول الفتح ان الموجب ہو استنقاص اھل العرف الخ چنانچہ خود عرب میں باہم وجود تشارک فی شرف النسب کے ان ہی عوارض عرفیہ کے سبب بنو باہلہ کو تکافؤ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، کما فی الھدایہ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ إلی قوله وبنو باهلة ليسوا بأكفاء لعامة العرب لأنهم معروفون بالخساسة. اور اسی عوارض عرفیہ کے مدار ہونے سے صاحب فتح نے اس اطلاق استثناء میں نظر کی حیث قال وَقَدْ أَطْلَقَ. وَلَيْسَ كُلُّ بَاهِلِيٍّ كَذَلِكَ بَلْ فِيهِمُ الْأَجْوَادُ وَكَوْنُ فَصِيلَةٍ مِنْهُمْ أَوْ بَطْنٍ صَعَالِيكَ فَعَلُوا ذَلِكَ (ای اخذ عظام المیتة واطبخها واخذ دسوماتها) لَا يَسْرِي فِي الْكُلِّ اور اسی اعتبار عرف کی بناء پر اس قول متون وَالْعَرَبُ أَكْفَاءٌ أَيْ فَلَا يُكَافِئُهُمْ غَيْرُهُمْ کے اطلاق کو اہل فتاوی نے مقید کیا، چنانچہ ردالمحتار میں ہے وَلَكِنْ قَيَّدَهُ الْمَشَايِخُ إلی قوله وَكَيْفَ يَصِحُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ إنَّ مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَيْسَ بِعَرَبِيٍّ أَنَّهُ لَا يَكُونُ كُفُؤًا لِبِنْتِ قُرَشِيٍّ جَاهِلٍ. أَوْ لِبِنْتِ عَرَبِيٍّ بَوَّالٍ عَلَى عَقِبَيْهِ. (ج ۲/ص ۵۳۰) اور نسب نسبت الی الآباء ہے، اور حسب لغۃً عام ہے، کما فی القاموس لیکن عرفاً خاص ہے، شرف نسب کے ساتھ خواہ دنیوی ہو یا دینی اور کفاءت میں یہ بھی معتبر ہے، مثل نسب کے چنانچہ فقہاء کا دیانۃً ومالاً وحرفۃً کہنا اس کی صریح دلیل ہے، اور مدار اس کا

بھی عرف ہی پر ہے۔ كما يظهر من التصريحات الفقهية۔ واللہ اعلم۔
(۲۵ رمضان: ۱۳۲۷ھ/ ج ۲/ ص ۳۵۵ تا ۳۵۷)

مہر معجل بالموت کی تحقیق:

سوال ۴۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں بابت کہ مسمی زید کا نکاح پانچ چھ سال ہوئے مسماۃ ہندہ کے ساتھ، بعوض دو ہزار دین مہر مؤجل ہوا تھا، مہر کا کوئی جزو پیشگی ادا ہونا بروقت نکاح نہیں قرار پایا تھا بعد نکاح زوجہ ہمیشہ اپنے شوہر کے پاس رہی، اور اس کے دو تین بچے پیدا ہوئے جو فوت ہو گئے، اب زوجہ بوجہ رنجش باہمی اپنے والدین کے یہاں بلا رضامندی اپنے شوہر کے چلی گئی ہے، اور اپنے عزیزوں کے اغوا سے اپنا کل زر مہر طلب کرتی ہے اور شوہر کے یہاں آنے سے انکار ہے، درانحالیکہ شوہر اس کے بلانے پر رضامند ہے اب تک کسی قسم کی طلاق وغیرہ بھی نہیں ہوئی ہے، ایسی صورت میں زوجہ کا مہر طلب کرنا شرعا جائز اور درست ہے یا نہیں، اور مسماۃ کو استحقاق وصولی زر مہر کا موجودہ صورت میں حاصل ہے یا نہیں، زید کی برادری کا رواج مہر مؤجل کا ہی ہے، اور آج تک کسی مسماۃ کو قبل طلاق شوہر کی حیات میں مہر نہیں ادا کیا گیا اور نہ کسی نے طلب کیا، اور نہ ایسا رواج ہے البتہ بعد طلاق بالموت وفات شوہر مہر کے لین دین کا رواج ہے۔

الجواب: مؤجل وہ ہے جس میں تاجیل شرط ہو اور جس میں کوئی شرط نہ ہو وہ معجل ہے، گو تعجیل شرط نہ ہو پس اگر یہ شرط ٹھہر جاوے کہ طلاق اور موت تک کی مہلت ہے تب مؤجل ہوگا، اور اگر یہ شرط نہیں ٹھہری گو یہ بھی نہیں ٹھہرا کہ پہلے ہی لیں گے تو وہ معجل ہی ہوگا، غالبا سائل نے جیسا کہ طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہے تعجیل کی شرط نہ ٹھہرانے سے مہر کو مؤجل سمجھ لیا ہے سو یہ صحیح نہیں ہے، اور فقہاء نے جو تاجیل بالطلاق والموت کو جائز کہا ہے، معنی اس کے یہی ہیں، کہ اس طرح تاجیل کی

شرط ٹھہر جاوے اور اگر شبہ ہو کہ واقعی تاجیل شرط ہی سے ہوتی ہے مگر عرف بمنزلہ شرط ہی کے اور سوال میں تصریح ہے کہ ہندہ کا فعل خلاف رواج ہے، پس عرف سے مؤجل بالطلاق والموت ہو جانا چاہیے، جیسا شرط سے ہوتا، جواب یہ ہے کہ اس کا عرف علی الاطلاق ہونا غیر مسلم ہے، یہ عرف اسی وقت تک ہے جب تک کہ باہم موافقت رہے ورنہ رنجش میں مطالبہ کا بھی عرف ہے، پس میرے نزدیک شرعاً ہندہ کو استحقاق مطالبہ مہر کا حاصل ہے۔ (۱۹؍رجب ۱۳۳۱ھ/ج ۲/ص ۲۹۶،۹۵)

کتاب الطلاق

یہ بات زبان سے کہنا کہ واسطہ نہیں اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں:

سوال (۴۸): الفاظ مستعملہ میں ایک لفظ ہے، مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اس سے بہ نیت طلاق، طلاق واقع ہوگی یا نہیں، عالمگیری میں اس کی دو نظیریں لکھی ہیں، ولو قال لم يبق بيني وبينك شئ ونوى به الطلاق لا يقع. وفي الفتاوى لم يبق بيني وبينك عمل ونوى يقع كذا في العتابية اھ۔ عمل اور شئ میں کیا فرق ہے اور صورت مسئولہ کس کے مشابہ ہے، بحر الرائق میں ہے وَفِي جَمْعِ بُرْهَانٍ قَالَ: لَمْ يَبْقَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ عَمَلٌ وَنَوَى الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ. وَفِي فَتَاوَى الْفَضْلِيِّ خِلَافُهُ اس سے معلوم ہوتا ہے لفظ عمل میں بھی اختلاف ہے؟

الجواب: القاء ربانی سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا حکم مبنی ہے عرف پر، پس جہاں حقیقی اور مجازی معنی میں عرفاً تلبس اور تعلق سمجھا جاتا ہے، وہاں نیت صحیح ہوگی، ورنہ نہیں اسی بنا پر شئ اور عمل میں فرق ہو گیا کہ ایک میں عرفاً تلبس تھا دوسرے میں نہ تھا، پھر تبدیل زمانہ سے لفظ عمل میں اختلاف ہو گیا، کیوں کہ اگر تلبس شرط نہ ہو لازم آتا ہے، کہ زید قائم سے اگر طلاق کی نیت کرے، تو درست ہو، وھو باطل

Scanned by CamScanner

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب اپنا عرفاً غالباً یہ ہے کہ اس لفظ کو بکثرت بہ نیت تطلیق استعمال کرتے ہیں، لہٰذا میرے نزدیک اگر نیت کرے گا طلاق ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ (۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ/امداد: ج ۲ ص ۶۸، ج ۲ ص ۴۱۷)

آزاد کر دی کا لفظ صریح طلاق ہے:

سوال (۳۹): میرے خاوند نے چند اشخاص کے مواجہہ میں یہ لفظ کہے مجھ کو اس کی ضرورت بالکل نہیں، اور میں نے تو اس کو آزاد کر دی تھی، لوگ خواہ مخواہ میرے سر ہوتے پھرتے ہیں، نہ میرے کہنے کی تھی نہ میں نے رکھی، اب کہیں جاؤں میں نہیں لیتا یہ الفاظ کہے، اور ان الفاظوں کے گواہ تیتروں کے لوگ ہیں، اب آپ اس امر میں کیا فرماتے ہیں، کہ میری والدہ پر افلاس آ گیا ہے، کب تک نباہ ہو سکے، مجبوراً احکام شرعی کی نیت کی ہے، اگر اجازت ہو تو نکاح کر لوں میری ایام گذاری مشکل ہے، دنیا حرام و حلال کو کم دیکھتی ہے۔ فقط

الجواب: یہ کہنا کہ آزاد کر دی ہمارے عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہے، لہٰذا اس سے طلاق صریح واقع ہو جاوے گی، پس اگر اس کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض آ چکے ہیں، تو یہ نکاح سے نکل گئی، جس سے چاہے نکاح کرے۔ فی ردالمحتار فَإِذَا قَالَ رِها كردم أَيْ سَرَّحْتُكَ يَقَعُ بِهِ الرَّجْعِيُّ مَعَ أَنَّ أَصْلَهُ كِنَايَةٌ أَيْضًا. وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِأَنَّهُ غَلَبَ فِي عُرْفِ الْفُرْسِ اسْتِعْمَالُهُ فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ مَرَّ أَنَّ الصَّرِيحَ مَا لَمْ يُسْتَعْمَلْ إِلَّا فِي الطَّلَاقِ مِنْ أَيِّ لُغَةٍ كَانَتْ. (ج ۳ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

اگر یہ کہے کہ اپنے باپ کے گھر جائے گی تو تین طلاق تو باپ کے مرجانے کے بعد یہ حلف باقی رہے گی یا نہیں:

سوال (۴۰): ایک شخص مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ اگر تو اپنے باپ

عمرو کے گھر جائے گی تو تجھ پر تین طلاق لیکن قبل جانے ہندہ کے اپنے باپ عمرو کے گھر عمرو مر گیا، باوجود ممات عمرو کے عرف میں باپ کا گھر کہا جاتا ہے اس صورت میں اگر ہندہ اپنے باپ کے گھر جائے گی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: فی ردالمحتار لو مات مالک الدار فدخل لا یحنث لانتقالها للورثة ألی قوله لم تکن مملوکة له من کل وجه۔ اھ ملخصاً (ج ۳ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اگر کہیں عرف یہ ہو کہ باپ کے مرنے کے بعد بھی یہ کہا جاتا ہو کہ وہ عورت اپنے باپ کے گھر گئی ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ فی الدر المختار وعندنا علی العرف فی ردالمحتار لان المتکلم ألی قوله ما عهد انه المراد بها فتح، (صفحہ ۱۱۰، جلد ثالث/ ۲۰ ذی الحجہ/ ج ۲ ص ۴۳۱)

نکاح باطل کے ساتھ معلق کرنے کا حکم اور اس کے تحریراً معلق کرنے کی صورتوں کی تفصیل:

سوال (۴۱): ایک شخص نے اپنا نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر میں کہیں بے رائے اپنی بی بی یا خسر کے چلا جاؤں گا تو نکاح باطل ہے، ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ایک روز کے واسطے اپنے خسر و بی بی سے اجازت لے کر مکان پر چلا گیا، اور پندرہ روز کے بعد آیا، اور ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اپنے خسر بی بی کے والد سے کہا کہ آپ کی مرضی ہو تو میں اپنی بی بی کو لے کر علیحدہ رہوں، کہیں یا اپنے مکان پر لے جاؤں، اس پر نہ اس کی بی بی اور نہ اس کا خسر راضی ہوا، کچھ شخصوں نے اس کے خسر کو سمجھایا، مگر جب بھی راضی نہیں ہوا، جو لوگ کہ سمجھانے آئے تھے کہ تمہاری بی بی ہے، جس طرح سے چاہو لے جاؤ، بہرکیف اس شخص نے اپنی بی بی کو بلا رضامندی اپنے خسر

اور اپنی بی بی کے کھینچ کر اٹھا کر زبردستی لے گیا، اور کچھ روز سے اپنے مکان پر وہ شخص ہے، اور اس کا مکان چار کوس کے قریب پر ہے، آیا یہ نکاح باطل ہوا یا نہیں، اور نکاح کے وقت جو شرط لکھی گئی تھی، اس کی نقل یہ ہے کہ بنام فلاں ولد فلاں از طرف فلاں کے ہم نے فلاں صاحب کی لڑکی مسماۃ فلاں سے نکاح کر لیا ہے، اگر بے رائے زوجہ یا خسر صاحب کے ہم چلے جائیں تو نکاح باطل ہو جائے اگر چلے جائیں تو مہر دین دیں اور از طرف خسر کے یہ ہے کہ بعد ہمارے کل کا اختیار مسماۃ فلاں (یعنی دختر) کا ہے اور فلاں فلاں گواہ شرط کے وقت ہیں۔

الجواب: الرواية الاولى فى الدرالمختار باب الصريح: وَمِنَ الْأَلْفَاظِ الْمُسْتَعْمَلَةِ: الطَّلَاقُ يَلْزَمُنِي، وَالْحَرَامُ يَلْزَمُنِي، وَعَلَيَّ الطَّلَاقُ، وَعَلَيَّ الْحَرَامُ فَيَقَعُ بِلَا نِيَّةٍ لِلْعُرْفِ. الرواية الثانية فى ردالمحتار باب الكنايات ما نصه وَسَيَأْتِي وُقُوعُ الْبَائِنِ بِهِ اى بقوله حرام بِلَا نِيَّةٍ فِي زَمَانِنَا لِلتَّعَارُفِ. إلى اخر ماقال واطال وختمه على قوله وَكَوْنُهُ اُلْتُحِقَ بِالصَّرِيحِ لِلْعُرْفِ لَا يُنَافِي وُقُوعَ الْبَائِنِ بِهِ، فَإِنَّ الصَّرِيحَ قَدْ يَقَعُ بِهِ الْبَائِنُ كَتَطْلِيقَةٍ شَدِيدَةٍ وَنَحْوِهِ: كَمَا أَنَّ بَعْضَ الْكِنَايَاتِ قَدْ يَقَعُ بِهِ الرَّجْعِيُّ، مِثْلَ اعْتَدِّي وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ. وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَمَّا تُعُورِفَ بِهِ الطَّلَاقُ صَارَ مَعْنَاهُ تَحْرِيمَ الزَّوْجَةِ، وَتَحْرِيمُهَا لَا يَكُونُ إلَّا بِالْبَائِنِ. الرواية الثالثة فى درالمختار التعليق (شَرْطُهُ الْمِلْكُ) (كَقَوْلِهِ لِمَنْكُوحَتِهِ أَوْ مُعْتَدَّتِهِ (إنْ ذَهَبْت فَأَنْتِ طَالِقٌ) (أَوْ الْإِضَافَةُ إلَيْهِ) (كَإِنْ نَكَحْت امْرَأَةً أَوْ إنْ (نَكَحْتُك فَأَنْتِ طَالِقٌ) (كَمَا لَغَا إيقَاعُهُ)

Scanned by CamScanner

الطَّلَاقَ (مُقَارِنًا لِثُبُوتِ مِلْكٍ) كَأَنْتِ طَالِقٌ مَعَ نِكَاحِكِ.

پس شرط نامہ میں جو لفظ باطل لکھا گیا ہے، عرف میں اس سے طلاق مفہوم ہوتی ہے، اس لیے یہ صیغہ طلاق کا ہوگا، دلت عليه الرواية الاولى اور طلاق میں بھی بائن کو مفید ہوگا، دلت علی الروایۃ الثانیۃ لیکن چوں کہ یہ طلاق معلق ہے، غیر نکاح کے ساتھ اور اس صورت میں نکاح کے بعد تعلیق موثر ہو سکتی ہے، دلت علیہ الروایۃ الثالثۃ اور کاغذ لکھنا یا اسکا حوالہ کرنا بمنزلہ تکلم بالطلاق کے ہے، اس لیے دیکھنا چاہیے کہ کاغذ کب لکھا اور کب دیا اگر نکاح کے بعد لکھا ہے تو حکم یہ ہے کہ بلا اجازت چلے جانے سے طلاق بائن ہو جائے گی، اور اگر لکھا تو ہو نکاح سے پہلے لیکن دیا ہے نکاح کے بعد تو بھی یہی حکم ہے کہ طلاق بائن ہو جائے گی، اور اگر نکاح کے قبل دیدیا تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، اور اصلا طلاق نہ پڑے گی، اور اگر بالکل لفظ قبول کے ساتھ ہی دیا ہے گو عادۃ یہ مستبعد ہے تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی، روایت ثالثہ اس پر بھی دال ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگر یہ کاغذ نکاح کے بعد لکھا ہے یا نکاح کے بعد دیا ہے، تب تو طلاق بائن ہوگئی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے یا معا دیا ہے تو طلاق نہ ہوگی، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (۲۰/ ذی الحجۃ ۱۳۲۳ھ/ ج/ ۲/ ص/ ۴۵۹ تا ۴۶۱)

باب الایمان والنذر

کسی نے قسم کھایا کہ فلاں عالم نہیں ہوگا تو وہ اپنی قسم میں کب حانث ہوگا تمام درسی کتابوں کے پورا کرنے پر یا اکثر کے پورا کرنے پر:

سوال (۴۲): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید نے قسم کھائی ہے کہ واللہ عمرو کبھی عالم نہ ہو سکے گا، یہ فی الواقع قسم ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو عمرو کے کتنا بڑا عالم ہونے سے زید کی قسم حنث ہو جائے گی، اور کفارہ لازم آجاوے گا، اور اگر قسم نہ

ہوئی تو وجہ کیا ہے؟

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے، عرف میں اس شخص کو عالم کہنے لگتے ہیں، جس کی دینیات درسیہ کل یا اکثر ہوجاویں، اس مرتبہ میں زید حانث ہوجاوے گا۔ (۴ر جمادی الثانی: ۱۳۳۲/ ج ر ۲ ص ر ۵۵۹)

اردو میں نذر کا صیغہ:

سوال (۴۳): صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہوجاتی ہے یا نہیں، مثلاً کسی نے کہا کہ ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کراویں اور صدقہ کردیں، اور شاید اس سے ہمارا لڑکا اچھا ہوجاوے، یا یوں کہا کہ ہر مہینہ دو چار مسکین کھلا دیا کریں گے، تو اس سے نذر ہوگی یا نہیں، اردو میں نذر کا صیغہ کیا ہے؟

الجواب: فی الرد المختار فَإِنَّ الْأَيْمَانَ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْعُرْفِ. فَمَا تُعُورِفَ الْحَلِفُ بِهِ فَيَمِينٌ وَمَا لَا فَلَا.

اور نذر حکم یمین میں ہے، چنانچہ علی نذر کو صیغہ ایمان سے درمختار میں لکھا ہے، اس بناء پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہیں، ان سے نذر منعقد ہوگی، اور جو صیغے عرفاً اس میں مستعمل نہیں ہیں، ان سے نذر نہ ہوگی، اس لیے صیغہ اول کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہیں ہے، اور دوسرا صیغہ کہ ہم ہر مہینہ الخ نذر ہے، واللہ اعلم۔ (۱۸ر ربیع الاول: ۱۳۲۱ھ/ ج ر ۲ ص ر ۵۵۲)

ذبح کے نذر کے حکم کی تحقیق:

سوال (۴۴): نذر ماننے ذبح حیوان میں اختلاف ہے، بعض نے ماجنسہ واجب کو عام رکھ کر کہا ہے نذر منعقد ہوجاتی ہے، اور بعض نے کہا ہے واجب سے مراد فرض ہے، تو نذر منعقد نہ ہوگی، صاحب درمختار نے قول ثانی اور شامی نے قول اولی کی تصحیح کی ہے، بنا بر تصحیح شامی آیا صرف ذبح سے ایفا ہوجائے گا، مثل قربانی کے

یا کہ تصدق لحم وجلد ضروری ہے، ظاہر یہ ہے کہ ضرور ہو مگر تصریح نہیں ملتی۔

الجواب: تصریح میں نے بھی نہیں دیکھی لیکن فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا غیر ایام اضحیہ میں قربت مقصودہ نہیں، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ قربت مقصودہ ہونا چاہیے، پس اگر نذر بالذبح میں صرف ذبح سے پوری ہو جائے تو لازم آتا ہے منذور بہ غیر قربت مقصودہ ہو۔ وہو باطل۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائے گا، تا کہ اس کے انضمام سے وہ قربت مقصودہ ہو جائے، اس قاعدہ سے یقینا معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا، نیز ناذر کا قصد اس تصدیق کا ہوتا ہے پس عرفا نذر بالذبح کا لفظ مستعمل نذر لمجموع الذبح والتصدق میں ہے، اور اس مجموع کے نذر میں فقہاء نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۵ رجمادی الاولی: ۱۳۲۴ھ/ ج ۲/ ص ۵۵۶، ۵۷)

باب الحدود

جرمانہ:

سوال ۴۵: اپنی رعایا یا کاشتکاروں سے بعلت کسی قصور کے تاوان لینا جائز ہے، یا نہیں، مثلاً کسی کاشتکار نے بلا استحقاق بغیر علم ورضا مندی مالک زمیندار کے کوئی درخت کاٹ لیا یا مکان بنا لیا تو اگر زمیندار اس قصور پر کوئی جرمانہ یا تاوان برضا مندی ملزم کے اس پر عائد کر کے وصولی کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نہیں صرف درخت کی قیمت اور مکان کا کرایہ حسب عرف لے سکتے ہیں۔ (ج ۲/ ص ۵۴۳)

باب الوقف

مسجد کی زمین کے پھلوں کا حکم:

سوال ۴۶: مسجد کی زمین میں کچھ میوہ جات کے درخت ہیں، جن کے پھل

Scanned by CamScanner

مسجد کے نمازیوں کو تقسیم کر دیئے جاتے ہیں، تو یہ تقسیم کر دینا جائز ہے یا انہیں یا فروخت کر کے مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا ضروری ہے؟ فقط

الجواب: اگر یہ درخت لگانے والے کی نیت معلوم ہو تو اس کے موافق حکم ہوگا، اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو بوجہ عرف کے نمازیوں کو تقسیم کر دینا درست ہوگا۔

(۵ رجب: ۱۳۲۹ھ / ج ۲ / ص ۶۱۱)

تنخواہ دار امام کے واقف کی اجازت کے بغیر ایام غیر حاضری کی تنخواہ کے استحقاق کے متعلق سوالات:

سوال (۴۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید واقف نے ایک جائداد مصارف ووارد وصادر مسجد کے واسطے وقف کی اس کے بعد ورثہ متولیان کی غفلت سے وہ رہن وغیرہ ہو کر نیلام وبیع ہو گئی، ایک عرصہ تک بقبضہ مشتری نیلام ودیگر مشتریان رہی، من بعد بارجاع نالش منجاب مسلمانان وہ کل جائداد مسجد کو واپس ہوئی، اور عدالت نے اس کے اہتمام وانتظام کے لیے جدید متولیان مقرر کئے تا کہ آئندہ وہ خطرہ زوال سے محفوظ رہے، اور قواعد وضوابط دربارہ انتظام مقرر کر دیئے، متولیان نے منجملہ دیگر انتظامات کے خالد کو امام تنخواہ دار واسطے پڑھانے نماز پنجگانہ وجمعہ وغیرہ کے مقرر کیا، اب جب امام مذکور کو ضرورت اپنے خانگی کام کی ہوتی ہے تو وہ باوجود تنخواہ دار ہونے کے بعض وقت بلا اجازت اور اکثر ایام میں اجازت متولیان سے غیر حاضر ہو جاتا ہے، اس کی غیر حاضری میں بعض وقت بلا تقرر متولیان کوئی غیر شخص عوضی نماز پڑھاتا ہے، اب اس کیفیت کے بعد سوالات مفصلہ ذیل کا جواب شرعی مطلوب ہے، تا کہ متولیان اس پر کاربند ہوں۔

(۱) خالد امام مقرر کردہ متولیان تنخواہ دار اس وقت یا ان ایام کی تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں، جس وقت یا جن ایام میں بلا اجازت متولیان وہ غیر حاضر رہا ہے؟

(۲) خالد امام تنخواہ دار اگر ذریعہ درخواست رخصت اجازت لے کر غیر حاضر رہے تو ان ایام غیر حاضری کی تنخواہ پانے کا شرعاً وہ مستحق ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص بلا اجازت متولیان خالد امام مذکور کے بجائے ایام غیر حاضری میں نماز پڑھائے تو خالد امام مذکور ان ایام غیر حاضری کی تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص بلا اجازت متولیان اور بہ اجازت خالد امام ایام غیر حاضری امام صاحب میں نماز پڑھائے تو خالد امام کو ان ایام کی تنخواہ پانے کا حق ہے یا نہیں؟

(۵) متولیان نے ایام کی غیر حاضری میں کسی شخص کو تنخواہ دار عوض امام مقرر کیا تو امام صاحب ان ایام غیر حاضری کی تنخواہ پانے کے مستحق ہوں گے یا دیگر عوض مقرر کردہ؟

(۶) ۱۳۲۸ھ کے جلسہ کمیٹی متولیان میں یہ قانون پاس ہوا تھا کہ آئندہ کے واسطے یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا ہے، کہ رخصت اتفاقیہ ایک سال کے اندر دس یوم سے زیادہ نہیں مل سکتی، خواہ اس دس یوم کو کوئی ملازم متفرق طور سے حاصل کرے یا ایک دفعہ اور دیگر اقسام رخصت کی، اگر کسی ملازم کو ضرورت ہو تو بوضع تنخواہ و بمنظوری کمیٹی متولیان حاصل کر سکے گا، سو یہ قاعدہ مقرر کردہ متولیان شرعاً قابل نفاذ ہے، یا نہیں، اور جو دس یوم قانون مذکور کے موافق رخصت میں شمار کئے جاتے ہیں، شرعاً ان ایام کی تنخواہ امام کو لینا اور متولیان کا دینا کیسا ہے، ان کا جواب مع دلائل و عبارت کتب فقہ معتبرہ مفتی بہ ارقام ہو، بینوا توجروا۔

الجواب: چونکہ فتوی جواز استیجار علی الامامۃ پر ہے، امام کو اجیر کہا جاوے گا، اور اجارہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں جو شروط مباحہ موافقہ للشرع مقرر کر لی جاویں، وہ لازم اور مدار احکام ہو جاتی ہیں، اور جن شروط کی تصریح نہ ہو اس میں بقاعدہ المعروف کالمشروط اس عمل کے متعلق جو عرف ہو اس کا اعتبار ہوگا، پس جو شرائط وضوابط

سوال ر ٦ کے ذیل میں مذکور ہیں، چونکہ انکی تصریح کردی گئی ہے، اور ان میں سے کوئی شرط خلاف شرع نہیں ہے، اس لیے وہ شروط تو بعینہا لازم اور نافذ ہیں، ان کی مخالفت کرنے کی صورت میں امام مستحق تنخواہ کا نہیں ہے، اگر آمدنی وقف میں سے دی جاوے گی یا لی جاوے گی، آخذ و معطی دونوں گنہگار ہوں گے، اور جو بعض صورتیں دوسرے بعض نمبروں میں مذکور ہیں مثلاً امام کا دوسرے شخص کو اپنی جگہ مقرر کرجانا ونحو ذلک اگر اس کی نسبت متولی نے امام سے اذناً یا نہیاً تصریح کردی ہے، تو اس کا اعتبار ہوگا، اور اذن کی صورت میں اس کو مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، اور نہی کی صورت میں مقرر کرنے کا اختیار نہ ہوگا، پھر جس صورت میں اس کا اختیار امام کو دیا گیا ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ معاہدہ ہوگیا ہے کہ وہ دوسرا امام منجانب امام اول کے ہوگا، گویا امام کے ذمہ اقامت جماعت کا انتظام ہے، خواہ خود کرے یا کسی اور کے ذریعہ سے کرے، تب تو امام متولی سے پوری تنخواہ لے گا، اور دوسرے امام کو امام اول کی طرف سے سمجھا جاوے گا، خواہ وہ متبرع ہو یا اس سے کچھ لے، اور اگر امام اول سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ امام ثانی بھی منجانب متولی ہوگا تو پھر امام اول اس تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا، بلکہ امام اول جس تنخواہ پر اس کو ٹھہرایا گیا ہے اتنی تنخواہ کا وہ امام ثانی ہی مستحق ہوگا، بشرطیکہ متولی کی اجازت دادہ مقدار سے زیادہ نہ ہو، اور جس صورت میں متولی نے امام اول کو اس انابت سے منع کردیا ہے، اگر وہ کسی کو مقرر کرجاوے گا، اگر وہ متبرع ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو کوئی استحقاق تنخواہ کا نہیں اور اگر تنخواہ دار ہے تو یہ تنخواہ امام اول کے ذمہ لازم ہوگی، باقی اس نہی کی صورت میں امام اول کا مستحق تنخواہ ہونا اس میں شرط مصرح سوال ر ٦ پر عمل ہوگا، جس کا بیان شروع جواب میں گزر چکا۔

اور جس صورت میں خود متولیوں نے عوضی مقرر کیا، اس کا حکم ظاہر ہی ہے، کہ وہی مستحق تنخواہ کا ہوگا، اور اگر بعض امور کی تصریح نہیں ہے، تو زمانہ عدم تصریح تک تو

عرف پر عمل ہوگا، اور جس وقت تصریح ہو جاوے گی، جس کا اختیار متولیوں کو ہر وقت ہے اور جس کے بعد امام کو بھی اختیار ہے، کہ اگر نوکری کرتا ہو تو قبول کرے ورنہ نوکری چھوڑ دے، اس تصریح کے وقت سے تصریح پر عمل ہوگا، اور اس تقریر سے سب نمبروں کا جواب ظاہر ہوگیا، اور تفصیل مذکور جن کلیات شرعیہ پر مبنی ہے معلوم و مشہور ہیں، چنانچہ درمیان میں ان کی طرف اشارہ بھی کرتا گیا ہوں مگر تقویت کے لیا بعض جزئیات خاصہ بالمقام بھی نقل کئے دیتا ہوں، وَهَلْ يَأْخُذُ (اي المدرس) أَيَّامَ الْبَطَالَةِ كَعِيدٍ وَرَمَضَانَ لَمْ أَرَهُ وَيَنْبَغِي إلْحَاقُهُ بِبَطَالَةِ الْقَاضِي وَاخْتَلَفُوا فِيهَا وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَأْخُذُ؛ لِأَنَّهَا لِلِاسْتِرَاحَةِ أَشْبَاهٌ مِنْ قَاعِدَةِ الْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ. وَسَيَجِيءُ مَا لَوْ غَابَ فَلْيُحْفَظْ فی ردالمحتار تحت قوله وینبغی الحاقه بعد کلام طویل مانصه فَحَيْثُ كَانَتْ الْبَطَالَةُ مَعْرُوفَةً فِي يَوْمِ الثُّلَاثَاءِ وَالْجُمُعَةِ وَفِي رَمَضَانَ وَالْعِيدَيْنِ يَحِلُّ الْأَخْذُ. وَكَذَا لَوْ بَطَلَ فِي يَوْمٍ غَيْرِ مُعْتَادٍ لِتَحْرِيرِ دَرْسٍ إلَّا إذَا نَصَّ الْوَاقِفُ عَلَى تَقْيِيدِ الدَّفْعِ بِالْيَوْمِ الَّذِي يُدَرِّسُ فِيهِ كَمَا قُلْنَا الخ (قَوْلُهُ وَسَيَجِيءُ) أَيْ عَنْ نَظْمِ الْوَهْبَانِيَّةِ بَعْدَ قَوْلِهِ مَاتَ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ (ج/ ۳ ص/ ۵۸۸)

اقول یعتبر فی کل عقد عرف ذلك العقد فكما یعتبر فی التدریس عرف التدریس یعتبر فی الامامة ثم فی الدر المختار بعد قوله مات الموذن والامام ما نصه ونظم ابن الشحنة الغیبة الخ فی ردالمحتار تحت هذا القول ما نصه قَالَ الطَّرَسُوسِيُّ: وَمُقْتَضَاهُ أَنَّ الْمُدَرِّسَ وَنَحْوَهُ إذَا أَصَابَهُ عُذْرٌ

مِنْ مَرَضٍ أَوْ حَجٍّ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُهُ الْمُبَاشَرَةُ لَا يَسْتَحِقُّ الْمَعْلُومَ لِأَنَّهُ أَرَادَ الْحُكْمَ فِي الْمَعْلُومِ عَلَى نَفْسِ الْمُبَاشَرَةِ فَإِنْ وُجِدَتْ اسْتَحَقَّ الْمَعْلُومَ وَإِلَّا فَلَا وَهَذَا هُوَ الْفِقْهُ اهـ مُلَخَّصًا. قُلْت: وَلَا يُنَافِي هَذَا مَا مَرَّ مِنَ الْمُسَامَحَةِ بِأُسْبُوعٍ وَنَحْوِهِ لِأَنَّ الْقَلِيلَ مُغْتَفَرٌ۔

في الدر المختار عن الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ لَا تَجُزْ اسْتِنَابَةُ الْفَقِيهِ لَا ... وَلَا الْمُدَرِّسِ لِعُذْرٍ حَصَلَا كَذَالِكَ حُكْمُ سَائِرِ الْأَرْبَابِ ... أَوْ لَمْ يَكُنْ عُذْرٌ فَذَا مِنْ بَابٍ في ردالمحتار وَسَكَتَ عَمَّا يُعَيِّنُهُ الْأَصِيلُ لِلنَّائِبِ كُلَّ شَهْرٍ فِي مُقَابَلَةِ عَمَلِهِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ لِأَنَّهَا إجَارَةٌ وَقَدْ وَفَّى الْعَمَلَ بِنَاءً عَلَى قَوْلِ الْمُتَأَخِّرِينَ الْمُفْتَى بِهِ مِنْ جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى الْإِمَامَةِ وَالتَّدْرِيسِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ إلي اخر ما قال واطال۔ (ج/۳ ص/۶۳۱/ص/۶۳۲/ص/۶۳۳، وفيه التصريح لاكثر ما حررت-

(۱۹ ذیقعدہ: ۱۳۳۳ھ/ج/۲ص/۶۱۷تا۶۲۰)

باب احکام المسجد

مسجد کو بڑھانے اور اضافہ کی غرض سے عام راستے کے حصے کو مسجد میں داخل کرنا:

سوال ⑱: قریب کے ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے، جس کی جانب جنوب قدیم الایام سے شارع عام واقع ہوا ہے، جس میں آمدورفت لوگوں کی و بہلی وغیرہ کی ہمیشہ سے ہوتی چلی آتی ہے، اب لوگوں نے اسی جانب سے ازدیاد مسجد کا قصد کیا اور اس سڑک کا کچھ حصہ دبالیا، اب سوال یہ ہے کہ شارع عام کا حصہ دبالینا زیادتی مسجد کے واسطے جائز ہے یا نہیں، سڑک پہلے تو دس ہاتھ کی تھی، اب پانچ ہاتھ

رہ گئی، جس میں آمد و رفت گاڑیوں کے معاً تو ہو نہیں سکتی، البتہ نوبت بہ نوبت ہوا کرے گی، اس میں گونہ حرج ہونا ظاہر ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی سڑک دس بیس ہاتھ کی قدیم سے ہو تو بغرض زیادتی مسجد وغیرہ ساتھ ہاتھ چھوڑ کر باقی دبا لیا جا سکتا ہے یا نہیں، اور حدیث اذا خالفتم فی الطریق الخ اس کے لیے محل استناد ہو سکتا ہے یا نہیں، طحاوی نے تو اس کو بیان کیا ہے کہ بلاد مفتوحہ میں ابتداء جو طریق بنائے جائیں، تو رفع اختلاف کے واسطے یہ حدیث کذا فی حاشیہ البخاری؟

الجواب: فی الدر المحتار جُعِلَ شَيْءٌ مِنَ الطَّرِيقِ مَسْجِدًا لِضِيقِهِ وَلَمْ يَضُرَّ بِالْمَارِّينَ (جَازَ) فی رد المحتار (قَوْلُهُ: لِضِيقِهِ وَلَمْ يَضُرَّ بِالْمَارِّينَ) أَفَادَ أَنَّ الْجَوَازَ مُقَيَّدٌ بِهَذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر طریق کا کوئی جزو مسجد میں داخل کر دینے سے اہل طریق کو ضرر ہو تو جائز نہیں، اور ضرر کا مدار عرف پر ہے، اور یقینی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ دو گاڑیاں آمنے سامنے آنے والیاں نکل جائیں ایک ہی گاڑی کی جگہ رہنا عرفاً ضرر اور موجب حرج ہے، جیسا کہ اہل ذوق سلیم پر مخفی نہیں، اس لیے صورت مسئولہ میں راستہ کا مسجد کے اندر دبا لینا جائز نہیں، اور اگر مسجد میں بالفعل تنگی نہ ہو تو عدم جواز کی دو علتیں جمع ہو جائیں گی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيقِ جُعِلَ عَرْضُهُ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) قوله سَبْعَةَ أَذْرُعٍ یعنی اذا کان طریق بین ارض قوم ارادو عمارتها فان اتفقوا علی شیٔ فذاك فان اختلفوا فی قدره جعل سبعة اذرع هذا مراد الحديث اما اذا وجد طريق

مسلوك وهو اكثر من سبقة اذرع فلا يجوز لاحد ان يستولى على شئ منه لكن له عمارة ماحواليه من الموات وتملكه بالاحياء بحيث لا يضر بالمارين اهـ لمعات وطيبى وسيد۔

تفسیر مذکور میں حدیث کی مراد معلوم ہوگئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ کو ش عنہا میں اس سے اسناد نہیں ہو سکتا، باقی اس کا جواز و ناجواز ضرر و عدم ضرر پر دائر ہے، جیسا کہ سوال اول کے جواب میں لکھا گیا۔ واللہ اعلم۔ (۲۸ ربیع الثانی: ۱۳۲۴ھ/ ج ۲ ص ۶۸۹، ۶۹۰)

مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا:

سوال (۴۹): کیا رائے ہے اس مسئلہ میں ایک طالب علم نے اتفاقاً نواڑ کا پلنگ اپنی مسجد کے صحن میں جہاں لوگ وضو کیا کرتے ہیں وہاں پر بچھایا، اب بعض شخص نے اعتراض کیا کہ جائز نہیں، اب گزارش ہے کہ طالب علم کی معذوری کو دیکھئے کہ کہاں تک ہے ارشاد فرمائیے کہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی نفسہ جائز ہے، اگر پاک ہو مگر چونکہ عرفاً یہ خلاف ادب ہے، اس لیے مناسب نہیں جیسے جوتہ پہن کر مسجد کے اندر چلا جانا۔ (۲۷ رجب: ۱۳۲۹ھ/ ج ۲ ص ۷۲۶)

مسجد میں جوتے کے ساتھ داخل ہو کر نماز پڑھنے کی تحقیق:

سوال (۵۰): متعلق فقرۂ ذیل مندرجہ خط عزیزی بہ نسبت امیر کابل جوتوں سمیت سب ان کے آدمی مسجد میں آئے اور جوتوں سمیت نماز پڑھی۔

الجواب: اس مقام پر تین امر ہیں دو نہایت جلی اور ایک خفی، امر اول یہ بات یقینی اور متفق علیہ و ثابت بالدلیل اور مسلم ہے، کہ نعال اگر طاہر ہوں تو ان کو پہنے ہوئے مسجد میں آنا یا نماز پڑھنا فی نفسہ قطع نظر عوارض خارجیہ سے جائز اور مباح ہے

Scanned by CamScanner

عام اس سے کہ عوارض کی وجہ سے کہیں مستحسن ہو جاوے، اور کہیں مستقبح ہو جاوے۔
امر دوم یہ بات بھی یقینی اور متفق علیہ اور محقق ہے کہ اگر نعال نجس ہوں تو ان کو پہنے ہوئے مسجد میں آنا یا نماز پڑھنا ناجائز وحرام اور معصیت ہے جس میں جواز یا اس سے بڑھ کر استحسان کا اصلا شائبہ بھی نہیں یہ دونوں امر تو جلی ہیں، جو محل اشتباہ نہیں ہو سکتے۔

امر سوم جو کہ خفی اور محل اشتباہ ومعرض بحث ہے یہ ہے کہ عوارض خارجیہ کے اعتبار سے بصورت طہارت آیا اس میں کوئی استقباح ہے یا نہیں یا اس سے ترقی کر کے استحسان کا حکم کیا جاوے۔

سو اول یہ سمجھنا چاہیے کہ جو حکم کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عارض کی وجہ سے بدل جاتا ہے اور جو حکم شارع کو فی نفسہ مقصود ہوتا ہے وہ کسی حالت نہیں بدلتا اس کے شواہد ونظائر علم فقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں دوسرے یہ جاننا چاہیے کہ یہ یقینی ہے کہ صلوۃ فی النعال شارع کے نزدیک کوئی حکم مقصود نہیں کیوں کہ مقاصد شرعیہ میں سے کوئی غرض اس کے ساتھ متعلق نہیں اب اس کا مدار عوارض پر رہا، پس جہاں کوئی عارض مانع نہ ہوگا وہاں منع نہ کیا جاوے گا، بلکہ جہاں کوئی عارض موثر فی الاستحسان ہوگا وہاں مستحسن کہا جاوے گا، اور جہاں کوئی عارض مانع ہوگا وہاں منع کیا جاوے گا۔

تیسرے یہ معلو کرنا چاہیے کہ مسجد اور صلوۃ دونوں چیزیں واجب الاحترام والادب ہیں اور ادب کے بعض طرق محض عرف پر مبنی ہیں پس جس ملک میں مع النعال کسی کے فرش پر آنا اور آ کر ملنا عرفا خلاف ادب شمار کیا جاتا ہے، وہاں صلوۃ ودخول مسجد مع النعال اس عارض بے ادبی کی وجہ سے واجب المنع ہوگا جس کا پتہ قرآن سے لگتا ہے، کہ موسی علیہ السلام کو حکم ہوا فاخلع نعلیك اور اس کی علت یہ فرمائی إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔

خواہ ان کے نعال طاہر ہوں یا نجس ہوں لیکن عموم علت ادب سے حکم معلول میں عموم ہو جائے گا، جہاں نعل نجسہ کے ساتھ جانا خلاف ادب ہوگا نہی اس کے ساتھ خاص ہوگی، اور ہمارے دیار ہند کا عرف اس بارے میں ظاہر ہے، پس بنا علی التقریر المذکور یہاں اس کی ممانعت ضروری ہے، اور جس ملک میں یہ عرفاً خلاف ادب نہ ہو وہاں منع نہ کیا جاوے گا، سو اہل کابل کا عرف ایسا ہی ہوگا اور یہاں کے عرف کی ان کو اطلاع نہ ہوگی، یا خاص وردی کے نعال میں ایسا عرف ہوگا، یا دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے بے اطمینانی اس کا عذر ہوگا، اور اخیر درجہ یہ کہ فعل غیر نبی کافی نفسہ حجت نہیں اور اگر کوئی عارض موثر فی الاستحسان کا حکم کیا جاوے گا جیسا بعض روایات میں اس کی ترجیح کی یہ علت فرمائی ہے کہ اہل کتاب نعال میں نماز نہیں پڑھتے لیکن یہ عارض متحقق نہیں بلکہ اصل علت کہ نہی من التشبہ ہے، خود مقتضی منع کو ہے کیوں اس ہیئت میں تشبیہ ہے اب درایۃً وروایۃً اس میں کوئی اشکال نہ رہا۔ (۱۲ محرم: ۱۳۳۲ھ/ ج ر ۲ ص ر ۳۰۷ تا ۳۲۲)

باب البیوع

بائع سے مبیع کو جگہ تک پہونچانے کی شرط کے ساتھ بیع کرنا:

سوال (۵۱): یہاں دستور ہے کہ جب بقال سے ایک روپیہ زائد کا غلہ خریدا جاوے تو وہ مشتری کے مکان تک پہنچا دیتا ہے، یا مزدوری اس کی دیدیتا ہے، یہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: اصل قاعدہ سے بائع کا پہنچانا درست نہیں مگر جہاں عام عادت ہو جاوے وہاں تعامل کے سبب جواز کی گنجائش ہے، اور مزدوری دیدینا ایک تاویل سے جائز ہے، اور وہ تاویل حط ثمن ہے۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۲۲/ ج ر ۶ ص ر ۲۸۷)

بعض صورتوں میں صفقہ کا جواز:

Scanned by CamScanner

سوال (۵۲): نہی عن صفقۃ فی صفقۃ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض امور ناجائز معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ بکثرت خاص وعام میں شائع ہیں، مثلاً گھڑی کی مرمت کی ٹوٹے ہوئے پرزے کو نکال کر صحیح پرزہ لگا دے گا، تو اس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ۔ (۲) چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے نہ دینا اس میں بان کی بیع ہے اور بننے کا اجارہ (۳) سقہ سے پانی لینا کہ جب اس نے کنوئیں سے پانی نکال کر اپنے ظروف میں لیا تو اس کی ملک ہو گیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہاں سے لانے کا اجارہ نیز بیع مالیس عندہ بھی ہے۔ (۴) کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا یہ نگینوں کی بیع ہے، اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرابحۃ؟

الجواب: تعامل کی وجہ سے بلا نکیر شائع ہے، جو ایک نوع کا اجماع ہے، یہ سب معاملات جائز ہیں، پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہاء نے صباغ وخیاطی میں اس کی اجازت دی ہے، کہ صبغ اور خیط صانع کا ہوتا ہے اور اس میں اجارہ بھی ہوتا ہے۔ (ق: ج/۳ ص/ ۶۳، ۶۴/ ج/۶ ص/ ۸۰، ۳۷۹)

صفائی معاملات:

سوال (۵۳): صفائی معاملات ص/۱۷ سطر/ ۸ پر تحریر ہے، اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم وزیادہ کر کے بیچتا ہو مگر حیلہ جواز کے لیے کم جانب میں ایک پیسہ یا ایک پائی مثلاً ملا لیں کہ جس کی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے یہ بھی مکروہ ہے، کذا فی الھدایۃ اور بہشتی زیور میں کسی جگہ در باب بیان سود یہ تحریر ہے کہ کم جانب پیسہ ملا لیں یا دونوں شخص ایک ایک پیسہ ترازو کے پلڑے میں رکھ دیں تو جائز ہوگا، ان دونوں عبارتوں کا مطلب اور فرق کیا ہے؟

الجواب: اس میں تفصیل یہ ہے کہ بدلین کی قیمت عرفاً اگر متقارب ہو اس

ت تو یہ حیلہ جائز ہے، اور اگر متفاوت بتفاوت فاحش ہو تو ناجائز ہے، ہدایہ میں دوسری صورت ہے کما یدل علیہ قولی جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے، اور بہشتی زیور میں پہلی صورت۔ (ق: ج/ ۳ص/ ۷۴، ۷۵/ ج/ ۶ص/ ۲۰۸)

خوراک خریدنے کے لیے پیشگی قیمت دیدینا جمع بین العمل والصنع:

سوال (۵۴): مدرسہ میں طلبہ سے خوراکی جو لی جاتی ہے یہ کس عقد میں داخل ہے، آیا بیع ہے؟ تو پیشگی معاوضہ لینا کراہت سے خالی نہ ہوگا، یا کہ یہ استصناع ہے کسی اور عقد میں تو داخل ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے، نیز گھڑی بنوانا، یا چارپائی بنوانا جن میں بیع اور عمل دونوں شامل ہیں، آیا ان کے جواز کی گنجائش ہے کہ استصناع میں داخل کر کے جائز کہہ دیا جاوے، اور بلانکیر سب کا کرنا تعامل سمجھا جاوے گا، یا عقد فی عقد کے سبب سے منع کیا جاوے، آج کل بکثرت ایسے معاملات ہیں جن میں عقد فی عقد یا کہ بیع اور عمل دونوں شامل ہوتے ہیں؟

الجواب: طلبہ کی خوراکی بیع استجرار میں داخل ہے، شامی نے اس کے جواز میں مبسوط بحث لکھی ہے، اور فقہاء نے بیع اور عمل کے جمع کرنے کی بعض صورتیں متعارف لکھ کر اجازت دی ہے، یہ بھی اسی میں داخل ہے، جیسے خیاط کہ عمل اور تاگہ دونوں اس کے ذمہ ہوں، یا صباغ کہ عمل اور صبغ دونوں اس کے ذمہ ہوں۔ (۱۷/ جمادی الاولیٰ/ حوادث اول وثانی: ص/ ۲۳/ ق: ج/ ۳ص/ ۹۲/ ج/ ۶ص/ ۴۴۷)

پھلوں کی بیع میں بعض رائج شرطیں:

سوال (۵۵): باغ کا غیر پختہ پھل کسی کو قیمت کر کے بیچ دیا جائے، اس شرط پر کہ پختہ ہونے تک پانی صاحب باغ دیا کرے گا، باقی پرداخت مشتری کرے گا، مدت معروفہ پختہ ہونے تک مہلت ہوتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار (وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى الْأَشْجَارِ

Scanned by CamScanner

فَسَدَ) الْبَيْعُ كَشَرْطِ الْقَطْعِ عَلَى الْبَائِعِ حَاوِي. (وَقِيلَ:) قَائِلُهُ مُحَمَّدٌ. (لَا) يَفْسُدُ (إِذَا تَنَاهَتْ) الثَّمَرَةُ لِلتَّعَارُفِ فَكَانَ شَرْطًا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ (وَبِهِ يُفْتَى) بَحْرٌ عَنِ الْأَسْرَارِ. الخ في ردالمحتار قبل القول المذكور تحت قوله وَأَفْتَى الْحَلْوَانِيُّ بِالْجَوَازِ لو الخارج اكثر بعد بحث طويل قُلْتُ: لَكِنْ يَخْفَى تَحَقُّقُ الضَّرُورَةِ فِي زَمَانِنَا وَلَا سِيَّمَا فِي مِثْلِ دِمَشْقَ الشَّامِ كَثِيرَةُ الْأَشْجَارِ وَالثِّمَارِ إلى اخر ما قال واطال۔ ج۴ص۵۹/ في الدرالمختار ولا بيع بشرط إلى قوله...... ولم يجر العرف به الخ.وفيه أَوْ (جَرَى الْعُرْفُ بِهِ إلى قوله اسْتِحْسَانًا لِلتَّعَامُلِ بِلَا نَكِيرٍ في ردالمحتار بعد كلام طويل وَمُقْتَضَى هَذَا أَنَّهُ لَوْ حَدَثَ عُرْفٌ فِي شَرْطٍ غَيْرِ الشَّرْطِ فِي النَّعْلِ وَالثَّوْبِ وَالْقَبْقَابِ أَنْ يَكُونَ مُعْتَبَرًا إِذَا لَمْ يُؤَدِّ إِلَى الْمُنَازَعَةِ۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ یہ معاملہ خلاف قاعدہ ہے، لیکن اگر کہیں عرف عام ہوجاوے تو درست ہے، اور جو عرف عام نہ ہو درست نہیں۔

(۲۸/رمضان:۱۳۳۱ھ، تتمہ ثانیہ:ص/۷۹/ق: ج/۳ص/۹۶/ ج/۶ص/۵۸،۴۵۶)

پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) کی مقرر کرنا:

سوال⑸⑹: کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ لوگ اپنا باغ پھل ظاہر ہونے پر جس وقت فروخت کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ قیمت لیں گے، اور اس قدر یعنی ہزار پانسو انبہ ہم لیں گے، خریدار اپنا سمجھوتہ بابتہ قیمت کر کے خرید لیتا ہے اور انبہ دینے پر بھی راضی ہوجاتا ہے، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ یہ انبہ لینے جائز ہیں یا نہیں، اگر ناجائز تو صورت جواز کیا، اور جائز ہے تو مطلقا یا کسی

خاص درخت کے انبہ کی تعیین کرے، اکثر باغ والے اس صورت سے فروخت کرتے ہیں کہ ہم باغ سے خود تو کھا نہیں سکتے اس صورت سے کھا بھی لیتے ہیں، اور فروخت بھی کر دیتے ہیں، دیوبند کو لکھا تھا مفتی صاحب نے لکھا کہ تعداد انبہ ہزار پانچ سو کرے خاص درخت کی تعیین نہ کرے یہ جائز ہے، درمختار میں ہے حسب اتفاق مراد آباد کے نوجوان علماء یہاں ایک تقریب میں آئے انکے سامنے بھی ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا ناجائز ہے، بیع مجہول ہے، صفقہ فی صفقتین ہے، اس سے خلجان ہو گیا لہٰذا گذارش ہے کہ حضرت بھی اس کا جواب تحریر فرما دیں تا کہ کسی امر کا وثوق ہو جاوے۔ فقط

الجواب: اول اس عقد کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے، سو اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ انبہ معہودہ کو بدل قرار دیا جاوے، یعنی مشتری بدل میں دو چیزوں کے دینے کا وعدہ کرے، ایک اتنا روپیہ دوسرا اتنا انبہ، یہ تو ظاہر ہے کہ ناجائز ہے، دوسرا احتمال یہ کہ اتنی تعداد کے انبہ بیع سے مستثنیٰ سمجھے جاویں سو اس میں بھی یہ خدشہ ہے کہ اول تو انبہ مقدار میں متفاوت کوئی چھوٹا کوئی بڑا، اس میں نزاع کا احتمال دوسرے ممکن ہے کہ کل انبہ اتنے ہی پیدا ہوں، تو استثناء کہاں صحیح ہوگا، تیسرے جب مستثنیٰ ہوا تو غیر مبیع ہوگا، پھر مشتری کے ذمہ اس کی حفاظت کیسے ہوگی، لیکن تعامل عام کے سبب یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب عادۃً نزاع نہ ہو اور غالباً انبہ زیادہ ہو، تو جائز کہہ دیں گے، اور اگر کسی خاص درخت کو پورا مستثنیٰ کر لیں تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

(۲۲ ذیقعدہ: ۱۳۳۹ھ/ تتمہ خامسہ: ص ر۱۹۸ / ق: ج ر ۳ ص ر ۹۷، ۹۸ / ج ر ۶ ص ر ۲۶۰)

سکہ غالبہ کا عرف کے ساتھ مقید ہونا:

سوال (۵۷): مئو میں اکثر گورکھپوری پیسہ چلتا ہے، کبھی تو ایک روپے کا بیس گنڈہ ملتا ہے، تو ایک آنے کے پانچ پیسے ہوئے، اور کبھی اکیس گنڈے تو ایک آنہ

کے ۵ ۱/۲ پیسے ہوئے، اور مئو کے خریداروں کا قاعدہ ہے کہ ہر صورت میں ایک آنہ کے پانچ پیسے دیں گے، اور کوڑی ہر گز نہ دیں گے، البتہ اگر تین دو کوڑے سے زیادہ کوڑی ہو جاوے تو ایک پیسہ مسلّم دیں گے، اور اگر اس سے کم ہو تو کچھ نہیں دیں گے، اور یہ بات درمیان بائع اور مشتری کے پنچائتوں میں طے ہو چکی ہے، ساتھ ہی اس کے اکثر بیچنے والوں کو بوجہ کوڑی نکل جانے کے افسوس ہوتا ہے، بعض دفعہ تو کچھ کہہ بھی دیتے ہیں، تو آیا اس کوڑی لینے سے معاوضہ قیامت کے روز کا باقی رہے گا یا نہیں، اور یہ سلب حق الغیر ہے یا نہیں، اور المعروف کالمشروط کے قاعدہ سے یہ بیع کیسی ہے؟

الجواب: اگر یہ عرف مشہور عام ہے، تو المعروف کالمشروط کے قاعدے سے یہ بیع اسی طریق کے ساتھ جائز ہے، اور کچھ مواخذہ نہیں، اور اگر مشہور عام نہیں ہے، تو قبل بیع اس کا ظاہر کر دینا واجب ہے۔ (۹ر شوال: ۱۳۳۲ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۱۳۷)

مشتری مرجائے تو رقم بیعانہ کی واپسی:

سوال ۵۸: اب ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ ایک شخص دانت تیار کرنے کو کہہ گیا اور پانچ روپیہ پیشگی بطور بیعانہ دے گیا تھا، اور دانت تیار ہونے پر آیا اور منہ میں لگوائے، مگر دانتوں میں ایک نقص رہ گیا تھا، دانت درست کرنے کی غرض سے پھر اتار لیے گئے، چنانچہ درست شدہ دانت لینے آنے سے پہلے وہ شخص فوت ہو گیا، اب اس جگہ کیا مسئلہ ہے، روپیہ وارثوں کو واپس کروں یا نہ کروں؟

الجواب: میرے نزدیک جب وہ بنے ہوئے دانت لے چکا اور وہ موافق فرمائش کے تھے اور ایسی خفیف کمی جو عرف کی موافق ہو موافقت فرمائش کے خلاف نہیں ہے، تو وہ بیع کامل ہو گئی، اور بنوانے والا دانت کا مالک ہو گیا، اس لیے بنانے والا بقیہ دام کا مستحق ہے، اور بقیہ کا وہ مطالبہ کرے گا۔ (قرب: ۸ ۱۳۳۸ھ/ ج ر ۳ ص ر ۱۴۱، ۱۴۲)

باب الوکالۃ

وکیل مذکور میں وکیل کو کمی بیشی ثمن کا اختیار ہے یا نہیں:

سوال (۵۹): اور اسی مال کی قیمت میں اگر کمی بیشی کرنے کا اختیار بھی دے تو آیا یہ اختیار بھی حاصل ہو جاوے گا یا نہیں؟

الجواب: غبن یسیر کا اذن ہے یعنی جو عرف کے خلاف نہ ہو۔ (ق: ج ۳ ص ۳۱۵)

مہتمم کا مدرس کی رعایت کرنا:

سوال (۶۰): جو مدرس مدرسہ باوجود تقرر اوقات تعلیم و تعلم میں وقت پورا نہ کرے یا بانی یا مہتمم یا سرپرست مدرسہ چشم پوشی کرے تو شرعاً کتنا گناہ ہے؟

الجواب: متعارف چشم پوشی جائز ہے، زیادہ ناجائز ہے۔ (۲۰ رجمادی الاولی: ۱۳۳۱ھ / ج ۳ ص ۳۱۷)

مدرسہ کا مہتمم چندہ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے اور زکوۃ کا روپیہ مدرسین کی تنخواہ میں صرف نہیں کر سکتا اور اس کے لیے حیلہ متعارف ناجائز ہے:

سوال (۶۱): مہتمم مدرسہ کا طلبہ کی جانب سے نائب ہے، یا معطی چندہ کی طرف سے وکیل ہے، اگر ثابت ہے تو قبضہ مہتمم کا خود طلبہ کا ہے، اس صورت میں ہر ایک طرح کا مال زکوۃ وغیر زکوۃ مخلوط کرنا اور مدرسہ کی ہر ایک ضرورت تنخواہ مدرسین و خرید کتب میں صرف کرنا جائز ہونا چاہیے، اور کسی حلیہ حوالہ کی ضرورت نہیں، مثل ولی صغیر کے ہوگا، اور اگر مہتمم معطی کا وکیل ہے تو بیچارے مہتمم کو بڑے تکلیف کا سامنا ہوگا، اس لیے کہ مدارس میں اکثر مال زکوۃ اور صدقہ واجبہ کا آتا ہے، اور ہر ایک مال علیحدہ رکھنا اور کسی طرح مخلوط نہ کرنا نہایت مشکل ہے، اس سے برأت کی کیا شکل ہے، بعض جگہ جو یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ کسی ایک طالب علم کو دو سو پانچ سو روپیہ دیدیا، اور پھر وہ اس کو مدرسہ میں داخل کر دیتا ہے، کیا یہ حیلہ کافی ہے، اور اس سے ہر

Scanned by CamScanner

ایک طرح کے مال مخلوط کرنا اور مدرسہ کی ہر ایک ضرورت میں صرف کرنا جائز ہوگا، یا مہتمم بعض وجوہ میں وکیل (جیسا کہ تذکرۃ الرشید کے ص: ۱۶۴، میں حضرت مولانا قدس سرہ کے جواب سے مفہوم ہوتا ہے) تو وجوہ نیابت و وکالت کی تعین فرمادیں کہ کس صورت میں مہتمم نائب ہے اور کس صورت میں وکیل ہے، بینوا توجروا؟

الجواب: ظاہراً مہتمم وکیل معطی کا ہے اس لیے اس کو مال زکوۃ تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا، رہا مخلوط کرنا تو باذن مالکین جائز ہے اور جہاں مہتمم معتمد امین سمجھا جاتا ہے وہاں غالب عادت ناس سے یہی ہے کہ ایسے امور کا اذن ہوتا ہے، البتہ احتیاط یہ ہے کہ رقوم واجبۃ التملیک وغیر واجبۃ التملیک کو باہم مخلوط نہ کرے، اور اگر وکیل طلبہ کا بھی فرض کیا جاوے تو اس کے قبضہ کو مثل قبضہ طلبہ کے سمجھا جاوے گا، لیکن اگر طلبہ کے قبضہ میں یہ مال جاتا تو کیا وہ تنخواہوں وغیرہ میں صرف کرتے اسی مہتمم کو بھی بجز طلبہ کی خاص حوائج کے دوسری جگہ صرف نہ کرنا چاہیے، جس طرح امیر المسلمین نائب فقراء کا ہے، مگر بیت المال سے رقم زکوۃ دوسری مدات میں خرچ نہیں کر سکتا، اور یہ حیلہ متعارفہ لاشیٔ ہے، فقط۔ (۲۷ ررمضان: ۱۳۲۹ھ/ ج ر ۳ ص ر ۱۶، ۳۱۵)

کتاب الاجارة

رضامندی کے وقت اجرت متعین نہ کرنے کا حکم:

سوال ⑥②: ہمارا کام جو سلائی کا ہے اگر کپڑا بغیر سلائی ٹھہرائے سی دیں، اور جو کچھ سلائی وہ دے اس پر خوش ہو جائیں وہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: جائز ہے، وقد ذکر الفقهاء نظیره عقد البیع بعد استھلاك المبیع والتاویل التاویل ۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۴۰، ۳۴۱)

رخصت کے دنوں میں تنخواہ کاٹنا:

سوال ⑥③: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید

Scanned by CamScanner

کو عمرو نے بمشاہرہ بیس روپے ماہوار پر ملازم رکھا، لیکن زید ملازم کو اپنی ضروریات کی وجہ سے رخصت کی ضرورت ہوئی، تو زید اپنے آقا عمرو سے اجازت حاصل کر کے گیا، جب مہینہ ختم ہوا اور تنخواہ ملنے کا وقت ہوا تو عمرو آقا نے زید ملازم کی تنخواہ سے ان ایام کی تنخواہ کہ جن ایام میں وہ اجازت حاصل کر کے گیا تھا، وضع کر لی، جب زید نے اس بارہ میں کچھ کہنا چاہا تو عمرو نے یہ جواب دیا کہ ہمارے یہاں سال میں ایک ماہ کی رخصت ملتی ہے، خواہ بیماری ہو یا شادی ہو یا غمی یا دیگر خانہ داری کی ضرورت ہو اس سے زیادہ رخصت نہیں مل سکتی، اور عمرو نے زید کو ملازم رکھتے وقت کوئی قاعدہ طے نہیں کیا، اور چند سال تک کسی قسم کی کوئی بات ظہور میں بھی نہیں آئی، لیکن چند سال کے بعد عمرو اسی زید کے ساتھ متذکرہ بالا قواعد کی پابندی شروع کر دی، جب زید نے عمرو آقا سے یہ عذر پیش کیا کہ سالہائے گذشتہ میں اس قاعدہ کا آپ نے کیوں نہیں برتاؤ کیا، تو عمرو نے یہ جواب دیا کہ ہم کو اختیار ہے اب ہم رعایت نہیں کرتے، جب ہم رعایت کرتے تھے یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے، اور رخصت کی تنخواہ دینا جب کہ کوئی شرط نہ ٹھہری ہو تبرع اور احسان ہے، البتہ اگر کچھ شرط ٹھہر جاوے یا ایسا عرف عام ہو کہ سب اس میں متفق ہوں کہ وہ بھی بمنزلہ شرط کے ہے، تو اس وقت اس شرط پر عمل کرنا واجب ہے۔ (۲۹: رجب ۱۳۳۱ھ/ ج ۳ ص ۳۴۹)

مدرس کو بجائے کھانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو ایام رخصت میں بھی یہ روپیہ دیا جائے گا یا نہیں:

سوال (۶۴): ایک مدرس عربی کی دس روپیہ تنخواہ ہے، اور کھانا بھی مدرسہ کے ذمہ ہے، کھانے کی بدنظمی کی وجہ سے مدرس مذکور نے یہ درخواست کی کہ مجھ کو کھانے کی عوض نقد دیا کرو، اس کو اہل مدرسہ نے قبول کر کے تین روپے ماہوار مثلاً بغرض

Scanned by CamScanner

طعام معین کر دیا، اب بجائے دس کے تیرہ روپے مدرسہ دیتا ہے، اب مقصود سوال سے یہ ہے کہ جیسا قاعدہ مقررہ مدارس کا ہے کہ ماہ رمضان کی تعطیل میں مدرسین مکان کو چلے جاتے ہیں، ان کو تنخواہ ماہ رمضان المبارک کی مدرسہ سے دی جاتی، اب مدرس مذکور کو یہ تین روپے تنخواہ میں متصور ہوں گے یا نہیں، اور رمضان المبارک کی تنخواہ دس دیئے جائیں گے یا تیرہ؟

الجواب: اس کا مدار عرف پر ہے، جب کہ کوئی خاص تصریح نہ ہو، اور میرے نزدیک عرف یہ ہے کہ جب بجائے کھانے کے نقد اس طرح معین ہو جاوے کہ وہی مستقل ہو جاوے اس طور پر کہ پھر عود طعام کا احتمال بعید ہو جاوے تو مثل نقد دوسرے جزو تنخواہ کے ہو جاوے گا، اور ایام تعطیل میں بھی تیرہ روپے دیئے جاویں گے، البتہ اگر کسی شخص کو اس کے خلاف عرف محقق ہو جاوے تو اس کے موافق حکم ہو گا۔ (۱۸ ررجب: ۱۳۲۷ھ)

مقررہ وقت کے لیے سواری وغیرہ کرایہ پر دینے اور وقت سے پہلے واپس کر دینے کا حکم:

سوال ⑥⑤: بندہ نے ایک دوکان بائیسکل کی کھولی ہے، یعنی بائیسکلیں کرایہ پر چلتی ہیں، اور لوگ ۴ر فی گھنٹہ کے حساب سے بائیسکلیں بندہ سے لے جاتے ہیں، سو اگر کوئی شخص ۱۵ ر منٹ میں مثلاً بائیسکلیں واپس لاوے تو اس سے ۴ر بندہ کو لینا جائز ہے یا ایک آنہ مفصل ارشاد ہو؟

الجواب: یا تو رواج ہو اس کے موافق کیا جاوے، یا اگر رواج معین نہ ہو تو وقت دینے کے کہہ دیا جاوے کہ گھنٹہ اور جزو گھنٹہ کا کرایہ مساوی ہے۔ (۲۲ ر ذی الحجہ: ۱۳۳۱ھ)

مدرسین اور طلبہ بیماری کے دنوں میں تنخواہ اور وظیفہ کے حقدار ہیں یا نہیں:

سوال (۶۶): کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو طلب اور مدرس مدرسہ اسلامیہ کے بیمار ہو جاویں ان کو ایام بیماری کی تنخواہ یا وظیفہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ظاہراً یہ سوال متعلق چندہ کے ہے، سو اصل یہ ہے کہ ایسے اموال میں تصرف کا جواز وعدم جواز معطین اموال کی اذن ورضاء پر موقوف ہے، اور مہتمم مدرسہ ان معطین کا وکیل ہوتا ہے، پس وکیل کو جس تصرف کا اذن دیا گیا ہے، وہ تصرف اس وکیل کو جائز ہے، سو جس مہتمم نے مدرسین کو مقرر کیا ہے اگر اس مہتمم کو معطین نے اس صورت کے متعلق کچھ اختیارات دیئے ہیں، اور مہتمم نے ان مدرسین سے اس اختیار کے موافق کچھ شرائط کر لئے ہیں، تب تو ان شرائط کے موافق تنخواہ لینا جائز ہے، اسی طرح جو اختیارات وظیفہ کے متعلق مہتمم کو دیئے گئے ہیں ان کے موافق اس کا دینا لینا بھی جائز ہوگا، اور اگر تصریحاً اختیارات وشرائط نہیں ہوئے، لیکن مدرسہ کے قواعد مدون ومعروف ہیں تو وہ بھی مثل مشروط کے ہوں گے۔ اور اگر نہ مصرح ہیں اور نہ معروف ہیں، تو دوسرے مدارس اسلامیہ میں جو معروف ہیں، ان کا اتباع کیا جاوے گا، اور اگر یہ آمدنی کسی وقف جائداد کی ہے تو اس کا حکم دوسرا ہے۔ فقط (۱۹/صفر: ۱۳۳۷ھ/ ج/۳ ص/۷، ۳۴۸)

باب القضاء

عرف کے سبب ایلاء اور قاضی کے اس میں قسم لینے کا حکم:

سوال (۶۷): میاں بیوی میں کسی وجہ سے تکرار ہو گیا، میاں نے حالت غصہ میں بیوی سے کہا کہ میرے گھر کا کھانا تجھ کو حرام ہے، اگر میں تیرے اوپر ازار بند کھولوں تو اپنی لڑکی پر ازار بند کھولوں اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہا جا مردوں کے یہی بول ہیں، یہ مذکورہ بالا بیان عورت کا ہے، اور مرد اس بیان سے انکار کرتا ہے کہ میں نے نہیں کہا، فقط حالت غصہ میں یہ کہا تھا کہ میرے گھر کا کھانا تجھ کو حرام ہے،

Scanned by CamScanner

اوراس میں میری کوئی نیت طلاق وغیرہ کی نہیں تھی، عورت کے پاس گواہ نہیں
دونوں میاں بیوی اگر کسی عالم کے پاس رجوع کریں تو کس طرح فیصلہ کرنا چاہیے
اگر عورت کا قول صحیح مانا جاوے تو مرد کا یہ کہنا کہ تجھ کو میرے گھر کا کھانا حرام ہے
اگر میں تیرے اوپر ازار بند کھولوں تو اپنی لڑکی پر ازار بند کھولوں، عورت کے حق میں
ایلاء ہوگا، یا طلاق، اس بارہ میں جو حکم شرعی شریف ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے
تا کہ اس کے مطابق ان کا فیصلہ کر دیا جاوے، اور ان کو شرعی حکم سنایا جاوے کیا
البینة علی المدعی والیمین علی من انکر پر عمل کیا جاوے؟

الجواب: (وَمَنْ حَرَّمَ) أَيْ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا ثُمَّ فَعَلَهُ (كَفَّرَ) لِيَمِينِهِ. لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ تَحْرِيمَ الْحَلَالِ يَمِينٌ. إِلَى قَوْلِهِ (كُلُّ حِلٍّ أَوْ حَلَالِ اللهِ أَوْ حَلَالِ الْمُسْلِمِينَ (عَلَيَّ حَرَامٌ) (فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ. وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا عَلَى أَنَّهُ تَبِينُ امْرَأَتُهُ بِتَطْلِيقَةٍ. فِي ردالمحتار. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ انْصِرَافُ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ عَرَبِيَّةً أَوْ فَارِسِيَّةً إِلَى مَعْنَى المتعارف بِلَا نِيَّةٍ فِيهِ. فَإِنْ لَمْ يَتَعَارَفْ سُئِلَ عَنْ نِيَّتِهِ وَفِيمَا يَنْصَرِفُ بِلَا نِيَّةٍ لَوْ قَالَ أَرَدْتُ غَيْرَهُ لَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي، وَفِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالَى هُوَ الْمُصَدَّقُ۔ (ج ۳ ص ۹۵ تا ۱۰۰)

وفی الدر المختار وَأَلْفَاظُهُ (ای الایلاء) صَرِيحٌ وَكِنَايَةٌ وَفِي ردالمحتار عن الْبَحْرِ: لَوْ ادَّعَى فِي الصَّرِيحِ أَنَّهُ لَمْ يَعْنِ الْجِمَاعَ لَا يُصَدَّقُ قَضَاءً وَيُصَدَّقُ دِيَانَةً. الْكِنَايَةُ: كُلُّ لَفْظٍ لَا يَسْبِقُ إِلَى الْفَهْمِ مَعْنَى الْوِقَاعِ مِنْهُ وَيَحْتَمِلُ غَيْرَهُ. وَلَا يَكُونُ إِيلَاءً بِلَا نِيَّةٍ وَيُدَيَّنُ فِي الْقَضَاءِ وَفِيهِ عن الْمُنْتَقَى: لَا أَنَامُ مَعَكِ

Scanned by CamScanner

بِلَا بِلَا نِيَّةٍ، وَكَذَا لَا يَمَسُّ فَلَا حِجَ إِلَى قَوْلِ الشَّامِيِّ مُؤَيِّد
للمستفق أَنَّ الصَّرَاحَةَ مَنُوطَةٌ بِالتَّبَادُرِ الْمَعْنَى وَالْمُتَبَادَرُ مِن
قَوْلِهِ: فُلَانٌ نَامَ مَعَ زَوْجَتِهِ هُوَ الْوَطْيُ الخ. (ق۔ ۲ ص ۴۰۰) الخ
روایات سے تو اس جملہ کا (اگر میں تیرے اوپر آیا) یعنی وایا ہونا ثابت ہوا کہ
عرفاً متبادر اس سے یہی ہے اور چونکہ عرفاً یہ صریح ہے، اس لیے متکلم اگر دعویٰ کرے
کہ صحبت کرنا مراد نہ تھا، تو قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی، البتہ اگر کسی جگہ عرفاً
اس سے یہ معنی متبادر نہ ہوں تو اس صورت میں قضاءً بھی تصدیق کیا جاوے گا، اور اگر
کسی جگہ عرفاً یہ طلاق میں لزوماً مستعمل ہوتا ہو تو اس سے طلاق بائن ہو جاوے گی،
اگرچہ نیت نہ کی ہو، اور نیت خلاف کے دعویٰ میں قضاءً مصدق نہ ہوگا، اور اگر طلاق
وغیر طلاق دونوں میں مستعمل ہوتا ہو تو جس کی نیت کی ہو وہی ہوگا، خلاصہ یہ کہ اس
جملہ کے مفہوم کی تعیین کا مدار عرف پر رہا، پس اول اس کی تعیین کی جاوے، اس کے
بعد اگر زوجین میں سے ایک یعنی زوج انکار کرے اور زوجہ دعویٰ کرے اور دونوں
متفق ورضامند ہو کر کسی عالم کو حکم بناویں، تو وہ مثل قاضی کے ذیل کے موافق فیصلہ
کرے، اور اگر حکم نہ بناویں تو محض افتاء اس فیصلہ ذیل کے موافق نہ ہوگا، بلکہ اس کا حکم
روایات بالا کے ضمن میں جابجا جو مذکور ہوا ہے وہ بتلا دیا جاوے گا، اور وہ فیصلہ بصورت
تحکیم یہ ہے کہ اگر مدعیہ بینہ پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ یعنی زوج سے حلف لیا جاوے گا،
اور اگر وہ حلف کرے تو حکم کر دیا جاوے گا کہ اس نے یہ جملہ نہیں کہا، اور اگر حلف سے
انکار کرے تو حکم کر دیا جاوے گا کہ اس نے کہا ہے، پھر بعد فرض اس تقدیر کے اس
جملہ کے مفہوم میں جو تفصیل لکھی گئی ہے اس کے موافق حکم کر دیا جاوے گا، والحلف
لان الایلاء ومن الاشیاء التی اختلف فی التحلیف فیها وهی
النکاح والرجعة والفیئ عن الایلاء والاستیلاء والرّق

اور اس میں میری کوئی نیت طلاق وغیرہ کی نہیں تھی، عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں دونوں میاں بیوی اگر کسی عالم کے پاس رجوع کریں تو کس طرح فیصلہ کرنا چاہیے اگر عورت کا قول صحیح مانا جاوے تو مرد کا یہ کہنا کہ تجھ کو میرے گھر کا کھانا حرام ہے اگر میں تیرے اوپر ازار بند کھولوں تو اپنی لڑکی پر ازار بند کھولوں، عورت کے حق میں ایلاء ہوگا، یا طلاق، اس بارہ میں جو حکم شرعی شریف ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے، تاکہ اس کے مطابق ان کا فیصلہ کر دیا جاوے، اور ان کو شرعی حکم سنایا جاوے کیا البینة علی المدعی والیمین علی من انکر پر عمل کیا جاوے؟

الجواب: (وَمَنْ حَرَّمَ) أَيْ عَلَى نَفْسِهِ شيئا ثم فعله (كَفَّرَ) لِيَمِينِهِ. لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ تَحْرِيمَ الْحَلَالِ يَمِينٌ. إلى قوله (كُلُّ حِلٍّ) أَوْ حَلَالِ اللهِ أَوْ حَلَالِ الْمُسْلِمِينَ (عَلَيَّ حَرَامٌ) (فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ. وَالْفَتْوَى فِي زَمَانِنَا عَلَى أَنَّهُ تَبِينُ امْرَأَتُهُ بِتطليقة. في ردالمحتار. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ انْصِرَافُ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ عَرَبِيَّةً أَوْ فَارِسِيَّةً إلَى مَعْنَى المتعارف بِلَا نِيَّة فِيهِ. فَإِنْ لَمْ يَتَعَارَفْ سُئِلَ عَنْ نِيَّتِهِ وَفِيمَا يَنْصَرِفُ بِلَا نِيَّةٍ لَوْ قَالَ أَرَدْت غَيْرَهُ لَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي. وَفِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالَى هُوَ الْمُصَدَّقُ۔ (ج/۳ص/۹۵تا۱۰۰)

وفی الدر المختار وَأَلْفَاظُهُ (ای الایلاء) صَرِيحٌ وَكِنَايَةٌ وَفِي ردالمحتار عن الْبَحْرِ: لَوْ ادَّعَى فِي الصَّرِيحِ أَنَّهُ لَمْ يَعْنِ الْجِمَاعَ لَا يُصَدَّقُ قَضَاءً وَيُصَدَّقُ دِيَانَةً. الْكِنَايَةُ: كُلُّ لَفْظٍ لَا يَنْسَبِقُ إلَى الْفَهْمِ مَعْنَى الْوِقَاعِ مِنْهُ وَيَحْتَمِلُ غَيْرَهُ. وَلَا يَكُونُ إيلَاءً بِلَا نِيَّةٍ وَيُدَيَّنُ فِي الْقَضَاءِ وَفِيه عن الْمُنْتَقَى: لَا أَنَامُ مَعَكِ

Scanned by CamScanner

متعلق جو اخراجات ہوتے ہیں ان کی قدر ان اہل مصالح سے وصول کرنا اسلام مشروع ہے، اور دستک بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے کہ سپاہی نے جو یہ وصول کیا، اور بلا اذن اجرت میں قبضہ کر لیا ہے تو جواب تھا شاہی رقوم کی دستک کا، اب رہی ساہو کاروں اور جاگیرداروں کی رقوم کی دستک، وہ اس کلیہ مذکورہ میں تو داخل نہیں ہے، اب دیکھنا چاہیے کہ ان ساہوکاروں اور جاگیرداروں کا ان مکلوبین سے کس عقد کا معاملہ ہوا ہے، اگر وہ معاملہ معاوضات میں سے ہے، مثل اجارہ کے تو اگر شرط یا عرف اس رقم دستک کو اس رقم اجارہ کا جزو بنانے کا ہو تب تو جائز ہے، بشرطیکہ تمام شروط اس عقد مثلاً اجارہ کے پائے جاویں جن میں سے ایک تعیین مقدار بھی ہے، یعنی مثلاً سال بھر میں پانچ روپے ایسی تعیین ہونا چاہیے اور یہ تعیین شرعاً صحیح نہیں کہ جب تک رقم وصول نہ ہو تب تک ۳/ تین یا ۴/ چار روزانہ یہ درست نہیں، اور اگر وہ جزو نہ بن سکے مثلاً عقد معاوضہ ہی نہ ہو تب جائز نہیں۔ (۱۲/ ربیع الاول: ۱۳۲۴/ ج/۴ ص/ ۸۷، ۸۸)

بخیل پر وعید کے متعلق شبہ کا حل:

سوال ۶۹: بخل کی تعریف لکھتے ہیں کہ جو صرف شرعاً و مروۃً ضروری ہیں وہ کون سے ہیں، اس کے واسطے کوئی قاعدہ کلیہ جس سے جزئیات معلوم ہو جائیں حضور تحریر فرمائیں۔

دوم: جو شخص صرف مصارف شرعیہ ضروریہ بجا لائے وہ بخیل اور اس وعید اور مذمت کا جو قرآن وحدیث میں آتی ہیں، مورد ہے یا نہیں، اگر وہ بخیل اور مورد وعید ہے تو کیوں جو صرف مباح یا مستحب ہو اس کے ترک پر تو وعید اور مذمت نہیں، اور اگر مصارف مروۃ شرعاً بھی ضروری ہیں تو مروۃ کی قید کی کیا ضرورت؟

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مصارف جو مروۃ ضروری ہیں ان کا مدار

Scanned by CamScanner

عرف اور طبع سلیم پر ہے، اس کے سوا کوئی ضابطہ معلوم نہیں اور ایسے مصارف کا تارک بخیل تو ہے مگر یہ وہ بخل نہیں جس پر وعید ہے، البتہ برکات سخاء سے ضرور یہ شخص محروم ہے۔ (۲۵؍ جمادی الاولی: ۱۳۳۱ھ/ ج ۴ ص ۳۸۱)

فقہاء کرام کے ید کے ذریعہ کل مراد نہ لینے پر ہونے والے شبہ کا جواب:

سوال ⑦⓪: کوئی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ **ولا تلقوا** الخ کے معنی یہ ہیں کہ تم باعث ہلاکت نہ بنو، اور یہ اس موقع پر ہے کہ صاحب کنز الدقائق یہ فرماتے ہیں کہ یداور رجل اور دبر کو بول کر تمام جسم مراد نہیں لے سکتے، اس پر یہ سوال عائد ہو سکتا ہے کہ **ولا تلقوا** آہ کے موقع پر ید بول کر تمام جسم مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے معنی **ولا تلقوا بایدیکم** تک یہ ہیں کہ باعث مت بنو، اور الی التھلکہ کے معنی ظاہر ہیں، پس تمام آیت کے یہ معنی ہوئے کہ مت باعث ہلاکت بنو، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ معنی صحیح ہیں یا غیر صحیح؟ اطلاع دیجئے؟

الجواب: آیت کی یہ تفسیر صحیح نہیں، اور نہ اس سوال کا جواب اس پر موقوف ہے، بلکہ جواب یہ ہے کہ فقہاء کی یہ تفصیل اس قاعدہ میں باعتبار لسان کے نہیں تا کہ اہل لسان کے کلام میں واقع ہونے سے اشکال ہو، بلکہ باعتبار عرف بلد متکلم کے ہے، پس یہ کہنا کہ ید سے مراد ذات نہیں، مراد اس سے یہ ہے کہ عام میں متعارف نہیں، چنانچہ اگر عام میں متعارف ہو گا تو معتبر ہو گا۔ (کذا حققہ الشامی: ج ۲ ص ۱۵۷ / ۵؍ جمادی الثانی: ۱۳۳۱ھ/ ج ۴ ص ۳۸۷)

باب العقائد

اللہ تعالیٰ کے لیے ذوق ولمس اور شم کے عدم ثبوت کی وجہ:

سوال ⑦①: یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جمیع اقسام معلومات کے منکشف ہیں، پھر باوجود اس کے اس کی کیا وجہ ہے کہ نصوص میں علم وبصر وسمع کو تو ان کے لیے ثابت کیا

Scanned by CamScanner

گیا ہے، مگر ذوق ولمس وشم کو ان کے لیے ثابت نہیں کیا گیا، حالانکہ مذوقات وملموسات ومشمومات کا بھی ان کو انکشاف ہے، اس کے لیے صرف علم کا اثبات کافی سمجھا گیا۔

الجواب: اصل مدار تو اس کا توقیف ہے لیکن خود اس توقیف کی حکمت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم وبصر وسمع سے عرفاً استیلاء وعظمت کی شان سمجھی جاتی ہے، اس لیے ان سے تسمیہ کیا گیا، اور ذوق ومس سے کوئی عظمت نہیں معلوم ہوتی بلکہ خود ان کے مفہومات ایک گونہ انتفاع وتلذذ وافتقار پر دال ہیں، جو ایک قسم کی دناءت ہے اس لیے ان اشیاء کے ادراک کو ان اسماء سے موسوم نہیں کیا گیا۔ (ج ۶ ص ۴۲)

اسماء الٰہیہ توقیفیہ کے علاوہ دوسری زبان میں تسمیہ وتوصیف کا جواز:

سوال (۴۲): جب اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں جیسا اس کے قبل کے سوال وجواب میں محقق ہوا تو دوسری زبان کے لغات سے تسمیہ یا توصیف جائز نہ ہوگی، جیسے خدا اور پروردگار وغیرہما۔

الجواب: تعامل امت سے معلوم ہوا کہ مترادفین کا حکم یکساں ہیں، پس یہ لغات جب ترجمہ ہوں اسماء منقولہ بلسان شرع کا ان کا استعمال بھی جائز ہے، اور یمین وغیرہ میں یہ مثل اصل کے ہوں گے، یعنی جو لفظ اللہ کی قسم کا حکم ہے وہی لفظ خدا کی قسم کا حکم ہے۔ (ج ۶ ص ۴۳)

باب البدعات

بعض حرام اعمال کے متعلق بعض احکام شرعیہ کی وضاحت:

سوال (۴۳): مسجد کے صحن میں اگر صحیح قبر موجود ہو اور مسجد کا صحن بڑھانے کی غرض سے اس کو زمین کے برابر کر کے قبر کا نشان مٹا دیا جائے تو ایسا جائز ہے یا کیا اور اس کا نشان مٹا کر صحن مسجد میں لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: مسجد کے صحن میں اگر صحیح قبر موجود ہو اور مسجد کا صحن بڑھانے کے

Scanned by CamScanner

لیے اس قبر کو زمین سے برابر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لیے یہ دیکھنے کی ضرورت ہوگی کہ مالک زمین نے وہ جگہ جس میں قبر ہے مسجد کے لیے وقف کی تھی یا قبر کے لیے اگر اس کا صحیح حال معلوم ہو سکے تب تو اس کے موافق عمل کیا جاوے اور اگر وقف کی اصلیت کا پتہ حسب شرح صدر نہ مل سکے تو عام رواج کے موافق قیاس پر عمل کرنا ہوگا، اور عام رواج اور عمل یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین تو مسجد کے لیے وقف کی جاتی ہے، لیکن بعض لوگ تبرکاً احاطہ مسجد میں دفن ہونے کی متولیان مسجد سے اجازت لیتے ہیں، اگر یہی صورت ہو تو مسجد کا صحن بڑھانے کے لیے اس قبر کو زمین کے برابر کر دینے اور اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ زمین دراصل مسجد کی ہے، اور متولی یا کسی خادم مسجد کے اجازت سے کسی میت کے احاطہ میں دفن ہو جانے سے قبر کی جگہ مسجد کی ملکیت سے خارج نہیں ہوسکتی، بلکہ مسجد کی ملکیت اس پر بدستور قائم رہتی ہے، بہر حال اگر قبر کے لیے جداگانہ وقف کا ہونا ثابت نہ ہو تو عرف عام کے لحاظ سے وہ جگہ جس میں قبر بنی ہوئی ہے مسجد ہی کی سمجھی جاوے گی؛ اور گو کسی متولی سابق نے اس کے دفن کے لیے اجازت بھی دیدی ہو، لیکن متولیان حال اس قبر کو زمین کے برابر کر کے مسجد کی توسیع کے مجاز ہیں، اس لیے کہ جو چیز جس کام کے لیے وقف ہو اس کے سوا دوسرے کام میں لانے کا کوئی متولی مجاز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(ج ۵ ص ۳۳۱ تا ۳۳۸ / ۴ ربیع الاول: ۱۳۴۳ھ)

توجیہ وتاویل پر مبنی حضرت تھانوی کے فتاوی

کتاب الصلوٰۃ

سورۂ نور میں رجال لا تلھیھم کے رجال پر وقف کی تحقیق:

سوال (۷۴): سورہ نور کے رکوع پنجم یُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ایک شخص نے لکھا ہے کہ رجال کے بعد سجاوندی نے وقف (ط) لکھا ہے، اور اکثر قرآن شریف مطبوعہ میں (لا) بنا ہے یہ غلط ہے، ابوبکر وغیرہ جو لوگ یسبح بصیغہ مجہول پڑھتے ہیں، ان کے نزدیک الاصال پر (ط) ہونا چاہیے، اور رجال پر لا اور جو معروف پڑھتے ہیں ان کے نزدیک رجال پر ط ہونا چاہیے، اور الاصال پر لا حفص کی قراءت میں رجال پر لا لکھنا غلط اور سہو کاتب ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر اکثر قرآن شریف میں رجال پر لا لکھا ہے، اور بعض میں کچھ نہیں جو قریب المعنی ہے، لا کے اور تبادر معنی بھی مشعر ہے، کہ رجال پر حفص کے لیے وقف قبیح ہو جس کی علامت لا ہے، اس لیے جملہ لا تلھیھم صفت ہے، لہذا رجال پر وقف کرنے سے فصل بین الموصوف والصفت ہوگا، جو قبیح ہے اور آیت بھی نہیں ہے، پس رجال پر ط بنانا مناسب ہے، یا لا بہر حال تمام قرآن شریف مطبوعہ کا اتفاق مواقف قیاس کے معتبر ہوگا، اور رسالہ سجاوندی میں رجال پر وقف مطلق سہو کاتب یا اختلاف نسخہ وغیرہ کا محمول ہوگا یا رسالہ سجاوندی معتبر ہوگا؟

الجواب: میرے نزدیک دونوں توجیہ صحیح ہو سکتی ہیں مشہور مصاحف کی تقدیر پر تو ظاہر ہے، اور سجاوندی کی تقدیر پر اس طرح کہ رجال کو موصوف نہ کہا جاوے بلکہ بمعنی بعض کے لے کر کلام کو ختم کر دیا جائے، آگے جملہ استینافیہ بطور سوال کے کہا جاوے کہ وہ رجال کیسے ہیں، ایسے ایسے ہیں، فارتفع الاشکال۔

Scanned by CamScanner

(١٢ ذی الحجہ ١٣٢٩ھ/ امداد ج ١/ ص ٢١١)

عطاء کی جگہ عذاب اور عذاب کی جگہ عطاء کے الفاظ پڑھنے سے فساد نماز کا حکم:

سوال (٧٥): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ الفاظ عطاء جو قرآن میں آیا ہے، وہ مواقع انعام وجزائے اعمال صالحہ میں آیا ہے، اگر کوئی شخص اس لفظ کو غلطی سے مواقع عذاب میں پڑھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہ یا اعادہ نماز مستحب ہوگا یا نہ؟

الجواب: فی فتاوی قاضی خان وان تغیر المعنی بان قرأ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي جَحِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي نَعِيمٍ او قرأ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ او قرأ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا تفسد صلوته لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله به چونکہ صورت مسئولہ میں بھی ظاہراً تغیر فاحش ہوگیا، لہذا اقتضاء قاعدہ کا فساد ہے، لیکن احقر کے نزدیک اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اس کو تہکم پر محمول کیا جاوے، جیسے فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور اس کا مقتضاء عدم فساد ہے، اول کا مقتضاء وجوب اعادہ ہے نہ کہ ثانی کا الاول احوط والثانی اوسع۔ (٢١ رمضان: ١٣٢٥ھ/ ج ١/ ص ٢٢٣، ٢٢٢)

مواضع غضب وعذاب میں ممانعت نماز اور اس کی حکمت:

سوال (٧٦): کئی ایام سے ایک شبہ دل میں واقع ہو رہا ہے اب تک بدستور ہے اس لیے عرض کر کے حل چاہتا ہوں، وہ یہ کہ بندہ چونکہ ضعیف وناتواں ہے، ایک ضد سے تاثر کے وقت دوسری ضد کا تحمل نہیں کر سکتا، مگر حق تعالی چونکہ قادر مطلق ہیں وہ متاثر ومنفعل نہیں ہوتے، پھر مواضع غضب وعذاب میں جانے آنے یا نماز پڑھنے سے نہی کیوں فرمائی گئی ہے، چنانچہ اصحاب حجر کے متعلق ارشاد ہے، لا تدخلوا علی ھولاء القوم الا ان تکون باکین فان لم

Scanned by CamScanner

تکونوا باکین فلا تدخلوا علیھم ان یصیبکم مثل ما اصابکم الحدیث. اس کی حکمت ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب: ایک توجیہ یہ خیال میں آئی تھی مگر اس احتمال پر کہ شاید کسی نے اس سے اچھی توجیہ لکھی ہو کتابوں کا مطالعہ کیا بحمد اللہ تعالیٰ فتح الباری میں بتغییر الفاظ وہی توجیہ نکلی جو خیال میں آئی تھی، اس میں شبہ مذکورہ فی السوال کا جواب بھی ہے اس لیے اس کو نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ فقال وَوَجْهُ هٰذِهِ الْخَشْيَةِ أَنَّ الْبُكَاءَ يَبْعَثُهُ عَلَى التَّفَكُّرِ وَالِاعْتِبَارِ فَكَأَنَّهُ أَمَرَهُمْ بِالتَّفَكُّرِ فِي أَحْوَالٍ تُوجِبُ الْبُكَاءَ مِنْ تَقْدِيرِ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَى أُولٰئِكَ بِالْكُفْرِ مَعَ تَمْكِينِهِ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِمْهَالِهِمْ مُدَّةً طَوِيلَةً ثُمَّ إِيقَاعِ نِقْمَتِهِ بِهِمْ وَشِدَّةِ عَذَابِهِ وَهُوَ سُبْحَانَهُ مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ فَلَا يَأْمَنُ الْمُؤْمِنُ أَنْ تَكُونَ عَاقِبَتُهُ إِلَى مِثْلِ ذٰلِكَ وَالتَّفَكُّرُ أَيْضًا فِي مُقَابَلَةِ أُولٰئِكَ نِعْمَةَ اللّٰهِ بِالْكُفْرِ وَإِهْمَالِهِمْ إِعْمَالَ عُقُولِهِمْ فِيمَا يُوجِبُ الْإِيمَانَ بِهِ وَالطَّاعَةَ لَهُ فَمَنْ مَرَّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيمَا يُوجِبُ الْبُكَاءَ اعْتِبَارًا بِأَحْوَالِهِمْ فَقَدْ شَابَهَهُمْ فِي الْإِهْمَالِ وَدَلَّ عَلَى قَسَاوَةِ قَلْبِهِ وَعَدَمِ خُشُوعِهِ فَلَا يَأْمَنُ أَنْ يَجُرَّهُ ذٰلِكَ إِلَى الْعَمَلِ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ فَيُصِيبَهُ مَا أَصَابَهُمْ وَبِهٰذَا يَنْدَفِعُ اعْتِرَاضُ مَنْ قَالَ كَيْفَ يُصِيبُ عَذَابُ الظَّالِمِينَ مَنْ لَيْسَ بِظَالِمٍ لِأَنَّهُ بِهٰذَا التَّقْرِيرِ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَصِيرَ ظَالِمًا فَيُعَذَّبَ بِظُلْمِهِ اھ (جلداول باب الصلوۃ فی مواضع الخسف والعذاب)

میری توجیہ کے یہ الفاظ ہیں کہ جس طرح مواضع طاعت میں نور ہوتا ہے، اور وہ نور حاصل ہوتا ہے طاعات پر اسی طرح مواضع معصیت میں ظلمت ہوتی ہے اور وہ

للاستیصال ہوتی جو عام ان پر آتا اور واقع ہے علاوہ اس سبب ہونے کا جو کہ انھوں نے
وقطاعت و معصیت کا اور اس پر نزول عذاب مرتب ہوتا اور بچانا خصوصیت ان کی
سے مانع ہو جاتا جو ان پر اصابت الصالحین کو اپنے اعمال سے سبب ہوتی اور
ان کے اعمال سے ولعل هذا العدوان اسهل فكان في قوله عليه
الصلوة والسلام ان يصيبكم مثل ما اصابهم دون ان يقول
يصيبكم ما اصابهم اشارة واضحة الى ذلك والله اعلم. (۲۶ محرم
۱۳۵۶ھ/ ج۱/ ص۲۴۵، ۲۴۶)

باب الزکوۃ والصدقات

نوٹ کے ذریعہ زکوۃ صرف اس وقت ادا ہوگی جب کہ مسکین اس نوٹ کو نقد کرے یا اس جیسی کوئی چیز خریدے:

سوال (۷۷): زکوۃ میں نوٹ دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح دوسری رقوم واجب التملیک مثل فدیہ صلوۃ وصوم وغیرہ۔

الجواب: چونکہ وہ مال نہیں محض سند مال ہے، اس لیے نوٹ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی اور یہی حکم ہے دوسری رقوم واجب التملیک کا، بلکہ ان صورتوں میں زکوۃ وغیرہ ادا ہو جاتی ہے۔

(الف) یا تو خود مسکین کو نقد دے یا کوئی چیز از قسم مال اتنی قیمت کی دے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زکوۃ غیر جنس سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔

(ب) یا مسکین کو نوٹ دیا، اور اس مسکین سے اس کو نقد یا کسی جنس کے بدلے فروخت کر کے اس نقد یا جنس پر قبضہ کر لیا، اب قبضہ کے وقت زکوۃ وغیرہ ادا ہو گئی اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوئیں مثلاً اس مسکین کے پاس سے وہ نوٹ ضائع ہو گیا یا اس نے اپنے قرض میں کسی کو دے دیا ان صورتوں میں زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔ (۵ صفر:

/ ٣٣ھ / ج / ٢ ص / ٢٠٥)

بدون تملیک رقوم زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں:

سوال (٧٨): (دوم) زر زکوۃ تعلیم اطفال مسلمانان میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں، عام اس سے کہ تعلیم علوم دینی ہو یا دنیوی مثلاً زکوۃ دینے والے کو محض ہمدردی قومی اور حب اسلامی سے یہ مقصود ہے کہ مسلمان جو بوجہ عام عدم حصول ان علوم میں ماہر ہو جائیں اور ان پر نوکری گورنمنٹ اور معاش کا دروازہ کھل جائے، اور اس ذریعہ سے ان کی ہلاکت وتنگدستی دور ہو پھر حاجات دنیوی سے فارغ البال ہو کر اگر توفیق ایزدی رفیق ہو تو ان سے دینی امور کی امداد کی بھی امید ہے، پس زر زکوۃ بے مایہ اطفال کے خورد ونوش کتابوں کی خرید یا معلموں مدرسوں وماسٹروں کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر یا ضروری سامان نشست وبرخاست واسباب استراحت اطفال واہل مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اداء زکوۃ میں چونکہ تملیک شرط ہے، لہذا مصارف زکوۃ میں صرف کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہو سکتی، البتہ جواز کا یہ حیلہ ہے کہ اولاً کسی مستحق کی تملیک کر دی جاوے، پھر وہ اپنی طرف سے ان مصارف میں صرف کر دے، لیکن اس مستحق کو صرف نہ کرنے کا بھی اختیار ہے، (يصرف إلى كلهم او بعضهم تمليكا لا الى بناء مسجد و كفن ميت وقضاء دينه وثمن ما يعتق لعدم التمليك وهو الركن وقدمنا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره ان يفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم. والله اعلم (ج/ ٢ ص/ ٢٠)

کمپنی میں جو روپیہ لگائے اصل ونفع پر زکوۃ کا حکم:

سوال (٧٩): زید نے ایک میل کمپنی کے حصے خریدے ایک حصہ ٧٠٠/ میں

خریدا آج وہ حصہ ۴۰۰ر میں بکتا ہے، اصل حصہ سو روپیہ کا ہے، اس کی آمدنی سالانہ کبھی سو کبھی زیادہ ہے، زید زکوۃ کس طرح دے اور مفصل گزارش یہ ہے کہ جائداد یعنی عمارت اور اس کی مشینیں سانچے وغیرہ یہ کل ۲۵ر لاکھ روپیہ کی ہیں، اور روپیہ ۲۵ر لاکھ ہیں، زید کے حصہ میں اگر یہ جائداد اور روپیہ جمع ہوا تقسیم ہوئے تو دو سو روپے آنے کی امید ہے، یہ تو جواب ہے اب بندہ پھر تفصیل سے عرض کرتا ہے شروع کمپنی جب ہوئی تو ایک حصہ ایک سو روپے کا تھا ایسے دس ہزار حصے کے خریدار لوگ ہوئے، جس سے دس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا، اس کی ایک عمارۃ بنائی اور کچھ مشینیں لاکر اس میں نصب کر دی گئیں، پہلے سال میں پہلے خریدار سے عمر نے خرید لیا، دوسرے سال بیس روپے ایک حصہ جو کہ ۱۰۰ر سو کا تھا اس پر تقسیم کئے جس کی وجہ سے حصہ کی قیمت ۳۰۰ر تین سو کی ہو گئی، عمر سے ایک حصہ بکر نے ۳۰۰ر میں خریدا ایسے ہی زیادہ نفع ہونے سے قیمت بڑھ گئی، اور بکر سے خالد نے ۴۰۰ر میں خریدا پھر خالد سے زاہد نے ۶۰۰ر سو میں پھر زاہد سے اب زید نے ۷۰۰ر سو میں خریدا، اب اس سال وہی حصہ ۴۰۰ر سو میں بکتا ہے، سرمایہ اور عمارت وغیرہ جمع کی جاوے تو زید کو ۲۰۰ر سو روپے حصہ میں آسکتے ہیں، اور سالانہ نفع کبھی سو روپے کبھی دو سو روپے کبھی ڈیڑھ سو روپے اب سوال یہ ہے کہ آمدنی سالانہ پر زکوۃ دے یا سرمایہ وجائداد کی قیمت کر کے جو حصہ جس قدر زید کے حصہ میں آوے اس مقدار پر زکوۃ دے، یا اصل حصہ سو کا تھا اس مقدار پر زکوۃ دے، یا آج کل اس کی قیمت ۴۰۰ر سو کی ہو گئی ہے اس مقدار پر زکوۃ دے تحریر فرمادیں۔

الجواب: جواب سے پہلے یہ مقدمات سن لینا چاہئیں۔

(۱) تجارت کی اصل اور نفع دونوں پر زکوۃ واجب ہے۔

(۲) عمارات وآلات حرفہ پر زکوۃ واجب نہیں۔

Scanned by CamScanner

(۴) مال حرام پر اگر وہ اپنی ملک میں مخلوط ہو جاوے زکوۃ ہے، مگر بقدر حق غیر دین ہونے کے سبب زکوۃ سے مستثنیٰ ہو جاوے گا۔

ان مقدمات کے اب سمجھنا چاہیے کہ ابتدائی شرکت میں اصل شریک کا جو مثلاً ۱۰۰/روپیہ کا تھا، اس میں سے کچھ حصہ تو عمارات و آلات میں لگ گیا، اس کی زکوۃ واجب نہیں، اور کچھ حصہ تجارت میں لگا اس پر مع نفع کے زکوۃ واجب ہوئی، خواہ وہ نفع پورا اس شریک کو مل گیا خواہ کچھ تقسیم ہو کر بقیہ سرمایہ میں شامل ہو گیا، مثلاً سو روپے میں بیس تو عمارات و آلات میں لگ جاویں اور اسی تجارت میں لگ جاویں، اور اس ۸۰/اسی پر پندرہ روپیہ نفع ہو جس میں سے دس تو شریک کو ملے اور پانچ سرمایہ میں داخل کر دیئے گئے، اب زکوۃ ۹۵/روپیہ پر واجب ہوگی، پھر جب یہ حصہ مثلاً کسی نے خریدا تو حقیقت عقد کی یہ ہوگی کہ ۸۵/روپے تو ۸۵/روپے کے عوض ہو گئے، اور ایک سو پندرہ روپے حصہ آلات و عمارات کے عوض میں، کیوں کہ بدون اس تاویل کے یہ بیع جائز نہ ہوگی، اب شبہ رہا تقابض کا سو آلات و عمارات کے حصہ میں تو تقابض شرط ہی نہیں، اب حصہ پچاس کا رہا سو بیع صرف کی بناء پر تو تقابض فی المجلس ضرور تھا، جو یہاں ممکن نہیں، اس لیے اس کی صحت کا یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص صورۃ وعرفاً بائع ہے وہ مشتری کے حصہ سے پچاسی روپے قرض لے لے، پھر اس پچاسی روپے کا حوالہ اس پچاسی روپے پر کر دے، جو کہ کارخانہ میں اس کے امین یعنی منیجر کے قبضہ میں ہے، اور اب اس کو یہ مشتری اپنی طرف سے وکیل و امین بناتا ہے، پس حوالہ مع قبض الامین سے وہ ۸۵/روپے اس مشتری کے حصے کی ملک میں آ گیا، اور معاملہ مکمل ہو گیا، اب یوم ملک سے حولان حول ہونے پر حساب کرنے سے دیکھا جائے گا کہ علاوہ آلات و عمارات کے کل سرمایہ کتنا ہے، اور اس ۸۵/روپے والے کا اس میں اصل اور نفع ملا کر کتنا ہے، اس مجموعہ پر زکوۃ

واجب ہوگی اور اس قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، جس کے عوض میں یہ حصہ خریدا ہے، اسی طرح اگر یہ حصہ کسی اور نے خریدا ہی تفصیل وتاویل احکام کی اس میں ہوگی، اور اگر بلا اس تاویل کے خریداری ہوئی تو اگر قیمت کی مقدار حصہ سے زائد ہے، تو گو یہ عقد ناجائز ہے، مگر اس حصہ میں کسی کا حق نہیں، اس لیے زکوٰۃ صرف حصہ میں ہوگی، اور اگر قیمت کی مقدار حصہ سے کم ہے، تو عقد بھی ناجائز ہے، اور زائد حصہ دوسرے شخص یعنی بائع کا حق ہے، مگر چونکہ اس مشتری کے قبضہ میں اور اس کی ملک میں مخلوط ہے اس لیے زکوٰۃ مجموعہ میں ہوگی، مگر بقدر حق مذکور کے یہ شخص مدیون ہے، اس لیے اس حیثیت سے یہ مقدار زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگی، البتہ اگر صاحب حق معاف کردے تو پھر باوجود خبث مال کے بوجہ دین نہ ہونے کے پھر مجموعہ پر زکوٰۃ ہوگی، اور یہ بائع حربی ہے، تو بناء بر روایت اباحت زیادہ من الحربی یہ زائد حصہ حق غیر بھی نہ ہوگا، امید ہے کہ تقریر سے سوال کے سب اجزاء کا جواب ہوگیا۔ واللہ اعلم۔ (۳/شوال: ۱۳۳۹ھ/ ج/۲ص/۲۰-۲۲) دوسرے علماء کو دکھلالینا یا خود غور کرلینا بھی ضروری ہے۔

ایک مشترک چیز ناقابل تقسیم کا حصہ زکوٰۃ میں دینا:

سوال ⑧⓪: مدرسہ دیوبند میں ایک پریس آہنی ۲۲+۲۹ ڈبل کی ضرورت ہے، میرے پاس موجود ہے، ۱۳۰/روپیہ اس پر لاگت میری ہے، ایک وقت ۱۴۰/روپے ایک صاحب اس کے دیتے تھے، میرے یہاں وہ بوجہ کام کم ہونے کے خالی ہے، اگر غرض مند آجاوے تو ۲۵۰/تک فروخت ہوسکتا ہے، اگر اسے اس صورت سے دوں کہ کچھ روپیہ نقد لے لوں اور کچھ روپیہ بمد زکوٰۃ مدرسہ میں دیدوں تو زکوٰۃ کتابوں کی ادا ہوجائے گی؟

الجواب: بدون تملیک مسکین کے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر حصہ غیر مبیعہ کو ان پر وقف کیا، تب تو زکوٰۃ ادا ہوگی، اور اگر مالک مطبع کو بلا قیمت دیا تو ان کا مسکین ہونا

Scanned by CamScanner

شرط ہے، اس کی تحقیق کیجئے صرف یہ صورت ہوسکتی ہے کہ خود یا بذریعہ وکیل معتمد کے وہ حصہ غیر مبیعہ کسی مسکین کو ملک کر دیجئے پھر اس مسکین سے صاحب مطبع خرید لیں خواہ مسکین ایسا طالب علم ہو جس کو بقدر قیمت اس حصہ کے نفع مالی پہونچانا مقصود ہو پھر خواہ ایک ہو یا متعدد۔ (۲/صفر: ۱۳۳۲ھ/ج/۲ص/۴۰)

کتاب النکاح

زوجہ سے یہ شرط کرنا:

سوال (۸۱): زید نے کہا کہ اگر نکاح کروں میں کسی عورت سے بعد نکاح کے ان پر طلاق ہے، اس صورت میں نزدیک حنفی کے طلاق واقع ہوگا یا نہیں، باوجود ایسے کہنے کے وہ بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہونے کا نہایت اندیشہ ہے، اس حالت میں نزدیک حنفی کے کوئی صورت ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو دوسرے امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۸۲): زید نے کسی عورت سے نکاح کرنے کے بعد اس سے اس طرح وعدہ کیا کہ تمہاری وفات کے بعد اگر کسی سے میں نکاح کروں تو اس پر طلاق ہوگا، اس صورت میں اس کی منکوحہ کا انتقال ہوگیا اور زید کو بغیر نکاح کے زنا میں مبتلا ہونے کا نہایت اندیشہ ہے اس حالت میں اس کو کسی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں، نزدیک حنفی کے اور اگر نہیں تو کسی دوسرے امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: دونوں سوالوں کا جواب ایک ہی ہے وہ یہ کہ ان تینوں صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہوجاوے گی لیکن اگر کسی شخص کو اس قدر غلبہ شہوت کا ہو کہ بدون نکاح زنا کا اندیشہ ہو تو اس کو جائز ہے، شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرلے بعد تحریر یہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ فضولی اس شخص کا نکاح کردے اور یہ شخص اس کو اجازت بالقول سے نافذ نہ کرے بلکہ اس عورت سے جا کر صحبت کرے اس سے وہ نکاح نافذ ہوگا۔ (۲۱/ذیقعدہ: ۱۳۳۰ھ/ج/۲ص/۹۱، ۲۹۲)

باب الطلاق

بیان حیلہ نکاح جب کہ یہ حلف کرے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق:

سوال (۸۳): مندرجہ ذیل مسئلہ میں حکم شرعی جو ہو تحریر فرمایا جاوے ایک شخص نے ایسی عورت کو طلاق دیتے ہوئے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اگر کسی اور عورت سے نکاح کروں تو اس کو بھی طلاق ہے یا یوں کہا کہ اگر چار یا پانچ (عدد مطلق کے یہاں بھی یاد نہیں) اور کروں تو ان کو بھی طلاق ہے ایسی حالت میں جب کہ اس شخص کو یہ یاد نہیں کہ ان دونوں قولوں میں سے اس نے کون سا قول اختیار کیا اگر وہ نکاح ثانی کرنا چاہے تو اس کے جواز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: جب جواز کی صورت ہر حال میں نکل سکتی ہے، اس لیے کسی خاص قول کے یاد کرنے یا اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہر صورت میں اس تدبیر پر عمل کر کے نکاح ثانی ثالث رابع کر سکتے ہیں وہ صورت یہ ہے کہ نہ خود نکاح کرے نہ کسی کو نکاح کا وکیل بناوے بلکہ کسی فہیم آدمی کے سامنے یہ کہے کہ میں نے ایسا حلف کرلیا ہے، اور مجھ کو نکاح کی حاجت ہے اور اس کے جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے، کہ کوئی شخص اگر بلا میری اجازت کے میرا نکاح کردے اور پھر مجھ کو خبر کردے اور میں اس کو سن کر اس کو جائز رکھوں تو نکاح درست ہو جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ مضمون سن کر کوئی شخص یہی عمل کرے اور یہ شخص سن کر جائز رکھ دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

دلیل المسئلة ماقی ردالمحتار ونصه فِي الْبَحْرِ عَنْ الْبَزَّازِيَّةِ: وَالتَّزَوُّجُ فِعْلًا أَوْلَى مِنْ فَسْخِ الْيَمِينِ فِي زَمَانِنَا. وَيَنْبَغِي أَنْ يَجِيءَ إلَى عَالِمٍ وَيَقُولَ لَهُ مَا حَلَفَ وَاحْتِيَاجَهُ إلَى نِكَاحِ الْفُضُولِيِّ فَيُزَوِّجُهُ الْعَالِمُ امْرَأَةً وَيُجِيزُ بِالْفِعْلِ فَلَا

Scanned by CamScanner

يَحْنَثُ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لِجَمَاعَةٍ لِي حَاجَةٌ إِلَى نِكَاحِ الْفُضُولِيِّ فَزَوَّجَهُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ. أَمَّا إِذَا قَالَ لِرَجُلٍ اعْقِدْ لِي عَقْدَ فُضُولِيِّ يَكُونُ تَوْكِيلًا اھ (باب التعليق من كتاب الايمان تحت قول الدر المختار بل افتاء وعدل الخ۔(۲۸ر رجب: ۱۳۵۰/ ج/ ۲ ص/ ۴۵۹)

باب الحدود

مدارس کے جرمانہ کا حکم:

سوال ⑧④: انگریزی قانون کے مطابق اگر طلبہ سے کوئی غلطی مثلاً غیر حاضری وغیرہ سرزد ہو جائے تو جرمانہ لیا جاتا ہے، کیا یہ معاملہ درست ہے؟

الجواب: حنفیہ کے نزدیک بلا تاویل جائز نہیں ہے، مگر اس صورت میں یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اس مہینہ میں جرمانہ کی مقدار کے برابر عمل کی اجرت زائد مقرر کردی جائے۔ (۴ ر ربیع الثانی: ۱۳۳۱ھ/ ج/ ۲ ص/ ۵۳۶)

معاہدہ کی خلاف ورزی پر جرمانہ کا حکم:

سوال ⑧⑤: میں نے حصول معاش کے لیے ایک چھوٹی سی مشین آٹا پیسنے والی لگائی ہوئی ہے اس پر دو ملازم کام کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں، ان میں سے اگر کوئی یک لخت بغیر مجھے اطلاع دیئے نوکری چھوڑ دے تو مجھے ذیل کی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔

(۱) کچھ وقت کے لیے کام رک جاتا ہے۔ (۲) سردست آدمی تلاش کرنا پڑتا ہے۔ (۳) جلدی اگر ملازم تلاش کر کے رکھا جاوے تو گاہے گراں یا خلاف مرضی ملتا ہے۔ (۴) آدمی ملازم اگر نہ ملے تو مجبوراً روزانہ مزدوری پر مزدور لگانا پڑتا ہے، جو مقررہ ماہوار تنخواہ سے گراں پڑتا ہے۔ (۵) چونکہ مزدور یا ملازم جدید کام سے ناواقف ہوتا ہے اس لیے مجھے خود اس کو سکھانے اور نیز کل کام کی طرف مزید غور رکھنے کی

ایک عرصہ تک ضرورت رہتی ہے جس سے مجھے خود زیادہ تکلیف ہوتی ہے وغیرہ۔

الغرض ان واقعات کو دیکھ کر میں اب جو ملازم نیا رکھتا ہوں تو اس سے یہ یا اس طرح کا عہد کر لیتا ہوں کہ جب تمہارا ارادہ یہ ملازمت چھوڑ دینے کا ہو تو اس سے پندرہ دن پہلے مجھے اس کی بابت اطلاع دینا تا کہ میں اپنا اور انتظام کر لوں، اور اگر تم یک لخت بغیر اطلاع دینے کے ہٹ گئے تو چونکہ اس سے میرا حرج ہوتا ہے اس لیے یہ جرمانہ ایک روپیہ یا دو روپیہ (جو زبانی مقرر کر لیتا ہوں) اس یک لخت ہٹ جانے سے جو تکلیف اور حرج مجھے پہنچے گا اس کے عوض تم سے لوں گا جس کو ملازم تسلیم کرے تو یہ مقررہ جرمانہ اس سے یعنی ملازم سے مجھے لینا جب کہ وہ اپنے عہدہ پر قائم نہ رہے یک لخت ہٹ جاوے جس سے مجھے تکلیف اور حرج پہنچے جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: ہر بار حرج کا اندازہ کہ اس ملازم کے یک لخت ہٹنے سے مجھے کس قدر حرج پہنچا ہے، ایک نہایت دشوار امر ہے سب سے زیادہ مشکل مجھے وہ ہوتی ہے جو میں نے ۵ ر میں بیان کی اور ساتھ ہی بقیہ مشکلات بھی جو سابق عرض کر دی گئیں تو اس حرج میں نظر عمیق کرنے کے بجائے میں نے یہ آسان امر دیکھا کہ ایک تعداد جرمانہ کی مقرر کر کے آپس میں عہد کر لیں اور فریقین تسلیم کر لیں اگر یہ صورت جائز نہ ہو تو اور جس طرح جائز ہو اس سے مجھے مطلع فرما دیں تا کہ اس طرح عملدرآمد کر لوں؟

الجواب: چونکہ تعزیر بالمال حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے، یہ اس لیے بھی اور نیز اس فعل کا ما علیہ التعزیر ہونا بھی صریح نہیں اس لیے بھی یہ قواعد کی رو سے ناجائز اور رشوت ہے مگر ضرورت کے سبب ایک حیلہ سے اس میں ایک خاص گنجائش ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ فقہاء نے دو مختلف صورتوں میں دو مختلف اجرتیں مقرر کرنے کو جائز لکھا ہے، سو اگر یوں کہہ لیا جاوے کہ اگر ٹھیک ٹھیک موافق معاہدہ کے کام کرتا ہے اور نوکری بھی اگر چھوڑی تو موافق معاہدہ چھوڑی تب تو تمہاری اجرت تمام ایام

Scanned by CamScanner

کی اس حساب سے ہوگی، مثلاً دس روپے ماہوار ہوگی، تو حاصل وہی نکل آیا اور قواعد منطبق ہوگا، احتیاطاً دوسرے علماء سے بھی تحقیق فرما لیجئے۔ (قرب: ۷ ۱۳۳۲ھ/ج ۲/ص ۵۳۹ تا ۵۴۱)

طالب علم کی غیر حاضری پر جرمانہ کا حکم:

سوال (۴۳): ایک مدرسہ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی طالب علم وہاں داخل ہوتا ہے تو مہتمم مدرسہ اس کے وارث سے یا اس سے کہتا ہے کہ یہ بچہ یا تم اگر غیر حاضر ہو گے یا کوئی تقصیر کرو گے تو تم آدھ آنہ یا زیادہ حسب قواعد مدرسہ علاوہ وظیفہ معہودہ کے بطریق جرمانہ دینا ہوگا اور اس واسطے ہے کہ تم خود حاضری ہونے یا اپنے بچہ کے حاضر کرنے میں غفلت نہ کرو، اور یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ یہ زر جرمانہ ہم نہیں کھا سکتے بلکہ بچوں کے حوائج مثلاً فرش وغیرہ میں صرف کر دیتے ہیں اس ذرا سی قید پر بہت فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ بچے غیر حاضر نہیں ہوتے مگر بضرورت اور باجازت اور تعلیم و تعلم کا کام چستی و چالاکی سے ہوتا ہے اس قاعدہ میں کوئی قباحت شرعیہ ہے یا نہیں؟

الجواب: تعزیر مالی یعنی جرمانہ تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور حدیث لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ اس کی موید بھی ہے، پس جرمانہ کے طور پر تو یہ لینا درست نہ ہوگا، البتہ اس کا اور طریق ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اس غیر حاضری پر اس طالب علم کو خارج قرار دیا جائے غیر حاضری کی سزا تو یہ ہو اور آئندہ کو داخل کرنا بذمہ اہل مدرسہ واجب تو ہے نہیں مباح ہے، مباح میں جو کہ متقوم ہو مال کی شرط لگانا جائز ہے، اور یہاں مدرسہ کے مکان سے انتفاع مدرسین سے تعلیم یہ سب امور ایسے ہیں جن پر متولی کو اجرت لینا جائز ہے پس اس اجرت میں وہ پیسے لے لئے جاویں اور اس تقریر کی تصریح کر دی جایا کرے تاکہ عقد مبہم نہ رہے۔ (۲۹ ذیقعدہ: ۱۳۳۲ھ/ج ۲/ص ۵۴۲، ۵۴۳)

Scanned by CamScanner

باب الوقف

وقف کی آمدنی سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم:

سوال (۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک گاؤں کے کسی قدر حصے غیر منقسم کا مالک ہے مثلاً چار آنہ کا، اب وہ چاہتا ہے کہ اس حصہ کو اس طرح وقف کردیا جائے اور اس کی آمدنی واقف کی طرف سے بمد زکوۃ دی جایا کرے تو یہ وقف اس طرح درست ہے یا نہیں، اور اس کی صحت کا کیا طریق ہے؟

الجواب: چوں کہ زکوۃ مال مملوک میں اپنے مال مملوک کا دینا شرط ہے، اور منفعت مطلق وقف کی ملک واقف سے خارج ہوجاتی ہے، اس لیے اس آمدنی سے زکوۃ نہیں ادا ہوسکتی، ونیز وجوب زکوۃ مخصوص ہے حیات مکلف کے ساتھ پس بعد وفات واقف کے اس میں وقف کے وقت یہ شرط کرلے کہ اس میں اس قدر آمدنی میں لیا کروں گا یہ شرط جائز ہے، اور اس قدر آمدنی لینے سے اس کی ملک ہوجائے گی، پھر اس کو زکوۃ میں دے سکتا ہے، اور یہی صورت ہوسکتی ہے اس کی صحت کی اسی طرح اگر اپنے بعض ورثا کے لیے کوئی جزو منفعت کا مقرر کردے اور وہ اس کو لے کر اپنے اموال کی زکوۃ میں دے دیا کریں اس طور سے بعد وفات بھی دینا صحیح ہے۔ (وھذہ الامور کلھا ظاھر۔ واللہ اعلم۔ (یکم جمادی الاولی: ۱۳۲۲ھ/ ج ۲/ ص ۵۷۲)

کتاب البیوع

زمیندار اپنی رعایا کے قصابوں سے ارزاں نرخ پر گوشت خریدیں اس کا حکم:

سوال (۸۸): قصاب رعایا میں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ بمقابلہ دیگر اشخاص کے زمیندار کو کم نرخ پر گوشت دیتے ہیں، اور بعض جگہ ایک آنہ سیر معین ہے خواہ نرخ کچھ ہو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ایک طرح جائز ہے کہ وہ قصاب اس زمیندار کے مکان میں مثلاً

رہتا ہو یا اور کوئی انتفاع اس سے ایسا حاصل کرتا ہو جس کی اجرت لینا شرعاً جائز ہو اور اس اجرت میں یہ بات ٹھہر جاوے کہ ہر ماہ اس قدر گوشت ہم اتنے نرخ پر لیں گے اور مہینے میں اس مقدار سے زیادہ نہ بڑھیں گے، کم رہے تو مضائقہ نہیں، اس طرح درست ہے جتنا احتمال مہینہ بھر میں ہو اس سے کچھ زیادہ مقدار ٹھہرا لینے میں خطرہ نہ رہے گا، مگر حساب یاد رکھنا ہوگا۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۶۱، ۶۲ / ج ر ۶ ص ر ۳۷۵)

کھڑی ہوئی گھاس کی بیع بعض اعذار کی حالت میں:

سوال (۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں فقہ کی کتابوں میں بیع باطل وفاسد کے بیان میں لکھا ہوا ہے، کہ کھڑی ہوئی گھاس بیچنا درست نہیں ہے، جب کہ زمیندار نے قبل جمنے کے پانی نہ دیا ہو اور خود رو ہو، جو زمین قابل مزروعہ کے نہیں ہوتی، فراز نشیب ہوتی ہے، اور بارش میں ڈوب بھی جاتی ہے، اس زمین پر علی العموم گھاس جما کرتی ہے، اور زمیندار لوگ پانی تو نہیں دیتے، مگر اس کی نگرانی وحفاظت کرتے ہیں، اور سرکار مزروعہ سے کم لگان تشخیص کر کے مال گذاری بھی لیتی ہے، اور زمیندار کو اس کی مالگذاری دینی پڑتی ہے، اور جب کہ زمیندار کو چرائی لینا ناجائز ہے، تو ایسی صورت میں زمیندار بلاوجہ نقصان اٹھاتا ہے، اور گردونواح کے لوگ مویشیاں تجارتی رکھتے ہیں، یعنی گائے بھینس بکثرت پالتے ہیں، اور اس کا گھی اور دودھ اور بیل وبھینسا جو اس سے پیدا ہوتا ہے فروخت کرتے ہیں، اور چند روز کے بعد وہی مالکان مویشیاں اپنا استحقاق قائم کرتے ہیں، کہ عرصہ دراز سے بلا معاوضہ چراتے ہیں، مالک زمین کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے، زمیندار دو نقصان اٹھاتا ہے، ایک تو سرکار کو مالگذاری ادا کرتا ہے، دوسرے بعد چندے زمین پر اس کا کوئی استحقاق خاص بہ نسبت اور لوگوں کے باقی نہیں رہتا، بلکہ کسی وقت میں اگر زمین قابل مزروعہ کے ہو جاتی ہے، اور زمیندار

اس کو مزروعہ کرنا یا کرانا چاہتا ہے تو وہی مالکان مویشیان نالش فوجداری میں کرتے ہیں، اور بیچارہ بلاوجہ مفت پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور جس قدر ایسی زمین پرتی کے گردونواح میں کھیت رہتے ہیں، ان کھیتوں کو بھی مویشیان نقصان پہنچاتے ہیں، زمیندار مالگذاری سرکار کہاں سے ادا کرے، ایسی صورت میں زمیندار کو کیا چارہ کار ہے، یعنی اس زمین پرتی کی چرائی لینا اور بغرض تحفظ استحقاق آئندہ مویشیوں کو روکنا جائز ہے یا ناجائز، اور ایسی قسم کی زمین پرتی پر گھاس جمتی ہے، اور مویشیوں کو چرنے وغیرہ سے روکا جاتا ہے، اور حفاظت کی جاتی ہے، مگر زمیندار پانی نہیں دیتا، اور جب وہ گھاس بڑی ہو جاتی ہے اس کو گھاس کلاں اور کھر بھی کہتے ہیں، اور وہ دیہاتوں میں نہایت کارآمد ہوتی ہے، یعنی کل مکانات آدمیوں کے رہنے اور مویشیوں کے رہنے کے اور کل ضرورتوں کے مکانات اسی سے چھائے جاتے ہیں، علاوہ اس کے اور کوئی شئ ایسی نہیں ہے، کہ جس سے مکانات دیہات کے چھائے جائیں، اور وہ گھاس کلاں یعنی کھر قیمتی ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں پرتی زمین کی گھاس کی حفاظت کرنا اور بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز، اور اگر علی العموم پرتی زمین کی گھاس ہر شخص چروا دیا کرے، اور حفاظت نہ کرے تو دیہات میں مکانات چھانے کی ضرورت کیوں کر رفع ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو گھاس سیدھی کھڑی ہو جاوے یعنی تنہ دار ہو جیسے پولا جس میں سینکیں نکلتی ہیں، وہ ہر حال میں زمیندار کی ملک ہے، اور جو ایسی نہ ہو بلکہ زمین پر پھیلتی ہو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ اس شخص کے پانی دینے سے پیدا ہوئی ہے، تب بھی اس کی ملک ہے، اور جو از خود پیدا ہوئی وہ ملک نہیں، اور محض حفاظت سے ملک نہیں ہوتی، پس ایسی گھاس کا بدون کاٹے ہوئے بیچنا یا کسی کو اس کے لینے سے روکنا جائز نہیں اور مالگذاری دینے سے اس کا جواز لازم نہیں آتا، لان اخذ

الخراج ان کان بحق مظاہر وان کان بغیر حق فلان المظلوم لایظلم غیرہ۔

البتہ اگر مویشی کو اس میں چرنے کی اجازت دینے سے کوئی ضرر نہ ہو جیسا سوال میں لکھا ہے فی قولہ: وہی مالکان مویشیان، الخ، تو اس صورت خاص میں اس سے تو روکنا جائز ہے، لیکن بیع یا اجارہ جائز نہیں، بلکہ اگر مواشی والوں کو گھاس کی ضرورت ہو اور قریب موقع پر مفت گھاس میسر نہ ہو تو اس مالک گھاس سے کہا جاوے گا کہ یا تو گھاس چرانے کی اجازت دو یا گھاس کٹوا کر دو، البتہ اگر اجازت میں زمیندار کا کوئی معتد بہ ضرر ہو اور ممانعت میں عامہ کا معتد بہ ضرر نہ ہو تو امید ہے کہ فقہاء کے لکھے ہوئے حیلہ پر عمل کرنے میں ملامت نہ ہوگی، اور وہ حیلہ یہ ہے کہ جس زمین میں گھاس ہے اس کو کسی شخص کے ہاتھ کسی اور کام کے لیے اجارہ پر دیدیں، مثلاً اس میں مواشی کو کھڑا کیا کریں گے، ومثل ذلک، پس وہ دام کرایہ کے ہوں گے، گھاس کے نہ ہوں گے، کذا فی الدر المختار ورد المحتار باب البیع وباب الشرب۔ (ق: ج/۳ص/۶۲، ۶۳/ج/۶ص/۳۷۷، ۳۷۸)

پیسوں کا بدلہ روپیہ سے:

سوال (۹۰): بقال نقد روپیہ ۱۳½ ساڑھے تیرہ لے کر پیسے گنڈے دیتے ہیں اور ادھار ہو تو ۱۳¼ دیا کرتے ہیں، چوانی نہیں دیتے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: پیسے مبیع اور روپیہ ثمن قرار دینے سے یہ صورت جائز ہے۔ (ق: ج/۳ص/۷۵/ج/۶ص/۳۰۹)

کاغذی نوٹ کی ادائیگی میں کمی بیشی اور اعانت گئو سالہ:

سوال (۹۱): بندہ کے یہاں نمک کی تجارت ہوتی ہے، اور تین جگہ کارخانہ ہے، ایک آڑتی بہت معتبر مل گیا ہے، اس نے روپے بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال

فروخت ہو جاوے تو نوٹ بھیج دیتا ہے، ایک بار میرے ذمہ اس کے روپیے چاہتے تھے، بوجہ دیر میں پہونچنے روپے کے اس نے سود لگایا تو بندہ نے اس کو سود نہیں دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب میں سود لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں، اس لیے ہم معاملہ سود کا ہرگز نہیں کر سکتے، اس نے لکھا کہ ہم سود نہیں لیں گے، اور یہ بھی معاملہ طے ہوا کہ سود کا لین دین کبھی نہ ہوگا، البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے، مثلاً فی سیکڑہ دو آنے یا تین آنہ کاٹتا ہے، ان کے یہاں کٹ کی شرح مختلف اوقات میں مختلف طور سے معین ہوتی ہے، اور کچھ حصہ ہمارے روپے سے گئو سالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے، اور ہماری ہی تخصیص نہیں، بلکہ ان کے یہاں کا قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے، سو بندہ یہ بات دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونوں جائز نہیں معلوم ہوتے، اس کے بارے میں کیا کیا جاوے، اگر اس سے یہ کہا جاوے کہ یہ معاملہ ہم نہیں کریں گے تو وہ ہرگز نہ مانے گا، کیوں کہ نوٹ میں کمی ان کے یہاں سود میں شمار نہیں، اور گئو سالہ کی نسبت بھی نہیں مان سکتا، کیوں کہ صرف ہمارے لیے قانون جدید نہیں معین کرے گا، تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت کے موافق رہے، اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اگر وہ یہ معاملہ رکھے تو مجھ پر مواخذہ اخروی رہے گا یا نہیں، اور نوٹ میں کمی زیادتی صرف مسلمانوں کے درمیان ناجائز ہے، یا جب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہیں؟ جملہ امور کو مفصلاً تحریر فرما دیجیے؟

الجواب: نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے، اور حوالہ میں کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربو ہے، البتہ اگر بلا شرط و عرف ہو تو بعض صورتوں میں تاویل صلح کی ہو سکتی ہے، مگر اب ممکن نہیں، میری سمجھ میں تو اس کی تدبیر بجز اس کے کہ نقد روپیہ اس سے لیا جاوے اور کچھ نہیں آتی، یا اس پر یہ بات ثابت کر دی جاوے کہ ہمارے مذہب میں یہ سود ہے، یا اس کی کچھ آڑھت بڑھا کر حق ٹھہرا دیا جاوے، اور یہ کہہ

دیا جاوے کہ نوٹ برابر سرابر لیا جاوے گا، اور تمہاری کمی اس اضافہ سے پوری کر دی جاوے گی، اور یہ تدبیر غالباً سہل ہے، رہا گئوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپ کا مشتری ہوتا اور آپ اس کے بائع ہوتے تب تو تاویل حط ثمن کے یہ جائز ہو سکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہاں دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم لیکن آڑھتی وکیل ہوتا ہے، وہاں یہ تاویل ممکن نہیں، اس لیے میرے نزدیک اسے یوں سمجھا دیا جاوے کہ حق آڑھت اور حصہ گئوسالہ یہ اب مجموعہ حق آڑھت میں شمار کرنا چاہیے، پھر خواہ وہ بہی میں کسی طرح لکھے کچھ حرج نہیں۔ (ق: ج/ ۳ ص/ ۷۸ / ج/ ۶ ص/ ۱۹، ۲۱۸)

نوٹ سے گوٹہ خریدنے کے جواز کی تدبیر:

سوال (۹۲): عرض یہ ہے کہ آج کل نقد روپیہ نہیں ملتا ہے، ہر جگہ نوٹ کا چلن ہو گیا ہے، ہم لوگوں کو اکثر گوٹہ کناری خریدنا ہوتا ہے، جس کے عوض بجز نوٹ کے اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی، نہ اس شخص کے پاس روپیہ ہوتا ہے، کہ اس سے لے کر خرید لیں، اور یہ روپے کی عوض میں اس کو نوٹ دے دیں، جیسا کہ آپ نے کسی کتاب میں لکھا ہے، اس لیے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کے سوا اور کیا صورت کی جاوے، جس سے یہ معاملہ عندالشرع صحیح ہو جاوے؟

الجواب: یا تو تھوڑی دیر کے لیے کسی اور سے نقد روپیہ لے لیا جاوے، اور یا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی ایسی چیز کے عوض میں دست بدست گوٹہ کناری خریدا جاوے، جس کی قیمت اتنے روپیوں کی ہو مثلاً کسی کپڑے کے عوض میں، پھر اس کپڑے کو بعوض نوٹ کے خرید لیا جاوے، اگر دوسرے عاقد کو پہلے سے سمجھا دیا جاوے تو وہ اس طرح کرنے پر راضی ہو جاوے گا۔ (ق: ج/ ۳ ص/ ۷۹ / ج/ ۶ ص/ ۲۲۱)

نوٹ کے بدلہ چاندی خریدنے کا حکم:

سوال (۹۳): اگر پانچ روپیہ کی چاندی مجھ کو خریدنا منظور ہے اور میں نے

بجائے پانچ روپیے کے پانچ روپے کا نوٹ دے دیا، اور یوں کہا کہ اس نوٹ کو جو پانچ روپیے کا ہے، مجھ کو چاندی دیدو، اس نے نوٹ لے کر وزن میں ساڑھے سات روپیے بھر چاندی مجھ کو دی، یہ سود نہ ہوگا؟

الجواب: نوٹ سے چاندی خریدنا درست نہیں، اول اس نوٹ کو کسی سے بھنالے، پھر روپیے سے چاندی خریدے، اور ربو سے بچنے کی وہی مشہور تدبیر کرے کہ کم چاندی کی طرف پیسے ملائے۔ (ق: ج/۳ ص/۸۰/ ج/۶ ص/۲۴،۲۳)

نوٹ کے بدلے گنی فروخت کرنے کا عدم جواز اور جواز کا حیلہ:

سوال ۹۴: ایک مسئلہ درپیش ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً بمبئی میں ایک گنی رائج ہے، پندرہ روپے کی، اور اس گنی کا نرخ دہلی میں مثلاً سترہ روپیے ہے، اور کلکتہ میں چودہ روپیے، اور ایک نوٹ ہے پندرہ روپیے کا جو کہ سب جگہ ایک ہی طرح پر چلتا ہے، اب ایک شخص نے کلکتہ میں ایک گنی چودہ روپیے میں خریدی اور دہلی میں اس کو بعوض سترہ روپیے نوٹ کے بیچ ڈالا، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: قاعدہ سے تو جائز نہیں معلوم ہوتا، البتہ نوٹ والا اپنے نوٹ سترہ روپیے کے بیچ کر خواہ اسی گنی والے ہی کے ہاتھ بیچ ڈالے پھر ان روپیوں سے گنی دست بدست لے لے یہ درست ہے۔ (ق: ج/۳ ص/۸۰، ۸۱/ ج/۶ ص/۲۵)

سونے کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑوں اور گوٹے کی بیع ادھار ناجائز ہے۔

سوال ۹۵: میرے سچے گوٹے کی دکان ہے، جس میں بعض میں چاندی زائد ہوتی ہے، اور بعض میں ریشم زائد ہوتا ہے، تحقیق طلب یہ گذارش ہے کہ اس کو قرض اور تفاضلا بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا نہیں، یہاں کے بعض علماء فرماتے ہیں کا اس کو قرض وغیرہ بیچنا ناجائز ہے، اس کا حکم مطلقا چاندی کے مثل ہے، اور ریشم تو علیحدہ رہتا ہے، اس میں ملتا نہیں ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ گوٹہ کی بیع قرض اور کم

وبیش اس لیے جائز ہے کہ اس کی تکمیل ریشم سے ہوتی ہے، اور اس کو قرض اور نقد ہر طرح بیچنا جائز ہے، اب تردد ہے کہ کس پر عمل کروں حضور اقدس کے ارشاد گرامی کا منتظر ہوں اور اس پر آمادہ ہوں کہ اگر فی الحقیقت اس کو قرض خریدنا وغیرہ جائز نہیں تو گوٹہ کی دکان چھوڑ کر کوئی اور کام شروع کروں گا؟

الجواب: فی الدر المختار وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتٰى بِيعَ نَقْدٌ مَعَ غَيْرِهِ كَمُفَضَّضٍ وَمُزَرْكَشٍ بِنَقْدٍ مِنْ جِنْسِهِ شُرِطَ زِيَادَةُ الثَّمَنِ. فَلَوْ مِثْلَهُ أَوْ أَقَلَّ أَوْ جُهِلَ بَطَلَ وَلَوْ بِغَيْرِ جِنْسِهِ شُرِطَ التَّقَابُضُ فَقَطْ فی ردالمحتار عن التَّاتَارْخَانِيَّة بِخِلَافِ عَلَمِ الثَّوْبِ وَالْإِبْرَيْسَمِ فِي الذَّهَبِ فَإِنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ رأى لا يعتبر العلم فى الاول فيجوز. ولا يعتبر الابريسم فى الثانى فلا يجوز. لانه تبع محض. وفيه ايضا. حاصل هذا كله اعتبار المنسوج قولا واحدا. إلى قوله ومثله المنسوج بالذهب. فانه قائم بعينه غير تابع بل هو مقصود بالبيع۔

یہ روایات صریح ہیں عدم جواز میں، اور تصریح فقہاء کے مقابلہ میں ہمارا قیاس معتبر نہیں، لیکن اگر کم وبیش یا نسیئۃً معاملہ کرنے کا موقع پیش آ جاوے تو اس کا ایک حیلہ ہوسکتا ہے، کم وبیش میں تو دونوں طرف دو دو پیسے مثلاً ملا لئے جاویں اور نسیہ کی صورت میں اپنے پاس خریدار کو روپیہ قرض دے کر قیمت میں لے لیا، پھر وہ قرض اس کے ذمہ رہا۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۸۲، ۸۳ / ج ر ۶ ص ر ۲۸، ۲۲۹)

سنار کو زیور بنانے کے لیے روپیہ دے دینا:

سوال (۹۶): احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیاں پرانی بغرض فروخت دی تھیں، اور ذکر تھا کہ از سر نو بنیں گی، انہوں نے ان کو ۳۵ روپے کو فروخت کر کے

Scanned by CamScanner

سنار کو روپیہ دے دیا، اور کہہ دیا کہ اس میں تھوڑا سونا اور ڈال کر اتنے تولہ کی نئی بالیاں بنادے حساب بعد میں کر دیا جائے گا، چنانچہ اس نے اتنے ہی وزن کی بنا دیں یہ صورت نا جائز ہوتی ہے، ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں ۳۵ر جو پیشگی دیے گئے ہیں وہ سنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائیں، اور زیور دست بدست ۴۵ر کو خرید ا جائے، اس میں نسیہ نہ ہوگا، اب چونکہ ۳۵ر بذمہ سنار واجب الاداء ہیں، اس لیے وہ مقدار ساقط کر کے ۱۰ر اور اس کو دیدو، یا یوں کرو کہ ۴۵ر روپے نقد دے کر دست بدست اس سے زیور لے لو، پھر اپنے ۳۵ر کا مطالبہ اس سے کرو، اور ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہیں کہ سنار تمہاری طرف سے ۴۵ر روپیہ کا سونا خریدنے کے لیے وکیل ہے، ۳۵ر تم سے پیشگی لے چکا ہے، اور اس کا سونا اپنے پاس سے خرید لایا ہے، اس کا مطالبہ اب کرتا ہے، حضور اس میں کیا فتوی دیتے ہیں؟

الجواب: تاویل ثالث تو چل نہیں سکتی، کیوں کہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی، اور توکیل یہاں ہے نہیں، لہذا یہ بالیاں جدید سنار کی ملک ہوں گی، اور اب ان کی بیع جدید ہوگی، پس اگر وہ ۳۵ر بعینہ سنار کے پاس موجود ہیں، تو قرض کی تاویل نہیں ہوسکتی، کیوں کہ نہ تصریحا قرض دیا ہے نہ تصرف کی وجہ سے اس کے ذمہ دین ہوا، پس لابد امانت ہوگی، اور امانت میں روپیہ معین ہوتا ہے، تو عقد متعلق اس روپیہ سے ہوگا، اور وہ مجلس میں موجود نہیں تو نسیہ لازم آنے سے نا جائز ہوگا، پس جب نہ قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا، اس صورت میں صرف یہ صورت جائز ہو سکے گی کہ اپنی امانت اول واپس کر لے اور اس میں دس روپیہ اور ملا دے، اور دست بدست خرید لے، اور اگر وہ ۳۵ر اس کے ضمان میں داخل ہو گیا ہے، خواہ بوجہ صرف کر ڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کر دینے کے، تو البتہ وہ دین ہو گیا ہے، اس صورت میں تاویل اول چل سکتی ہے، اور تاویل ثانی بتکلف صحیح ہے۔ (ق: ج/۳ ص/۸۵ / ج/۶ ص/۳۱، ۳۲)

Scanned by CamScanner

بیع میں دھرم کھاتہ کی شرط:

سوال ⑨⑦: زید نے خالد کے ہاتھ کوئی شئ فروخت کی بایں الفاظ کی میں نے یہ صندوق مثلاً تمہارے ہاتھ فروخت کیا اس شرط پر کہ ہر سیکڑے پر ایک یا دو پیسہ اللہ خرچ کے واسطے ہم کو دو ورنہ میں نہیں دوں گا، اس قسم کی بیع وشراء شرعاً درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو دینے والے کا ثواب زیادہ ہے، یا خرچ کرنے والے کا، اور درصورت جائز ہونے کے یہ بھی علی التفصیل بیان فرمائیے، کہ یہ لینا دینا کسی خاص قوم کے ساتھ ہے یا عام ہے، کہ ہنود ہو یا مسلمان ہو یا کوئی کتابی ہو؟ مفصل بیان سے ممنون ومشکور فرمائیے؛ اور اس مال کے مصارف مسجد وگورستان ومدرسہ ہو سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو کس کس مقام میں صرف ہو سکتے ہیں؟

الجواب: چونکہ بیع میں بعد طے ہو جانے ثمن کے بھی ثمن میں زیادت درست ہے، اس لیے یہ صورت اس تاویل سے جائز ہو سکتی ہے، مگر اس تاویل کی بنا پر یہ ایک پیسہ یا دو پیسہ اس بائع کی ملک ہوں گے، اس کو اختیار ہوگا، خواہ اس مصرف میں صرف کرے یا صرف نہ کرے، اس پر کسی کا جبر نہ ہو سکے گا، اور جب اس کی ملک ہے تو ثواب اس کے صرف۔ کا صرف بائع کو ہوگا، مشتری کو نہ ہوگا، اور جب ملک ہے تو یہ اختیار بھی بائع کو ہے کہ جہاں چاہے صرف کرے، بشرطیکہ مصرف معصیت نہ ہو۔ (ق: ج/۳ص/۹۱، ۹۲/ ج/۶ص/۴۵، ۴۴۶)

سنار کو قیمت چاندی کی دینا:

سوال ⑨⑧: اگر کسی ہندو سنار کو دس روپے نقد اور آٹھ آنہ کے پیسے دے کر کہا کہ اس کی جس قدر چاندی آوے لا کر فلاں قسم کا زیور بنا دینا، اور اس زیور کی مزدوری بعد تیاری بارہ آنے دے دیں گے، اس معاملہ میں کوئی گناہ تو لازم نہیں آوے گا؟

الجواب: اگر دو امر کا یقینی اطمینان ہو تو جائز ہے، ایک یہ کہ سنار چاندی

اپنے پاس سے نہ لگا وے گا، دوسرے یہ کہ انہیں داموں سے خریدے گا بدلے گا نہیں، مگر چونکہ اس کا اطمینان مشکل ہے، اس لیے یہ بہتر ہے کہ ان دس روپے اور پیسوں کی چاندی خود خرید کر خواہ اس سنار سے یا دوسرے کسی سے خرید کر پھر اس سنار کو دیدے، اور بنوائی ٹھہرائے۔ (یکم جمادی الاولی: ۱۳۲۹ھ، تتمہ اولی، ص/۱۰۱/ ق: ج/ ۳ ص/ ۸۶،۸۵/ ج/ ۶ ص/ ۴۳۴،۴۳۳)

روئی کا مبادلہ کتے ہوئے سوت کے ساتھ ناجائز ہے:

سوال (۹۹): اکثر عورتیں چرخہ چلانے لگی ہیں، اور سوت کو روئی سے بدلتی ہیں، اس طور پر کہ سیر بھر سوت دے کر ڈیڑھ سیر روئی اس کے بدلہ میں لیتی ہیں، اور فاضل روئی ان کو جو آدھا سیر بدلہ میں ملتی ہے وہ اپنی مزدوری سمجھتی ہیں، اور جو اس طور کا معاملہ کرتے ہیں وہ بخوشی ادلا بدلا کرتے ہیں، اس طور کے ادلے بدلے میں سود تو نہیں ہوتا ہے، اور اگر سود ہوتا ہے تو پھر کون سی صورت اس سے بچنے کی اختیار کریں، اور اپنی محنت کس طور سے وصول کریں؟ اس کی کوئی صورت بچنے کی سہل بتلائی جاوے تا کہ ان کو اس مسئلہ سے آگاہ کر دیا جاوے، چونکہ اس طرف اس طور سے سوت کو روئی سے بدلنے کا رواج ہے، اس لیے چرخہ جو چلاتی ہیں ایسا ہی کرتی ہیں، اس میں ان کو نفع ہوتا ہے۔

الجواب: فی الهداية وَاخْتَلَفُوا فِي الْقُطْنِ بِغَزْلِهِ. قال العينى اى فى بيع القطن بغزل القطن متساويا وزنا قال بعضهم يجوز لان أصلها واحد وكلاهما موزون وقال بعضهم لا يجوز واليه ذهب صاحب خلاصة الفتاوى لان القطن ينقص اذا غزل فصار كالحنطة مع الدقيق۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئول عنہا جائز نہیں، صرف ایک حیلہ جواز کا ہو سکتا ہے، کہ سوت اور روئی کا مبادلہ نہ کریں، بلکہ سوت کو داموں کے عوض میں بیچیں، پھر ان داموں کے عوض روئی لے

Scanned by CamScanner

لیں، یا روئی کو داموں کے عوض بیچیں پھر ان داموں کے عوض سوت لیں۔ (۱۸ر رمضان: ۱۳۳۹ھ، تتمہ خامسہ: ص ر ۱۹۵ / ق: ج ر ۳ ص ر ۹۳ / ج ر ۳ ص ر ۴۹، ۵۰)

بیع معدوم کا عدم جواز:

سوال ⑩⓪: علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دو آنہ کی ایک چیز خریدی اس نے ایک روپیہ بائع کو دیا، اور بائع آٹھ آنے مشتری کو دیئے، بائع نے کہا کہ باقی چھ آنہ کچھ دیر کے بعد لوں گا، اور بائع غیر مسلم ہے، اب یہ بیچنا اور مابقیہ پیسوں کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فلوس مبیع ہیں، اور بیع معدوم جو چیز موجود نہ ہو اس کا فروخت کرنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، مگر بیع سلم میں چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے، البتہ اگر فلوس موجود ہوں گو قبضہ بعد میں ہو تو جائز ہے، لیکن عوام ان شرطوں کی رعایت نہیں کرتی، لہذا اس کو سرے سے منع کر دینا بہتر ہے۔ (۴ر ذی الحجہ: ۱۳۳۱ھ / ج ر ۳ ص ر ۹۵)

پھل خریدنے والے سے کچھ مقدار جنس (پھل) مقرر کرنا:

سوال ⑩①: جناب کے بہشتی زیور میں میں نے یہ مسئلہ دیکھا ہے کہ اگر بہار باغ بیع کی جاوے تو نقد قیمت کے ہمراہ کچھ مقدار آم کی بطور جنس لینے کے طے کر لی جاوے تو جائز ہے، پیشتر سے مجھ کو یہ علم تھا کہ قیمت کے ہمراہ جنس ناجائز ہے، لہذا مثلاً کسی شخص نے اپنا باغ بیع کیا مبلغ سو روپے کو، یعنی مشتری سے یہ کہا کہ کل بہار کے سو روپے لوں گا، اور دس من آم بھی اسی باغ کے تم سے بغیر قیمت کے لوں گا، گویا بالکل قیمت سو روپے نقد اور دس من آم ہوئے تو یہ جنس علاوہ نقد جائز ہوگی یا نہیں، امید کہ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جاوے گا، بینوا توجرا؟

الجواب: میں نے یہ مسئلہ ایک تاویل سے لکھا تھا کہ گویا یہ مقدار بیع سے مستثنیٰ ہوگئی، اور استثناء مبیع سے مقدار معلوم ومعین کا جائز ہے، اور اس کو لکھ کر ایک

محقق عالم صاحب الفتاوی کو بھی دکھلا لیا تھا، انہوں نے بھی موافقت فرمائی، مگر بعد چندے ایک دوسرے گذشتہ بزرگ کا فتوی اس کی ممانعت کا مجھ سے ایک ثقہ نے نقل کیا، اور وہ ممانعت بھی ایک قاعدہ پر مبنی معلوم ہوئی، وہ یہ کہ یہ کیا معلوم کہ پھل اتنا ہاتھ آ جاوے گا کہ اس میں سے اس قدر دے سکے گا تب سے اس مسئلہ میں تردد ہو گیا، بہتر یہی ہے کہ یہی سوال و جواب دیوبند سہارنپور بھیج کر مسئلہ کی تنقیح کر لی جاوے، اس وقت تو یوں سمجھ میں آ رہا ہے کہ اگر یہ مقدار اس قدر ہو کہ یقیناً مل جاوے گی اور کوئی نزاع نہ ہوگا، تو کچھ حرج نہ ہوگا، ورنہ منع کیا جاوے۔ (۲۷ر جمادی الثانیہ: ۱۳۳۲ھ تتمہ ثانیہ: ص ر ۱۵۰ / ق: ج ر ۳ ص ر ۹۷ / ج ر ۶ ص ر ۴۵۹)

پھلوں کی بیع میں بعض پھل کی شرط کا جواز:

سوال (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بہار باغ سو روپیے میں فروخت کی مشتری نے پچاس روپیے نقد وقت بیع کے دیدئے، اور پچاس روپیے کا اختتام بہار پر وعدہ کیا، یہ روپیہ جو اختتام بہار پر دیا جائے گا اس پر بائع مشتری سے روپیہ سیکڑہ ڈالی کے آم لے گا یہ آم لینے جائز ہیں یا نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ کل روپیہ بوقت بیع لے لیا، اس پر بھی کسی قدر آم مشتری سے لیے جاتے ہیں، لیکن اس صورت میں روپیہ سیکڑہ نہیں لیا جاتا ہے، بلکہ اس سے کم جو طے ہو جائے یہ جائز ہے یا نہیں، ڈالی کے قائم کرنے نہ کرنے میں ثمن کی کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔

الجواب: یہ اس تاویل سے جائز ہو سکتا ہے کہ جتنے انبہ مقرر ہوئے ہیں، گویا یہ بیع سے مستثنی ہیں اور استثناء میں مستثنی کا اسی طرح معلوم ہونا چاہیے، کہ متبایعین میں نزاع نہ ہو، سو اگر ایسی ہی تعیین ہو جاوے تو گنجائش ہے، اور ہر چند کہ آم ذوات القیم ہیں، لیکن بضرورت تعامل ان کے اشجار کی تعیین سے جو تقارب ان کے احاد

میں ہے اس سے وہ ملحق بذوات الامثال ہو سکتا ہے۔ (۲۹ رجب ۱۳۳۱ھ: حوادث اول وثانی: ص ر ۱۰۸ / ق: ج ر ۳ ص ر ۹۸، ۹۹ / ج ر ۶ ص ر ۳۶۱)

جو کتاب اپنے پاس نہ ہو اور فہرست میں درج کردی جائے اس کا حکم:

سوال (۱۰۳): کتاب موجود نہ ہو فہرست میں اس کا نام ڈال دینا کہ اہتمام کر کے فرمائش پر دیدیں گے، جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: یہ معاملہ اس تاویل سے صحیح ہو سکتا ہے کہ فرمائش کو ایجاب نہ کہا جاوے، کیوں کہ اس وقت مبیع ملک بائع سے معدوم ہے، بلکہ بائع کی روانگی کو ایجاب اور صاحب فرمائش کے وصول کو قبول کہا جاوے، البتہ اس پر یہ التزام کرنا پڑے گا کہ اگر صاحب فرمائش وصول نہ کرے بلکہ واپس کردے تو بائع اس پر جبر نہیں کرسکتا۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۱۳۵)

سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا:

سوال (۱۰۴): سرکاری درخت جو سڑک کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں جس وقت خشک ہوجاتے ہیں نیلام کردیئے جاتے ہیں اور ان کی قیمت بحق سرکار داخل خزانہ ہوجاتی ہے، ایسے درخت یا عام طور پر کل سرکاری چیزوں کے لیے قانوناً ممانعت ہے کہ کوئی سرکاری ملازم خواہ کسی مرتبہ اور حیثیت کا ہو نیلام نہ خریدے، اگر کسی افسر نیلام کنندہ نے بلا رورعایت ایک درخت کو نیلام کیا، اور جلسہ عام میں جتنی قیمت اس کی بولی میں آسکتی تھی، وہ بولی گئی، اور پھر اس نے اخیر قیمت پر کچھ اضافہ کر کے دوسرے کے نام سے بولی بلوائی اور خود خرید لیا یعنی اتنی قیمت پر خریدا کہ پھر اس سے زیادہ کسی نے نہیں قیمت بڑھائی تو کیا اس نیلام کنندہ کا یہ فعل شرعی طور پر جائز ہوگا یا نہیں، اور اگر وہ ایسا کرچکا ہے تو اس درخت خرید شدہ کے ساتھ اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: جب ممانعت ہے تو خریدنا جائز نہیں، البتہ یہ درست ہے کہ کوئی

Scanned by CamScanner

اور خریدا گیا ... اس سے خریدا ہے مگر اس خریدار کے قبضہ میں تا ہنوز نہیں ہے ... اور ... اس کے قبضہ میں ہے ... (۲۹ ۱۳۱۱ھ/ج ۳ ص ۱۱۳)

باب الربوٰ

منی آرڈر کی تحقیق:

سوال (۱۰۵): منی آرڈر کے ذریعہ سے جو روپیہ روانہ کیا جاتا ہے تو یہ معاملہ تو اجارہ ہے کیوں کہ بعینہ وہ روپیہ نہیں پہنچتا اور نہ قرض اس صورت میں منی آرڈر کرنا کیوں کر درست ہوگا اور اگر منی آرڈر کرنا درست نہ ہو تو اس میں حرج عظیم ہے کیوں کہ ہنڈی اگر لکھائی جاوے تو اول اس کا لکھانا مکروہ ہے اور اگر نوٹ بھیجا جاوے تو وہ بوجہ اکثر ضائع ہو جاتی ہے علی ہذا القیاس نوٹ اور اکثر دفعہ بیمہ پر بھی نہیں ملتی ہے پس اس صورت میں نہایت مشکل ہے، اور اگر تھوڑی رقم مثلاً پانچ روپیہ سے کم روانہ کرنا ہو تو اس کا نوٹ مل سکتا ہے نہ ہنڈی، اس صورت میں بجز اس کے اور کیا صورت ہوگی کہ بھیجنے والا خود روپیہ لے کر جاوے، اور اس میں نہایت تنگی ہے تو اس صورت میں کیا کیا جاوے؟

الجواب: منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دو معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے اس لیے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

(۹ رشوال: ۱۳۳۲ھ/ق: ج ۳ ص ۱۴۶)

ربوا کے باب میں عموم بلوی موثر نہیں:

سوال (۱۰۶): بمبئی سے مال منگانے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، (۱) خود جا کر خریدا جاوے (۲) مالک دوکان سے بذریعہ خط منگایا جاوے (الف) روپیہ پیشگی بھیج

کر (ب) بذریعہ وی پی پہلی صورت میں تو وہاں کے ایام قیام و آمد و رفت میں اس قدر خرچ و حرج ہوتا ہے کہ نفع اس قدر محتمل نہیں، یہ صورت بوجہ فوت غرض تجارت نہیں اختیار کی جاسکتی، دوسری صورت میں مالک دوکان فرمائش کی سماعت نہیں کرتا، کیوں کہ اس کا رواج نہیں ہے کہ ان لوگوں سے اس ذریعہ سے کوئی چیز خریدی جاوے، لہذا صرف تیسری صورت متعین ہوگئی، اس کی صورت (الف) میں اکثر نقصان ہوتا ہے، کیوں کہ جب روپیہ ان کے ہاتھ میں پہونچ جاتا ہے تو جیسا مال چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں، اور وہ خواہ مخواہ لینا پڑتا ہے، اس میں بھی نقصان ہوتا ہے، جس سے تجارت کی غرض (نفع) فوت ہوجاتی ہے، صورت (ب) میں کوئی تجارتی خدشہ نہیں کیونکہ مال آنے پر دام دینا پڑے گا، واپس کردینے کا اختیار باقی رہتا ہے، لیکن اس صورت میں بینک میں منجملہ دوسرے مدوں کے ایک مد آڑھت اور ایک سود کی بھی ہوتی ہے، کیوں کہ دلال یا تو قرض لے کر یا مالدار ہوئے تو اپنے پاس سے مال روانہ کرتے ہیں، اور اس روپیے کا سود لگا لیتے ہیں، آج کل علی العموم جس قدر بڑی بڑی تجارتیں ہیں ان میں ضرور سود دینا پڑتا ہے، اور کوئی صورت بجز ترک تجارت اس سے مفر کی نہیں ہے، آیا اس صورت میں بوجہ عموم بلوی اس طرح کا سود لینا جائز ہوگیا یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: عموم بلوی حلال وحرام میں موثر نہیں ہوتا، محض اس وجہ سے سود دینا جائز نہیں ہوسکتا، اگر ایسا حیلہ کیا جاوے کہ دلال سے سمجھا دیا جاوے کہ ہم کو بجائے سود کے عنوان سے اطلاع دینے کے اس عنوان سے لکھا کرے کہ ہم اصل میں اس قدر زیادت کرتے ہیں، اور یہ تاجر اس کو قبول کرلیا کرے، تو اس میں جواز کی گنجائش ہے، کیوں کہ بعد تمام عقد کے زیادتی فی الثمن بتراضی متعاقدین جائز ہے، مگر شرط اس میں یہ ہے کہ دلال مال خرید کر اس تاجر کے ہاتھ فروخت کیا کرے۔

(۸ رجمادی الاخری: ۱۳۳۲ھ /ق: ج ر ۳ ص ر ۷۶، ۱۷۷)

Scanned by CamScanner

جن محکمہ میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی حصہ کٹ جاتا ہے اور پھر سود کے ساتھ ملتا ہے اس کا حکم:

سوال (۱۰۷): بعض محکموں میں گورنمنٹ جبراً تنخواہ سے کچھ کاٹ لیتی ہے، اور جتنا کاٹتی ہے، قریب قریب اتنا ہی اپنے پاس سے بنام سود جمع کرتی رہتی ہے، پھر پنشن کے بعد وہ سب روپیہ ملتا ہے، درمیان میں اگر کوئی ضرورت واقع ہو تو تین ماہ کی تنخواہ کی مقدار تک مل سکتا ہے، جس کو ۲۴ ر ماہ میں باقساط وصول کرلیا جاتا ہے، لیکن سود بھی دینا پڑتا ہے، لیکن وہ سود بھی اسی کے حساب میں لگا دیا جاتا ہے، تاکہ روپیہ نکالنے کی وجہ سے جو سود میں کمی واقع ہوگئی تھی، وہ پوری ہوجاوے، اور روپیہ نکالنے کی وجہ سے اس رقم میں کوئی فرق واقع نہ ہو جو پنشن کے ملے گی، شرعاً اس طرح روپیہ نکالنا جائز ہے یا نہیں، کیوں کہ اس میں سود دینا پڑتا ہے، گو وہ اپنے ہی حساب میں جمع ہوجاتا ہے؟

الجواب: اس سوال میں دو جز قابل تحقیق ہیں، ایک اپنی تنخواہ کی رقم پر گورنمنٹ سے سود لینا، سو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لیے ایسے شخص کو خصوصیت کے ساتھ گنجائش ہے، جس کی تنخواہ جبراً وضع کرلی جاوے، دوسرا جزو جو رقم درمیان میں لی جاتی ہے، اس پر سود دینا سو یہ اس مسئلہ مختلف فیہا میں تو داخل نہیں، کیوں کہ وہ مسئلہ اخذ سود کا ہے، اور یہ اعطاء سود ہے، جس کی حرمت متفق علیہا ہے، لیکن اس میں ایک تاویل ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ یہ شخص گورنمنٹ سے قرض نہیں لیتا، بلکہ اس کا جو قرض گورنمنٹ کے ذمہ ہے، اس کے ایک حصہ کا مطالبہ کرتا ہے، جس کا اس کو شرعاً حق ہے، پھر جس وقت اس رقم کو واپس کرتا ہے، یہ واپسی ادائے قرض نہیں بلکہ مثل دیگر رقم جمع شدہ کے یہ بھی گورنمنٹ کو قرض ہی دیتا ہے، اور جب واپس کردہ رقم خود اس کی ملک ہے اور سود ہوتا ہے، دوسرے کی مملوکہ رقم پر، اس لیے یہ جو سود کے نام سے دیا گیا ہے، سود نہیں ہے، پس اس کا دینا سود بھی نہیں اس لیے اس کو ناجائز نہ کہا

جاوے گا، بلکہ اخذ مذکورہ کی حلت تو مختلف فیہ بھی ہے، اور اس اعطاء کی حلت اس تاویل پر متفق علیہ ہوگی، البتہ پھر اس رقم پر جو اخیر میں گورنمنٹ سے سود لیا جاوے گا وہ پھر اخذ مختلف فیہ ہوگا، کما سبق واللہ اعلم۔ (۱۲ر شوال: ۵۲ ۱۳ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۱۵۲)

ڈگری کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں:

سوال ⑩⑧: شکل مندرجہ نمبر: ۱ ر کے ڈگری کو مدعی بقدر اصل ڈگری یعنی اسی روپے کو ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، خود تو سود نہیں لیتا ہے، لیکن اس کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ سود لے گا یا اس سے نفع لیوے کسی سبب سے اس کے ہاتھ یہ ڈگری فروخت کرتا ہے آیا اس بائع پر کوئی مواخذہ ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر یہ بائع مشتری سے حکم شرعی سے اطلاع کر کے خیر خواہانہ منع کر دے پھر بائع سبکدوش ہو جاوے گا، مگر خود ڈگری کا فروخت کرنا ہی محل کلام ہے، کیوں کہ روپیہ روپیہ کا مبادلہ بیع مشروط ہے، دست بدست ہونے کے ساتھ، اور یہ یہاں مفقود ہے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ یہ بائع اس مشتری سے اسی روپے قرض لے، اور مشتری سے کہے کہ ہمارا اتنا قرض فلاں مدعی علیہ کے ذمہ آتا ہے ہم تم کو اس پر حوالہ کرتے ہیں، تم اس سے صول کر لو، اس طرح درست ہے، مگر اس میں ایک مشکل شرط یہ ہے کہ وہ مدعی علیہ بھی بخوشی اس معاملہ سے رضامند ہو، اور اگر وہ رضامند نہ ہو تو ایک اور تدبیر یہ ہے کہ یہ بائع اس مشتری سے قرض لے کر اس کو وکیل بنا دے کہ تم مدعی علیہ سے وصول کر لو، اور وصول کرنے کے بعد تم اپنے قرضہ میں رکھ لو اس طرح درست ہے۔ (۱۰ر صفر: ۲۹ ۱۳ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۱۶۹)

موروثی کاشتکار سے زیادہ کرایہ کی شرط لگانا:

سوال ⑩⑨: جہاں میں ملازم ہوں اس ریاست میں لین دین سود کا ہوتا ہے، اور مجھ کو بھی حسابات سود کے مرتب کرنے ہوتے ہیں، اور بسا اوقات وصول کرنا بھی

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے، اس وجہ سے غالباً یہ ملازمت میرے واسطے جائز نہیں ہو سکتی، سوال یہ ہے کہ اگر محض کاشتکاران دخیل کاران ہی سے زائد رقم بقدر گنجائش وصول کی جاوے تو جائز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: ایک طرح درست ہے وہ یہ کہ ان دخیل کاروں سے قبل تخم ریزی زبانی ہی یہ کہہ دیا جاوے کہ آج سے ہم اپنی زمین کا کرایہ اتنا لیں گے، اگر منظور نہ ہو چھوڑ دو مثلاً وہ زمین اس وقت پچاس روپیہ لگان پر ہے ہم اس سے یوں کہیں کہ آپ سے سو روپیہ لگان لیں گے، بس اس کے بعد اگر اس نے کاشت کیا تو شرعاً اس پر سو روپیہ واجب ہوں گے، یہ سو روپیہ جس نام سے بھی ہم وصول کر سکیں حلال ہے۔ (ق: ج ۳ ص ۳۰۵)

حربیوں کو سود دینا:

سوال ⑪⓪: حربیوں کو سود دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: کتب فقہیہ مین عبارتیں عام واقع ہوئی ہیں، جو سود لینے اور دینے دونوں کو شامل ہے، مثلاً لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ (توجیہ) میں سود دینے کو بھی لکھا ہے، اس وقت فقیر کو یاد نہیں ہے، لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ حربیوں سے سود لینا اس وجہ سے حلال ہے کہ مال حربی مباح ہے، اگر اس دوران عہد شکنی نہ ہو اور حربی چونکہ خود بخود دیتا ہے، اس لیے بلا شبہ حلال ہے، اور حربی کو سود دینا اس وجہ سے حلال ہے کہ مسلمان کو حرام کھلانا درست نہیں ہے، اور ان کو بذریعہ سود کوئی چیز دے کر حرام کھلانا اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کہ وہ حرام کھائے۔ (ج ۳ ص ۳۱۲)

منی آرڈر کا حکم اور منی آرڈر کے متعلق بعض شبہات کا حل:

سوال ⑪⑪: زید اور عمرو میں منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے میں گفتگو

ہے، زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے، اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے، عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت میں داخل نہیں اس لیے ناجائز ہے، زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت میں داخل ہے، اور داخل ہونے کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمال سے کام لے اور اجرت پیشگی دیدے تو جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے میں اور حمال سے کام لینے میں اور پیشگی اجرت دینے میں فرق ہے، پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ منی آرڈر میں تو شرط ہے کہ روپیہ پہنچانے کی اجرت پیشگی لے لی جاوے، اور حمال کو پیشگی اجرت دینا شرعا یا عرفا تقاضہ نہیں کرسکتا، اور منی آرڈر تو اس وقت تک روانہ ہی نہیں ہوسکتا جب تک پیشگی اجرت نہ دے، اس کے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ عمرو ایک اور بھی بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہیں کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اس کا امین ہے، اگر حمال سے وہ بوجھ کھو جاوے تو تاوان نہ لیا جاوے گا جیسا کہ امین سے نہیں لیا جاتا، اور منی آرڈر کا روپیہ ڈاک خانہ والوں کے پاس سے کھو جاوے تو اس کا تاوان لیا جاتا ہے، اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھو جاوے تو تاوان دے گا، اس کے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی نہیں صحیح کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اس کا امین ہے، اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت میں دی جائے بعینہ وہی واپس کرے، اور منی آرڈر میں سب جانتے ہیں کہ وہی روپیہ بعینہ نہیں ملتا بلکہ اس کے مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے، زید کہتا ہے کہ عموم بلوی ودفع حرج اور تعامل علماء وصلحاء کی وجہ سے بعض ناجائز چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں، اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیوں کرناجائز ہوگا،

Scanned by CamScanner

مثلاً غلہ کی بالیوں کو بیلوں سے پامال کراتے ہیں اور بیل اس میں بول و براز کرتے ہیں، اس کو سب جانتے ہیں، پھر عموم بلوی دفع حرج اور تعامل علماء وصلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے اس کو سب حلال جانتے ہیں اور اس غلہ کا سب استعمال کرتے ہیں، اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض ناجائز ہوتو جائز ہوجائے گا، اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمائیے، اور قول فیصلہ ارشاد فرمائیے، تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

الجواب: قاعدہ کلیہ ہے الاقراض تقضی بامثالہا، اور منصوص ہے کہ قرض میں کمی بیشی کی شرط ربوا ہے، اب سمجھنا چاہیے کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاک خانہ میں داخل کیا جاتا ہے وہ امانت ہے اور اہل ڈاک اجیر، یا قرض ہے اور اہل ڈاک مستقرض سو چونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہیں بھیجا جاتا، اور نیز قانون ہے کہ اگر ڈاک خانہ سے وہ روپیہ اتفاقاً ضائع ہوجاوے تو اہل ڈاک اس کا ضمان دیتے ہیں، ان دونوں امر سے معلوم ہوا کہ وہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے، جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے، پس فیس بھی جزو قرض ہوا، اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے، اس لیے قرض میں کمی بیشی لازم آئی، یہ وجہ اس کے ممنوع ہونے کی ہے بلکہ اگر یہ فیس بھی نہ ہوتب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فهو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل **سفتجہ** ہوکر مکروہ ہے، فی الدر المختار کتاب الحوالة و کرهت **السفتجة** اور **چونکہ** یہ عقد اجارہ نہیں ہے، جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا اس کو کوئی مس نہیں، **کما ہو ظاہر اور** عموم بلوی طہارت ونجاسات میں موثر ہے نہ حلت وحرمت میں اور **تعامل اس کو نہیں کہتے ہیں**، بلکہ وہ ایک قسم اجماع کی اور اس میں شرائط اجماع کا پایا **جانا ضروری ہے، منجملہ اس** کے یہ بھی کہ علماء عصر واحد بلانکیر اس کو قبول کرلیں، متنازع **فیہ میں یہ امر مفقود ہے، اس** لیے یہ تعامل نہیں ہے، ایک رواج عامیانہ ہے جو شرعاً حجت نہیں، اس سے سب نظائر مذکور زید کا جواب نکل آیا، واللہ اعلم، البتہ بہت عرق

Scanned by CamScanner

ریزی سے اس قدر تاویل کی گنجائش ہوسکتی ہے، کہ فیس کو اجرت کتابت وروانگی فارم کی کہا جاوے، اس سے حرمت تفاضل تو دفع ہو جاوے گی، مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہے گی۔ واللہ اعلم۔ (۱۸/ ذیقعدہ: ۱۳۲۰ھ/ ج/ ۳ ص/ ۱۴۳ تا ۱۴۴)

قرضۂ جنگ میں دوسرے سے روپیہ داخل کرانے کی ایک صورت:

سوال (۱۱۲): میرے سے قرضۂ جنگ میں دوسو روپے کی طلبی ہے ایک بقال نے یہاں یہ کر رکھا ہے کہ بیس روپے فی صدی لے کر دینے والے کی طرف سے روپیہ سرکار میں داخل کر دیتا ہے اور وہاں سے خود ہی وصول کر لے گا، یعنی سرکاری دستاویز اپنے نام کی لیتا ہے اس کی بابت کیا حکم ہے، یہ عقد کر کے اس سے روپیہ داخل کرادوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: یہ عقد ایک تاویل سے آپ کے لیے جائز ہے، وذلك التاويل عن هذا الدفع وان كان ربوا صورة لكنه رشوة ويجوز دفعها للتوقى عن مثل هذا الاستقراض الذى هو الزام لما لا يلزم وايجاب للتبرع۔ (۳/ شعبان: ۱۳۳۵ھ/ ج/ ۴ ص/ ۳۶۶)

ادھار روپیہ کے بدلہ میں ادھار غلہ کا معاملہ:

سوال (۱۱۳): ایک کاشتکار کے ذمہ کسی کا روپیہ چاہتا تھا اس کاشتکار نے یہ کہا کہ میں بعوض روپیہ کے فصل میں اس نرخ سے غلہ دیدوں گا، جس کی مقدار دس من پختہ ہوئی، جب فصل آئی تو اس نے غلہ نو من دیا، باقی کو کہہ دیا کہ فصل آئندہ میں دوں گا تو یہ درست ہے یا نہیں، اور بعوض اس غلہ کے دوسرا غلہ دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بیع الکاری حدیث وفقہ میں منہی عنہ ہے، اس لیے وہ عقد اول ہی جائز نہیں ہوا کہ میں بعوض روپے کے فصل میں اس نرخ سے غلہ دیدوں گا، بلکہ اس مبادلہ کے جواز کی صورت صرف ایک ہی ہوسکتی ہے، کہ جتنے روپے کے عوض میں

Scanned by CamScanner

جس قدر غلہ ٹھہرا ہے وہ اسی مجلس میں تسلیم کر دیا جاوے، ورنہ ناجائز ہے، جب عقد اول ہی صحیح نہیں تو عقد ثانی تو اسی پر مبنی ہے وہ کیسے جائز ہوگا۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۳۰۶)

کاشتکار موروثی سے سود لینے کے جواز و عدم جواز کا حکم:

سوال ⑪⑭: یوپی کے اضلاع میں قانون موروثی جاری ہے یعنی کاشتکار کو حق دیا جاتا ہے کہ زمیندار کی زمین سے اپنی کاشت نہ چھوڑے، لیکن اس کا لگان غیر موروثی زمین کے مقابلہ میں بہت ہی کم دلایا جاتا ہے، لیکن نالش کی صورت میں گورنمنٹ لگان پر سود دلاتی ہے، پس اگر زمیندار موروثی زمین کے لگان کی کمی کو سود کے نام سے کاشتکار پر نالش کر کے کاشتکار سے وصول کرے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: منافع کا تقوم موقوف ہے عقد اجارہ پر اور صورت مسئول عنہا مین عقد پایا نہیں گیا، لہذا ابناء مذکور فی السوال پر لینا جائز نہیں، صرف ایک صورت جواز کی ہوسکتی ہے وہ یہ کہ کاشتکار سے تصریحاً کہہ دیں کہ موجودہ لگان پر (مثلاً دس روپئے) ہم زمین دینے پر راضی نہیں اگر اتنا لگان (مثلاً بیس روپئے) دینا ہو تو زمین کاشت کرو ورنہ چھوڑ دو، اگر اس کے بعد وہ کاشت کرے گا، تو بیس روپئے کے لگان کو وہ تسلیم کرلے گا، اور اس پر بیس روپئے واجب ہوجاویں گے، اس وجوب کے بعد پھر اپنا حق واجب جس عنوان سے بھی ہو وصول کرے گا، وہ رقم مباح ہوگی۔

(۴ر جمادی الاولی: ۱۳۰۳ھ/ ج ر ۳ ص ر ۵۲۵)

باب الوکالۃ

قرض وصول کرنے والے وکیل سے پہلے ہی مقدار قرض قبضہ کرلینا:

سوال ⑪⑮: کسی شخص کو اپنے قرض وصول کرنے کو ایک شخص کو وکیل بنایا اور اطمینان کے واسطے اول اس سے روپیہ لے لیا، بعد وصول ہونے کے وہ مجرا دیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بایں تاویل جائز ہے کہ اس وکیل سے اس نے قرض لے لیا پھر اس نے وصول کر کے محسوب کر دیا۔ (۲ر شعبان: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۱۷، ۲۱۸۔ جدید: ج ر ۷ ص ر ۲۳۹)

وکالت کے پیشہ کے جواز کی توجیہ اور شرائط:

سوال (۱۱۶): حضور نے در بارہ وکالت احقر کے استفسار پر تحریر فرمایا تھا کہ اگر موکل سچا ہے، تو مظلوم ہے مظلوم کی نصرت واجب ہے، واجب پر اجرت لینا ناجائز ہے، اور اگر جھوٹا ہے تو ظالم ہے، ظالم پر نصرت حرام ہے، اور حرام پر اجرت لینا بھی حرام ہے، لیکن اگر وکالت کی فیس کو واجب یا حرام کی اجرت نہ کہا جاوے بلکہ مثل نفقہ قاضی یا حاکم کے اس کو بھی نفقہ کہا جاوے، تو جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں، اور اگر یہ تاویل نہ چل سکے تو پھر یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ وکیل نصرت کی اجرت نہیں لیتا ہے، کیوں کہ غایت مافی الباب وکیل پر موکل کو قانونی مشورہ دے دینا واجب ہوگا، اب موکل کو چاہیے کہ اس کے مشورہ کے موافق عمل کرے، اگر خود عمل کرنے پر قادر نہیں ہے، تو وکیل اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، باوجود اس کے وکیل کو عدالت میں لے جانا اور اپنے کام کے لیے محبوس رکھنا یہ غالبا متقوم عند الشرع ہوسکتا ہے، اس میں بھی کسی قدر اس کی تائید ہوسکتی ہے کہ بسا اوقات ایک مقدمہ میں کئی کئی وکیل کرتے ہیں، جن میں سے بعض گفتگو کرتے ہیں اور بعض خاموش بیٹھے رہتے ہیں، جب عدالت کا وقت ختم ہوجاتا ہے چلے جاتے ہیں، اب ان وکیلوں نے جنہوں نے خاموشی کی حالت میں عدالت کے وقت کو پورا کردیا، باوجویکہ مقدمہ میں نصرت نہیں کی مگر فیس لے لی، اس سے معلوم ہوا کہ محض حبس کی فیس لی ہے، ورنہ ان کو کچھ نہیں ملنا چاہیے تھا، کیوں کہ مقدمہ میں نصرت نہیں کی، آیا اس تاویل سے وکالت جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: سائل نے جو توجیہات اس کے حبس کی لکھی ہے وہ کافی ہیں، اور

ان سب سے سہل تر توجیہ یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حرمت استیجار مخصوص ہے طاعت مختصہ بالمسلم کے ساتھ، اور نصرت مظلوم منجملہ طاعات عامہ کے ہے، پس اس میں اس حرمت کا حکم نہ کیا جاوے گا، حاصل یہ کہ پیشۂ وکالت فی نفسہ جائز ٹھہرا، مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو۔ (ق:ج ر ۳ص ر ۳۱۹/ جدید:ج ر ۷ ص ر ۲۴۶،۲۴۷)

باب الحوالہ

نقد کم روپے کو ادھار زیادہ روپے کے بدلہ میں دینا:

سوال ﴿۱۱۷﴾: زید نے بعوض کچھ اپنے گذشتہ حساب کتاب کے مثلا چارسو پچاس روپے نقد کے دلا پانے کی ڈگری ایک انگریز پر باقاعدہ حاصل کرلی ہے، انگریز چند ماہ میں بالاقساط مبلغان مذکور ادا کرے گا، زید چونکہ کسی دور دراز جگہ کا باشندہ ہے، یہاں مقیم نہیں رہ سکتا، لہذا وہ کسی دوسرے شخص مثلا خالد کو جو یہاں کا مقیم ہے، وہ ڈگری مذکور بدیں شرط حوالہ کرتا ہے، کہ خالد اس کو مثلا دوصد روپیہ نقد یکمشت ابھی ادا کردے اور بعد میں دوصد پنجاہ روپیہ بالاقساط وصول کرکے اپنے قبضہ وتصرف میں لاوے زید کو اس رقم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا، آیا خالد جو یہاں مقیم ہے، زید کی شرط مذکورہ بالا کو شرعا لینے کا مجاز ہے، یا نہیں، اس دادوستد کاروائی میں کوئی امر خلاف شریعت تو نہیں ہے؟

الجواب: یہ تو جائز نہیں، مگر یوں کرے کہ خالد کو وکیل بنادے کہ تم اس انگریز سے تقاضا کرکے وصول کرو، اور اڑھائی سو روپے اس کام پر تمہاری اجرت ہے، اور دوسو روپیہ تم ہم کو قرض دیدو، وہ بھی وصول کرکے اپنے قرضہ میں رکھ لینا۔

(۶ ر ربیع الاول: ۱۳۳۱ھ/ ق:ج ر ۳ص ر ۳۲۲)

باب الاجارۃ

شاگرد سے شیرینی یا اس کا پیسہ وصول کرنے کا حکم:

سوال ﴿۱۱۸﴾: ہمارے یہاں جتنے سینے والے ہیں سب نے یہ مقرر کررکھا ہے

کہ جو کوئی شاگرد کرے اس شاگرد سے دس روپیہ کی مٹھائی لے کر سب سینے والوں کو تقسیم کرے چاہے وہ خوشی سے دے یا ناراضی سے دے، مگر ضرور لینا چاہیے، یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس طرح جائز نہیں البتہ اگر یہ ٹھہر جاوے کہ اتنے روز تک اور اتنے وقت تک سکھانے کی اجرت ہم دس روپے یا دس روپے کی چیز لیں گے، اس طرح جائز ہے، پھر اتنے دنوں سکھلانا پڑے گا، مگر پھر یہ روپیہ یا چیز اس شخص کی ملک ہوگی، تقسیم کرنا واجب نہیں ہے، چونکہ دوسروں کا مانگنا ظلم ہے، اور تقسیم اس ظلم کی اعانت ہے، اس لیے تقسیم کے جواز میں بھی شبہ ہے۔ (قرب: ۷، ۱۳۳۳ھ/ج ۳ ص ۳۴۷)

کھیتی کے کٹائی کی اجرت اسی میں دینا:

سوال ⑪⑨: کھیتی کٹوانے میں آج کل یہی عرف ہے کہ کاٹنے والے کو اسی کھیت کٹے ہوئے سے کچھ دیتے ہیں، پس یہ اجارہ بسبب جہالت اور اجرت ہونا اس چیز کا جو اجرت لینے والے کے ہاتھ سے تیار ہوتی ہے فاسد ہونا چاہیے، پس اس کے متعلق امور ذیل کا جواب ارشاد فرمائیں۔

(۱) یہ اجارہ فاسد ہے یا نہیں اگر نہیں تو دلیل کیا ہے۔

(۲) بنا بر فاسد ہونے اجارہ مسطورہ کے وہ اجرت کرنے والا اس اجرت کا بعد القبض مالک ہو جاتا ہے یا نہیں۔

(۳) بنا بر فاسد ہونے اجارہ مذکورہ کے کوئی حیلہ جواز کا ہے یا نہیں، اس میں جو عموم بلوی ہے اس کا کچھ اعتبار ہوگا یا نہیں۔

الجواب: جہالت کی نسبت تو یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مجہول محض نہیں ہوتا، ایک انداز ہوتا ہے اور جہالت یسیر کو فقہاء نے مواضع کثیرہ میں معفو کیا ہے، اور قفیز طحان کے شبہ کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے، بلکہ واقع بھی ہے، کہ گو عملاً اسی محصور میں سے

Scanned by CamScanner

دید یتے ہوں مگر اس کی شرط نہیں ہوتی حتی کہ اگر یوم سابق کے محصود میں سے کوئی اسی انداز سے دینے لگے کوئی انکار نہیں کرتا۔ اس لیے میں اس عمل کو جائز سمجھتا ہوں۔

(۸ر جمادی الاخری: ۱۳۳۴ھ/ ق: ج ر ۳ ر ۲۴۲/ جدید: ج ر ۷ ص ر ۳۰۰)

منافع میں شرکت کی شرط پر پرندوں کی پرورش کا حکم:

سوال (۱۲۰): ہمارے ملک سندھ میں لوگ دریائی سفید پرندے پالتے ہیں، اس کی پشت کے پر تیس روپے فی تولہ بیچتے ہیں، جو لاکھوں روپے کی تجارت ہوتی ہے، اور ان پرندوں میں اس طرح شرکت کرتے ہیں کہ کسی نے دوسو روپے کے پرند خرید کر کے کسی کو اس شرط پر دیئے کہ ان کا پالنا تیرے ذمہ یعنی فقط خدمت گذاری باقی خورش ان کی، پیدائش (آمدنی) سے اول نکال کر جو باقی پیداوار رہے گی، اس سے پہلے میرے دوسو ادا کئے جائیں گے، بعدہ جو ہوگا وہ دونوں کا نصفا نصف ہوگا، باقی پرندے روپے والے ہی کی ملک رہیں گے، (۲) یا بعد ادا دوسو کے خود پرندوں پر مع پیدائش (آمدنی) کے نصفا نصف مالک کر دے تو جائز ہے یا نہیں، اگر نا جائز ہے تو کوئی صورت اس کے جواز کی بن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ دونوں صورتیں اجارہ ہیں نہ شرکت، لفقدان شروطہما اور دوسرے عقود کا احتمال ہی نہیں، اس لیے نا جائز ہیں، البتہ اس طرح جواز ہوسکتا ہے کہ مالک ان پرندوں کا نصف یا کم وبیش اس عامل کے ہاتھ فروخت کردے، اور جو منافع پیدا ہوں گے وہ دونوں میں مشترک ہوں گے، اس عامل کے حصہ کی قیمت یہ مالک اپنے ثمن میں لے لیا کرے، اور جب سب ثمن ادا ہوجائے پھر منافع باہم تقسیم ہوجایا کرے، لیکن اس صورت میں عامل پر جبر نہ ہوگا، کہ وہی خدمت کرے، وہ ہر وقت انکار کرسکتا ہے، اور اپنی خوشی سے کرتا رہے تو جائز ہے۔

(۲۸ر رمضان: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۳۴۳/ جدید: ج ر ۷ ص ر ۳۰۳)

Scanned by CamScanner

کسی حیلہ سے رقم دے کر اپنی زمین خود چھوڑا لینا:

سوال (۱۲۱): اگر کوئی شخص موروثی زمین نکالنے کی وجہ سے مجبوراً کاشتکار کو روپیہ دے کر اپنی زمین کو اس سے علیحدہ کرے تو اس شخص کو حق ہے کہ اتنا روپیہ کسی ذریعہ سے وصول کرے یا نہیں، آیا اس روپیہ دینے کو ہبہ بالاکراہ میں داخل کر کے مثل بیع صحیح کہا جاوے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ رشوت میں داخل ہے، اور درمختار میں ہے الرشوۃ لا تملك بالقبض اس لیے اس روپیہ کا استرداد کسی حیلہ سے جائز ہے۔ (۲۰ رشعبان: ۱۳۳۳ھ/ق: ج ر ۳ ص ر ۳۵۲)

موروثی کاشکار سے اپنا حق واجبی وصول کرنا:

سوال (۱۲۲): بعد سلام مسنون، والا نامہ ارسال خدمت ہے اور اس کے جواب میں التماس ہے کہ (سوال) مالک زمین اپنا حق جس کو انہوں نے غصب کر رکھا ہے الخ (جواب) حق مالک زمین جس کو کاشتکار موروثی نے غصب کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ موروثی کاشتکار کے پاس مثلاً جو زمین ایک روپیہ فی بیگھہ کرایہ پر ہے واقع میں وہ زمین اگر اس کے پاس موروثی نہ ہوتی تو چار روپیہ فی بیگھہ اس سے وصول ہوتا، تو صورت مذکورہ میں مالک زمین کے تین روپیہ فی بیگھہ کا حق کاشتکار موروثی نے غصب کر رکھا ہے، (سوال) اور وہ وصول کس طرح ہو جاوے گا؟

(جواب) صورت وصول یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی کاشتکار موروثی نے تین سال تک روپیہ لگان ادا نہیں کیا تو مالک زمین کو یہ جائز ہے یا نہیں کہ وہ تین سال کا اس قدر روپیہ کہ درصورت سود ہوتا، بعنوان سود خود یا بذریعہ عدالت وصول کر لے، اور سود مقصود نہ ہو، بلکہ اپنے اس حق کا صول کرنا مقصود ہو جو کہ کاشتکار مذکور نے غصب کر رکھا ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا؟

Scanned by CamScanner

الجواب: اس طرح سے وصول کرنا درست نہیں، کیوں کہ کوئی عقد نہیں پایا گیا جس سے تعیین ہوجاوے کہ اس قدر حق واجب ہے، البتہ اس کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ صورت مذکورہ میں مالک اس کاشتکار سے ایک دفعہ یہ کہہ دے کہ میں ایک روپیہ فی بیگھہ کرایہ زمین پر راضی نہیں ہوں، بلکہ چارروپے فی بیگھہ لوں گا، یا تو چھوڑ دے، اور نہیں تو چارروپیہ بیگھہ لوں گا، اس کے بعد اگر وہ نہ چھوڑے گا تو اس کے ذمہ یہ کرایہ واجب ہوجاوے گا، پھر بطریق مذکورہ سوال اس سے وصول کرنا جائز ہے۔(ق:ج ۳ ص ۵۳، ۳۵۴ / جدید: ج ۷ ص ۳۳۱)

اجیر خاص کے لیے اجرت پر عمل کرنا جائز نہیں:

سوال(۱۲۳): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مولانا.........انبہٹوی نے مولانا ....صاحب صدرالمدرسین مدرسہ ہذا سے زبانی کہا تھا کہ میرے ایک شاگرد اسلام نگر کے رہنے والے نے جو معزز عہدہ پر حیدرآباد دکن میں ملازم ہیں کہا تھا کہ میں تمہارے لیے ۲۵ر ماہوار کچھ اوراپنے پاس سے اور کچھ چندہ کر کے بھیجتا رہوں گا، آپ کسی جگہ تشریف نہ لے جائیں، ایک جگہ رہ کر تعلیم دیں، اور یہ روپیہ ماہوار کسی امین کے پاس جمع ہوتا رہے گا، آپ کو اختیار ہوگا کہ جس قدر مناسب ہوگا آپ اس میں سے ماہوار خرچ لیتے رہیں چنانچہ شاگرد صاحب یہ رقم قصبہ انبہٹہ میں امین کے پاس جمع کرانے لگے ہیں، اور میں اس میں سے موافق ضرورت کے خرچ لیتا رہتا ہوں، اگر مدرسہ کے سرپرستاں کی رائے ہووے تو میں اس میں سے رقم کو مدرسہ میں منتقل کردوں اور یہیں رہ کر تعلیم دوں اور بچوں کی نگرانی کروں، اس کے بارے میں مولانا...صاحب زبانی حضرت مولانا صاحب سے کہا تھا، زبانی شاہ صاحب نے منظور فرمالیا تھا، پھر ایک عریضہ بھیجا گیا، اس پر مولانا صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے، جو خدمت والا میں ارسال ہے، مولانا صاحب کو ابتدائی تعلیم کا

Scanned by CamScanner

انتظام اچھا آتا ہے، اور ان کے ساتھ بہت دلچسپی ہے، اگر مناسب ہو تو مقرر فرمائے جاویں، اور علاوہ رقم موصولہ کے مدرسہ سے صرف دس روپیہ ماہوار ملتے رہیں، اور رقم کے اندر ان کو اختیار خرچ کا رہے گا، جس طرح چاہیں گے خرچ کریں، جیسے ارشاد ہو تعمیل کی جاوے؟

الجواب: مخدومی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھ کو اس میں ایک شبہ ہے، اگر وہ رفع ہو جاوے تو یہ صورت بہت مستحسن ہے، پھر مکرر مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، اس میں احتمال غالب یہ ہے کہ یہ خدمت بمقابلہ تعلیم کے کرنا، اور اس عمل کی اس سے اجرت لینا جائز نہیں، اگر مدرسہ کی جانب سے تبرعاً دیا جاوے تو یہ مدرسہ والوں کو جائز نہیں، اس کی اصلاح ہو سکتی ہے، ان صاحب کو اس تمام تر تجویز کی اطلاع کر دی جاوے، اور لکھ دیا جاوے کہ تعلیم کا کام مثلاً اس ۲۵ر میں کروں گا، اور نگرانی کا کام مثلاً مدرسہ کی جانب سے کروں گا، اور اس کا عوض مدرسہ سے لوں گا، اور وہ صاحب بھی شرکاء چندہ کو اس کی اطلاع کر دیں، یا ان کی طرف سے وہ وکیل مطلق کر دئے جاویں، اور میرے نزدیک قطع نظر اس شبہ فقہیہ کے ان کو اطلاع کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر اور کسی ذریعہ سے ان صاحب کو خبر پہونچی کہ اس کے علاوہ مدرسہ سے بھی لیتے ہیں، تو خواہ مخواہ بزرگوں پر گمان حرص ہوگا، جس کا اثر اور ثمرہ سب کے لیے برا ہے۔ والسلام (۴ر صفر: ۱۳۳۲ھ/

ق: ج ر ۳ ص ر ۵۶، ۵۷، ۳۵۷ / جدید: ج ر ۷ ص ر ۳۸، ۳۲۷)

کاشتکار کا زمیندار سے بحالی کے لیے رشوت لینا:

سوال ⑫۴: میں نے تین کاشتکاروں کو آراضی سے بیدخل کرنے کے لیے نالش تیار کی، کہ باضابطہ بے دخل کر دیا جاوے، ورنہ دو تین سال میں موروثی ہو جاتی ہے، اور اس زمیندار میں چند شرکاء بھی ہیں، جب ان میں سے ایک کاشتکار کو خبر

ہوئی تو اس نے مجھے دس روپیہ نذرانہ دیئے ہیں کہ مجھ کو بیدخل نہ کرو، چنانچہ میں نے دس روپیے لے لئے اور نالش نہیں کی، اور یہ سوچ لیا ہے کہ اگر آئندہ اس پر نالش کروں گا تو اس کا روپیہ واپس کردوں گا ورنہ نہیں اس میں مجھے شبہ ہے کہ جائز ہے ناجائز اگر ناجائز ہے تو ابھی واپس کردوں گا۔

الجواب: یہ ناجائز ہے مگر ایک تاویل سے جواز ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ اس سے جو اجرت زمین کی ٹھہری ہوئی ہے، اس اجرت میں اتنی زیادتی کردے خواہ ایک ہی سال کے لیے۔ (قرب:۷ ۱۳۳۳ھ/ق: ج/۳ ص/۶۱، ۳۶۰/جدید: ج/۷ ص/۴۸، ۲۴۷)

زمیندار اور اس کے کارندوں کا کاشتکار سے دودھ لینا:

سوال ⑫⑤: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئولہ میں کہ زید بکر کا ملازم باختیار مختار عام ہے، اور بکر کی طرف سے اس کے گاؤں زمیندار کو روپیہ کی تحصیل کے واسطے جاتا ہے، دو چار دن ہفتہ عشرہ موضع مذکور میں رہ کر روپیہ تحصل کرتا ہے، اور جنس خوردنی کا انتظام تو بطور خود کرتا ہے، لیکن دودھ دہی کاشتکاروں کی گھر سے بقدر ضرورت باری باری سے منگاتا ہے، کوئی کاشتکار خوشی سے ناخوشی سے دیتا ہے، لیکن جبر وتعدی ناخوشی سے دینے والے پر بھی نہیں کیا جاتا، دودھ دہی دیہات میں فروخت ہونے کا دستور نہیں ہے، زمیندار کارندہ عموماً دودھ دہی کاشتکاروں سے بلا قیمت حسب ضرورت لیتے ہیں، کاشتکاروں سے کوئی معاوضہ گاؤں میں رہنے اور مویشی کے گھاس چرانے کا نہیں لیا جاتا، یہ بھی لحاظ فرمایا جاوے کہ کھانا روزمرہ کا زید کا بکر کے ذمہ ہے، سفر وحضر میں اسی کے ذمہ کھاتا ہے، تو ایسی حالت میں یہ دودھ دہی اس کو حلال ومباح ہے یا نہیں؟

الجواب: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ کے سوا جو آمدنی بواسطہ حکومت کے ہو وہ اقسام رشوت میں کی ایک قسم ہے، اور زمیندار کاشتکار کا علاقہ شرعاً حاکم ومحکوم کا

Scanned by CamScanner

نہیں، بلکہ موجر و مستاجر کا ہے، پس جو کچھ کاشتکار سے لیا جاتا ہے، اس کو سکنائی یا زرعی صحرائی زمین کے معاوضہ کا یعنی اجرت کا ایک جز ٹھہرا سکتے ہیں، البتہ اجرت کے شرائط میں سے اجرت کا معین و معلوم ہونا بھی ہے، پس صورت مسئولہ میں بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ دودھ دہی بھی داخل اجرت زمین ہے، اس لیے اصل میں جائز ہے، لیکن اس میں شرعا اتنا فساد ہے کہ اس کی مقدار معین نہیں، پس اس کی اصلاح اس طرح واجب ہے کہ معاہدہ اجارہ یا اضافہ کے ہر کاشتکار سے تصریحا کہہ دیا جاوے کہ تم کو سال بھر یا ششماہی میں اس قدر دودھ دہی بھی دینا ہوگا، پھر اس کا حساب ذہن میں یا لکھ کر یاد رکھے کہ سال بھر میں فلاں فلاں کاشتکار سے اس قدر آیا ہے کہ اس کی مقدار سے زائد دودھ دہی نہ آنے پاوے اگر کم آوے تو مضائقہ نہیں، اس طرح مقرر کر لینے میں اگر اس سے ناخوشی کے ساتھ بھی وصول ہوگا تو حلال ہے، اور اگر اس طرح مقرر نہ کیا تو اجارہ فاسدہ کی وجہ سے اس کا لینا اور کھانا درست نہیں خواہ اپنے ذمہ کھاتا ہو، یا اپنے آقا کے ذمہ کھاوے، اور اگر تھوڑی توجہ کی جائے تو شرط جواز کا اہتمام کچھ دشوار نہیں۔ فقط (۱۶ / ربیع الاول: ۱۳۲۳ھ / ق: ج / ۳ ص / ۳۶۸)

مال حرام سے اجرت لینا اور عورت کو ڈاکٹر کا مس کرنا:

سوال (۱۳۶): ایک شخص کا دندان سازی پیشہ ہے، اس سے اجنبی عورت دندان بنوانا چاہتی ہے، اور اس عورت کا فحش و حرام پیشہ ہے، غالبا اجرت بھی اسی حرام کمائی سے دے گی، اس حالت میں دندانہ بنانے کی ضرورت سے غیر عورت کے بدن کو مس کرنا اور حرام کمائی سے اجرت لینا اس شخص کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں دو سوال ہیں، مس کرنا، اور ایسی اجرت لینا۔

سو مس اجنبیہ کو بضرورت جائز رکھا گیا ہے، جیسے مداوات مرض میں، پس اگر دانت بضرورت بنوائے جاتے ہیں، تو یہ ایک قسم کی مداواۃ ہے، دندان ساز کو مس

Scanned by CamScanner

جائز ہے، اور اگر بلا ضرورت بنوائے جاتے ہیں تو مس جائز نہیں، جیسا احتقان ضرورت میں جائز رکھا گیا ہے، اور بعض منفعت بلا ضرورت کے لیے حرام کذا فی الشامیۃ الجزء الخامس: ص/ ۲۶۵، اور اجرت لینا مال حرام سے حرام ہے، البتہ اگر وہ قرض لے کر دیدے اور اس کو یقین ہو جائے تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ (۲/ ذی الحجہ: ۱۳۲۲ھ/ ق: ج/ ۳، ص/ ۸۷۸)

زمینداری کے حقوق کاشتکار پر سرکاری عطاء ہے:

سوال ⑫⑦: برہما کے علاقہ کے دیہات میں ہر پچاس یا زائد گھروں کے اوپر ایک شخص سرکار گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے، جس کو رواسوگری کہتے ہیں، روا محلہ، سو شخص، گری بڑا یعنی محلہ کا بڑا آدمی، ایسے لوگوں کو اس قدر اقتدار وحکومت دی گئی ہے کہ مختصر چند دفعات فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ کریں فقط پانچ روپے تک جرمانہ کریں، اور ایک شبانہ روز تک قید کریں، اور بعض سیاست بھی کریں فریادی سے، فقط ایک روپیہ فیس کا رواسوگری اپنے نفس کے لیے وصول کرے، خواہ آئندہ وہ مقدمہ میں کامیاب ہو یا ہار جائے، مگر درصورت کامیابی یعنی جب فریادی جیتتا ہے تو وہ علاوہ جرمانہ یا تعزیرات کے ایک روپیہ فیس کا مدعا علیہ سے وصول کر کے فریادی کو دلاتے ہیں، بجز ایک روپیہ فیس کے اور کوئی تنخواہ گورنمنٹ کی طرف سے نہیں ہے، اس روپیہ کا نام کوائمیو روپیہ ہے، یعنی پان خرچ کا روپیہ یعنی پان کھا کر یہ کام کوئی انجام کرے، اور یہ ایک روپیہ جب کہ مقدمہ دائر ہوگا، رواسوگریوں کو ملتا رہے گا، خواہ بعد میں صلح ہی ہو جاوے، اس کے متعلق سرکار سے چند رجسٹر بھی (دفتر) دیئے جاتے ہیں، جرمانہ سرکار کو ملتا ہے، ایک روپیہ فی مقدمہ رواسوگری کو ملتا ہے، گویا یہ روپیہ اس کی تنخواہ ہے، چناں چہ کچہری میں کورٹ فیس اسٹامپ لگا کر درخواست کرنا ہوتا ہے، وہ سرکاری میں جمع ہوتا ہے، تنخواہ احکام کی علیحدہ دیتے ہیں،

اور یہاں فقط دفتر میں مرقوم ہوتا ہے، رواسوگری سب لے لیتے ہیں۔

(۱) سوال یہ ہے یہ ایک روپیہ فیس کا فریادی سے وصول کرنا بطور تنخواہ رواسوگری کے لیے حلال ہوگا یا نہیں۔

(۲) اور یہ جرمانہ اور قید کرنا درست ہے یا نہیں، اس کے لیے عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی فیس نہ لے اور حکومت جاری رکھے، مواخذ سے بچ سکتا ہے یا نہیں۔

(۴) اگر فیس لے لے اور آپس میں صلح کرادے جواز کی گنجائش ہے نہیں۔

(۵) یہ عہدہ کیسا ہے۔

(۶) اسی طرح اگر طرفین کے جھگڑے چکانے کے واسطے مثلاً ایک روپیہ محنتانہ ظاہر وباہر دے کر کسی کو ثالث مقرر کریں حکم بناویں، (بلا اجازت سرکاری) اور حسب شرع حکم کرے وہ ایک روپیہ محنتانہ مثلاً لے سکتا ہے یا نہیں، اب بیت المال نہیں ہے، مفت کام کرنے والے کم ہیں، اس کے ترک میں مفاسد کی زیادتی بے شک ہوگی۔

الجواب: یہ نوکری اور فیس جس حد تک کہ سوال میں لکھی ہے، ایک تاویل سے جائز ہے، بشرطیکہ اس کو کسی اور مفسدے کا ذریعہ نہ بنالیا جائے باقی تقویٰ یہ ہے کہ اس سے بچے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۱۰/رجب المرجب: ۱۳۳۱ھ/ق: ج/۳ ص/۳۸۰،۳۷۹)

زمین دار کا رعایا سے مختلف قسم کی پیداوار میں سے وصول کرنا:

سوال ۱۲۸: جب کسی رعایا کی بیٹی یا بیٹے کی شادی ہوتی ہے، تو مبلغ ۲/عہ نقد اور کچھ آٹا یا کھانا جو اس کے یہاں ہوتا لیتے ہیں؟

الجواب: یہ چونکہ گاہے ہوتا ہے اور گاہے نہیں ہوتا، اس لیے درست نہیں، البتہ اگر یہ معاہدہ ہو جاوے کہ ہر سال ۲/عہ اور اتنا آٹا بھی لیں گے، اور پھر یوں کریں اگر شادی ہو، لے لے ورنہ معاف کردے، یہ درست ہے۔ (ق: ج/۳ ص/۳۸۰)

Scanned by CamScanner

امامت اور وعظ پر اجرت لینا:

سوال (۱۲۹): امامت اور وعظ پر اجرت لینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: استیجار علی الامامت جو ناجائز ہے اس میں سے امامت مستثنیٰ ہے اور وعظ کو بھی بعض نے مستثنیٰ کہا ہے، اور بعض نے عدم جواز میں داخل رکھا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اگر وعظ کی نوکری کرلی مثل امامت کے تو اجرت لینا جائز ہے، اور اگر نوکری نہیں ہے عین وقت پر وعظ پر اجرت کی شرط کرے تو جائز نہیں، جیسے عین وقت پر امامت پر اجرت مانگنے لگے۔ (۱۱ر شعبان: ۱۳۲۹ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۸۸،۸۹ ۳)

کاشتکاروں کا بغیر کام اور مزدوری مقرر کئے کام میں لگنے کا حکم:

سوال (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ نجار یا حداد زراعت کاروں سے یہ عقد کر لیتے ہیں کہ مثلاً جو کام زراعت کے متعلق لکڑی یا لوہے کا ہوگا بلا تعیین کرتے رہیں گے، اور زراعت سے جو کچھ کہ پیدا ہوگا، ایک من ہو بیس من مثلاً اس سے چالیسواں حصہ لیں گے تو اول تو اس میں تعیین کام نہیں ہے، اور اسی طرح تعیین اجرت بھی نہیں، کسی موقع پر کام کثرت سے ہو جاتا ہے اور بوجہ آفات کے زراعت سے کچھ پیدا نہیں ہوتا، اور کبھی بحیثیت اجرت کام سے دوگنی بلکہ دس گنی زیادہ ہو جاتی ہے، غرض اس عقد میں نہ تعیین ماجور علیہا کی ہوتی ہے نہ اجرت کی، اور نہ تعیین مدت کی، تو لہذا یہ عقد فاسد ہوگا، اور یہ اجرت بوجہ شبہ ربوا کے حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب: بوجہ ابتلائے عام کے اس عقد کو اس تاویل سے جائز کہا جاوے گا کہ ابتدائے گفتگو کو عقد نہ کہیں گے، اور وعدہ کہیں گے، اور اجرت دینے کے وقت چونکہ عین معقود علیہ چیز وجود میں آنے سے متعین ہوگیا، اجرت کو اس کے مقابلہ میں کہہ کر اس وقت عقد کو منعقد مانا جاوے گا، اب اس میں کوئی محذور نہیں رہا، نظیرہ فی

Scanned by CamScanner

دالمحتار فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ: دَفَعَ دَرَاهِمَ إِلَى خَبَّازٍ إِلى قوله وَلَوْ أَعْطَاهُ الدَّرَاهِمَ. وَجَعَلَ يَأْخُذُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَةَ أَمْنَاءٍ وَلَمْ يَقُلْ فِي الِابْتِدَاءِ اشْتَرَيْتُ مِنْكَ يَجُوزُ وَهٰذَا حَلَالٌ وَإِنْ كَانَ نِيَّتُهُ وَقْتَ الدَّفْعِ الشِّرَاءَ؛ مَعْلُومٌ فَيَنْعَقِدُ الْبَيْعُ صَحِيحًا. الخ

قُلْت: وَوَجْهُهُ أَنَّ ثَمَنَ الْخُبْزِ مَعْلُومٌ فَإِذَا انْعَقَدَ بَيْعًا بِالتَّعَاطِي وَقْتَ الْأَخْذِ مَعَ دَفْعِ الثَّمَنِ قَبْلَهُ. فَكَذَا إِذَا تَأَخَّرَ دَفْعُ الثَّمَنِ بِالْأَوْلَى۔ (قلت فقياس المنافع على الاعيان باشتراك العلة ج۳ ص۱۸/ ۱۸شعبان ۱۳۳۱ھ/ ق: ج۳ ص۲۹۷/ جدید: ج۷ ص۲۴۱)

ادھیا اور حصہ پر دیے ہوئے جانور اگر خدمت کرنے والے سے اصل مالک اس حصہ کو خرید لے تو وہ جانور مالک کے حق میں حلال ہوگا یا نہیں:

سوال (۱۳۱): اصلاح الرسوم کے آخری صفحہ پر گائے بھینس کا بچہ حصہ پر دینے کے معاملہ کو حرام لکھا ہے، اور اگر خدمت کنندہ کی وہ جانور ملکیت ہو جاوے تو وہ ملکیت خبیث اور اس کی قربانی مردود لکھی ہے، اب اس کے متعلق یہ سوال ہے کہ اگر وہ حصہ پر دیا ہوا جانور خدمت کنندہ کے پاس نہ رہے، بلکہ اصل مالک خدمت کنندہ کا وہ حصہ خود خرید لے تو کیا پھر بھی وہ جانور ملک خبیث قرار دیا جا کر قابل قربانی نہ ہوگا؟

الجواب: اس صورت میں اس اخیر مشتری کے حق میں خبث نہ ہوگا، نہ فعل کا نہ ملک کا۔ (۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ/ ج۳ ص۴۶، ۴۷)

مویشی خانہ کا ٹھیکہ:

سوال (۱۳۲): ٹھیکہ مویشی خانہ جیسا کہ جلد سوم امداد الفتاوی کے صفحہ دہم میں لکھا گیا ہے وہ بعینہ ضلع چاٹگام میں مروج ہے، اس کا حکم تو امداد الفتاوی میں مذکور ہے کہ بیع حرام اور بیع باطل اور سود اور قمار میں داخل ہے، لیکن ضلع اکیاب میں اس کی صورت دیگر

ہے وہ یہ کہ گاؤں کے بڑے آدمی جس کو ہیڈ مین روسوگری کہتے ہیں، پانچ روپیہ جرمانہ اور چوبیس گھنٹہ کی قید کرنے کا اختیار رکھتا ہے، بعض ایسے شخص کو سرکار کی طرف سے یہ پروانہ دیا جاتا ہے کہ تم کو کھٹر دیا گیا، پس تم کو چاہیے کہ جو شخص کسی مویشی کو اس کی زراعت کا نقصان کرنے سے تمہارے پاس لاوے تم اس کو بند رکھو، سات دن تک اگر نہ چھڑا لے جاوے اس کی رپورٹ کر کے نیلام کر دو، فیس حسب ذیل وصول کرنا۔

(۱) ہاتھی کا جرمانہ دو روپے، گھوڑے کا ایک روپے، بھینس کے آٹھ آنے، گائے کے چار آنے، بکری کا ایک آنہ، گائے کے بچے کے دو آنے۔

(۲) پہلے روز سے جب تک بندر ہے گا، روز بمقدار جرمانہ چرائی بھی وصول کرو، جرمانہ تو فقط وہی مقدار مقرر ہے، اور چرائی ہر روز کی جداگانہ ہے حکم سرکار یہ ہے کہ

(۱) چرائی کی بابت جس قدر وصول ہو وہ تو صاحب کھٹر کا حق ہے، وہ خود چراوے یا دوسرے سے جس طرح چاہے چروائے۔

(۲) جرمانہ کی بابت جس قدر وصول ہو وہ اگر پانچ روپے تک ایک ماہ میں نہ پہنچے، بلکہ پانچ روپے سے کم رہے، وہ صاحب کھٹر کھالیوے، اس میں سرکار کا کوئی حق نہیں، ہاں البتہ ایک مہینہ کے اندر پانچ روپے یا زیادہ جرمانہ میں آمدنی ہو وہ مقدار زر سرکار میں داخل کر دے پس بیع کی صورت بالکل نہیں ہے، فقط سرکاری آمدنی وصول کرنے کا گویا یہ تحصیلدار ہے، اس تحصیلدار کی تنخواہ یا فیس حسب مرقوم بالا تحصیلدار کو ملتا ہے، اپنی طرف سے کچھ نقد پیشگی یا بعد میں بہ تعیین قسط دینا نہیں ہوتا ہے، نیلام کرنے کی وجہ سے جو قیمت جمع ہوتی ہے یعنی ہر مویشی جانور کی قیمت علیحدہ ہوتی ہے کھٹر کے مجوزہ حق پورے ہو کر اگر کچھ مقدار بچت میں جمع رہے وہ صاحب جانور کو بوقت طلب واپس دیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ

(۱) اس کھٹر کی آمدنی جائز ہے یا نہیں اگر تفصیل ہو تو تفصیل وار جواب عنایت ہو۔

Scanned by CamScanner

(۲) اس نیلام میں جانور فروخت ہونے سے مالک جانور کا حق منقطع ہوگا یا نہیں خریدار مالک ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جو کچھ ان مدات میں وصول ہوتا ہے وہ استیلاء سے سرکار کی ملک ہوجاتا ہے اگر چہ وہ استیلاء بواسطہ نائب کے ہو پس سرکار اپنے مملوک روپیہ سے اس تحصیلدار کو دیتی ہے، جو کہ بوجہ رضا کے مباح ہے، اور بعینہ اسی دلیل سے نیلام ہونے سے حق مالک کا اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ (۲۵/ذیقعدہ: ۱۳۳۰ھ/ ق: ج/۳ص/۹۴، ۹۳، ۳۹۳/ جدید: ج/۷ ص/۳۲، ۴۳۱)

چنگی کی ملازمت:

سوال ۱۳۳: اس محکمہ میں افسر سکریٹری وماتحت افسران سپرنٹنڈنٹ ومحرران وچپراسیان ہوتے ہیں، کام اس محکمہ کا یہ ہے کہ جو مال باہر سے تجارت پیشہ لوگ لائیں ان پر وہ محصول جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے لگایا گیا ہے لگا کر وصول کرلیا جاوے، محرر تخمینہ کر کے محصول لگا کر وصول کرتے ہیں، سپرنٹنڈنٹ جانچتا ہے سکریٹری بعض وقت جانچتا بھی ہے اور احکامات جاری کرتا ہے، چپراسیان تجار وغیرہ کو محصول کے لیے روکتے ہیں وہ اسباب تولتے ہیں، جن پر محصول لگایا جائے گا، محصول کا روپیہ صدر کو لیجاتے ہیں غرض اس محکمہ کے سب لوگ محصول کے متعلق کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں آیا اس محکمہ میں کسی قسم کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو قواعد شریعت نے اموال پر محصول لینے کے مقرر فرمائے ہیں جن کو فقہاء نے باب العشر میں ضبط کیا ہے، چونکہ محکمہ مذکور کے قواعد ان پر منطبق نہیں ہیں۔

(۱) اس لیے بوجہ خلاف ما انزل اللہ ہونے کے غیر مشروع ہوگئے ہیں، اور حسب ارشاد الٰہی لا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

(۲) اس کی اعانت بھی معصیت ہوئی لہذا محکمہ مذکور کی ملازمت ناجائز ہے،

Scanned by CamScanner

مگر جو تنخواہ ملتی ہے وہ بوجہ اس کے کہ حاکم غیر مومن کا استیلاء اموال پر موجب تملیک ہو جاتا ہے۔

(۱) اور حاکم غیر مومن جو مال برضائے خود کسی مومن کو دیں خواہ کسی عنوان سے ہو وہ مباح ہے اس لیے وہ تنخواہ حلال ہے۔

(۲) غرض خدمت غیر مشروع اور من وجہ مشروع ہے، پس عامل کو صرف عمل کا گناہ ہوگا، اور غیر عامل جو اس تنخواہ سے منتفع ہو مثلاً اس کے اہل وعیال یا اضیاف واحباب ان کو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ (ق: ج ر ۳ ص ر ۳۹۶ / جدید: ج ر ۷ ص ر ۴۳۶،۴۳۲)

مدت پوری ہونے سے پہلے داخلہ خارجہ کی فیس اور پوری تنخواہ لینے کا حکم:

سوال ⑬④: ملک بنگال میں دستور ہے جب طالب علم داخل مدرسہ ہوتے ہیں، تو اس سے فیس داخلہ علاوہ اس ماہ کے مشاہرہ کے لیا جاتا ہے، اور مشاہرہ بھی اس ماہ کا اگر ایک دن بھی باقی ہے، تو پورا پورا لیا جاتا ہے، اگر کسی دوسری جگہ کوئی طالب علم جانا چاہیے تو اگر ماہ کا ایک دن بھی گذر چکا ہے، تو پورا مشاہرہ لیا جاتا ہے، اور اس کے علاوہ فیس خارجہ بھی لیا جاتا ہے، اب یہ دونوں مشاہرہ اور دونوں قسم کی فیس لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس تاویل سے یہ سب جائز ہے کہ معنی عقد کے کہے جاویں گے کہ اگر اتنا کام کریں گے تب بھی اس قدر اجرت لیں گے، اور اگر اس سے کم کریں گے تب بھی اس قدر اجرت لیں گے۔ (۹ رشوال: ۱۳۳۲ھ / ق: ج ر ۳ ص ر ۴۰۲،۳)

غیر حاضری کی اطلاع کے بغیر جو غیر حاضری کے دنوں میں تنخواہ لے لی گئی اسے ادا کرنے کی تدبیر:

سوال ⑬⑤: خادم قصبہ کے مدرسہ سرکاری میں نائب مدرس ہے، اور سکونت قصبہ ہذا سے ۵ رمیل کے فاصلہ پر ہے، ایام تعطیل میں اپنے گھر جانے کا اتفاق

Scanned by CamScanner

ہوا، بارش و دیگر کار خانگی کے سبب ایک یوم زائد علاوہ تعطیل کے صرف ہو گیا جب ایک روز غیر حاضر رہ کر مدرسہ پہنچا تو ہیڈ مدرس نے زبانی فہمائش کر کے سمجھا دیا کہ آئندہ سے غیر حاضری نہ کرنی چاہیے، لیکن غیر حاضری کی رپورٹ نہ مدرس موصوف نے دفتر کو کی اور نہ کسی نے آج تک اس کی تفتیش کی، اب دل میں خیال آیا کہ غیر حاضری کی تنخواہ اپنے صرف میں نہ لانی چاہیے، پھر کیا کیا جاوے، تنخواہ ماہانہ مبلغ بیس روپیے ملتی ہے۔

الجواب: کبھی ایسا کیجیے کہ کچھ معین ایام کی رخصت لے کر ایک روز قبل حاضر ہو کر کام کیجیے اور وہ دن رخصت ہی میں لکھا رہنے دیجیے۔ (۶ر جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ/ ق:ج ر ۳ ص ر ۴۰۶)

اسٹامپ انسپکٹری کی ملازمت جائز ہے:

سوال (۱۳۶): از یکے منصف صاحب سابق عہدہ انسپکٹر اسٹامپ کے فرائض یہ ہیں کہ صوبہ بھر میں دورہ کرنا ہوگا، اور ہر عدالت دیوانی وکلکٹری وسرکاری دفاتر کا معائنہ کرنا ہوگا، اور یہ دیکھنا ہوگا کہ مقدمات دیوانی اور مال میں درخواستوں پر سرکاری رسوم یا فیس کافی ادا کی گئی ہے یا کم ہے تو رپورٹ کرنا ہوگا کہ عدالت یا دفتر متعلقہ فریق قاصر سے وصول کرے؟

الجواب: یہ حقیقت میں اعانت ہے کہ اسٹامپ کی، اور جواز وعدم جواز میں اس کے تابع ہے، اب قابل تحقیق اسٹامپ کا حکم ہے، سو غور کرنے سے اس میں گنجائش کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ مقدمات کے فیصلہ وغیرہ میں جو عملہ خرچ ہوتا ہے وہ اہل مقدمہ سے بعوض عمل کے جن کا نفع اہل مقدمہ کو پہنچتا ہے وصول کر کے عملہ کی تنخواہ وغیرہ میں صرف ہوتا ہے، گویا اسٹامپ کی قیمت جو احد الفریقین سے وصول کی جاتی ہے، وہ معاوضہ واجرت ہے اس کام کی جو عدالت بواسطہ عملہ کے اس فریق

کا کام کرتی ہے، پھر عدالت عملہ کو اس کام کا عوض واجرت دیتی ہے، جو عملہ سے کام لیتی ہے، جیسے منی آرڈر کی فیس یا ٹکٹ کی قیمت کی ڈاک خانہ اپنی خدمت کی اجرت لیتا ہے پھر عملہ کو ان کی اجرت دیتا ہے اس توجیہ سے جب اسٹامپ میں جواز کی گنجائش ہے تو اسٹامپ کی انسپکٹری میں بھی اسی طرح گنجائش ہے، اور ہر حال میں منصفی سے غنیمت ہے۔ (۱۶ ربیع الاول: ۱۳۵۵ھ/ النور ص: ۳۰، ذیقعدہ ۵۵ھ ق: ج ر ۳ ص ر ۴۰۷/ جدید: ج ر ۷ ص ر ۷۱، ۷۰ ۴)

مقدمات کی فیس:

سوال (۱۳۷): گھر کے بعض تعلقات پھر سرکاری بھی کسی قدر تعلقات ہیں، جو کہ حکومت کا معاملہ ہے پانچ روپیہ تک جرمانہ کرنا اور ایک شبانہ روز قید کرنے کی اقتدار ہے اس پر مقدمہ میں ایک روپیہ فریادی سے لیا جاتا ہے، جو کہ بحکم سرکاری ہے اس کا حکم شرعی حضور سے بذریعہ مولوی محمد دریافت کیا تھا، حضور نے یہ جواب لکھا تھا کہ عہدہ اور یہ فیس ایک تاویل سے درست ہے، مگر تصریح اس کی نہیں فرمائی گئی تھی، مولوی محمد نے جو سمجھا تھا وہ بیان کیا تھا، لیکن حضور کی طرف سے اگر اس کی تاویل کی تصریح فرمائی جاوے تو اطمینان کی صورت میں وہ عہدہ رکھا جائے۔

الجواب: وہ تاویل وہی ہے جو آج کے فتوی یعنی ص ر ۳۹۴، ص ر ۳۸۰ میں لکھی ہے کہ استیلاء بواسطہ نائب کے ہے۔ (۲۵: ذیقعدہ ر ۱۳۳۰ھ رق: ج ر ۳ ص ر ۴۱۰)

متعین کرایہ پر زمین دینا اور پیداوار سے کچھ نہ لینا:

سوال (۱۳۸): ایک شخص کی زمین بیس بیگہ ہے، اس کو اکتالیس روپیہ اس اقرار پر دیئے کہ عرصہ دس برس تک اس کی پیداوار ہم لیتے رہیں، اور جو محصول سرکاری پڑا کا ہے اصل مالک ادا کرے گا، مگر روپے اکتالیس بعد دس برس کے مالک زمین سے کھانے والا پیداوار زمین کا واپس نہ لے گا، اور بعد دس برس کے مالک زمین

Scanned by CamScanner

اپنی زمین پر قابض ہو جائے گا، اس طرح کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: معلوم نہیں کہ اس زمین میں کوئی چیز پیداواری کی موجود ہے، یا یہ کہ بطور کرایہ کی زمین لی ہے کہ اس میں جس طرح چاہے جوتے بووے، اور پیداوار لے، پس اگر دوسری صورت ہے تو یہ عقد اجارہ ہے، دس برس کی میعاد تک وہ زمین بمقابلہ اکتالیس روپے کے اجارہ لی ہے، یہ جائز ہے، کچھ حرج نہیں اختیار ہے، جو چاہے بووے اور حاصل کرے، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اجارہ بدون دباؤ قرض کے ہو اور اگر مقصد اکتالیس روپے کا قرض لینا تھا، اور قرض دینے والا قرض پر نفع حاصل کرنے کی غرض سے یہ حیلہ کرے کہ یہ زمین جس میں منفعت زیادہ ہے، بمقابلہ اس اکتالیس روپے کے دیدو تو بوجہ اس کے کہ یہ رعایت قرض کے دباؤ میں ہوئی ہے، حرام اور سود ہے، اور اگر اس زمین میں کوئی چیز آمدنی کی مثل باغ وغیرہ موجود ہے، تو یہ عقد جائز نہیں کیوں کہ اجارہ تو ہو نہیں سکتا، کہ اجارہ میں تملیک منافع کی ہوتی ہے، اور یہ تملیک عین ہے، نہ رہن مجری ہو سکے، کیوں کہ رہن مجری میں بعد حصول پیداوار اس کی قیمت لگاتے ہیں، اور یہاں پہلے طے ہو چکی، دوسرے اس میں کوئی مدت نہیں ہوتی، بلکہ جب تک مجرانہ ہو لے وصول کئے جائے پھر چھوڑ دے، یہاں مدت ٹھہری ہے، نہ بیع پیداوار کی ہو سکتی، کیوں کہ وہ معدوم ومجہول ہے، اور بیع موجود ومعلوم ہونی چاہیے، پھر زمین پر قبضہ بے معنی ہے، پس جب عقود ثلثہ میں سے کچھ نہیں ہو سکتا تو معاملہ باطل ٹھہرا، حاصل یہ کہ اگر اس زمین میں کوئی چیز پیداواری کی موجود نہیں، اور روپیہ والا دس برس تک بطور اجارہ کے رکھ کر اس سے منفعت حاصل کرے جائز ہے، مگر اس میں وہی شرط ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر کوئی چیز موجود ہے، تو یہ معاملہ باطل ہے، اور اگر کچھ زمین بطور اجارہ ہے، اور کسی قدر میں کوئی چیز موجود ہے، پس اگر ہر ایک کا جدا معاملہ کریں تو معاملہ

اجارہ کا جائز ہوگا، اور دوسرا معاملہ باطل اور دونوں کا ایک معاملہ کریں تو بسبب شیوع فساد کے سب باطل ہوگا۔ واللہ اعلم فقط۔ (۲ رصفر: ۱۳۰۱ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۸۳، ۳۸۲/ جدی: ج ر ۷ ص ر ۹۸، ۳۹۷)

سوار اور مالک کے درمیان تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم:

سوال(۱۳۹): میرا ایک ہمشیرزادہ میرے گھوڑے کا بارگیر ہے، اور میں اس کا سلحدار ہوں، یعنی گھوڑا میرا ذاتی ہے اور وہ نوکری کرنے والا، سلحدار کی ماہوار تنخواہ ر ۶۲ مقرر ہے اس میں دس ر ۱۰ بعوض خدمت سرکار سے بارگیر کو دیے جاتے ہیں، اور باقی مجھ سلحدار کو، اب عرض یہ ہے کہ میرا بارگیر تارک الصوم والصلوۃ زناکار، نشہ باز، ریش تراش، گرفتار افعال ممنوعہ ورسوم قبیحہ ہے، میں نے برسوں اس کو زجر وتوبیخ وتنبیہ وسزا ومعطل سازی وترک معاملات وغیرہ کی سزا دی، اور اقرار نامے لئے کہ آئندہ نماز، روزہ احکام شرع برابر ادا کروں گا، اور گھوڑے کو اچھی حالت میں رکھوں گا، اور رقم سلحداری ماہ بماہ بھیجوں گا وغیرہ الخ لیکن اس نے جملہ اقراروں کے خلاف عمل آوری کی اور کر رہا ہے، کوئی تغیر وتبدل اس کے افعال میں نہیں ہوا، بلکہ روز افزوں حالت شنیعہ میں گرفتار ہے گھوڑے کو لاغر کر دیا، اور میری معتد بہ رقم کھا گیا ہے، میں اس کو برطرف کر دینے کے ارادہ میں ہوں، لیکن میری والدہ صاحبہ جو میرے بارگیر کی نانی ہیں، اس سے سخت رنجیدہ و بددعاء کناں رہتی ہیں، حضرت چونکہ میرے راہ نمائے دین ودنیا ہیں ان حالات پر نظر فرما کر جو ارشاد فرمادیں گے اس پر عمل کروں گا، اور مزید شکریہ ادا اور غرق بحر ذخار احسان عظیم رہوں گا؟

الجواب: اس کے اوپر کے سوال کا جو جواب لکھا گیا ہے اسی کی بناء پر اس تقسیم تنخواہ کی یہ تاویل ہوسکتی ہے، کہ تنخواہ تو کل کی کل بارگیر کا حق ہے، وہ اسی کے گھوڑے کا کرایہ ہے، اگر یہ تاویل کسی وجہ سے نہ چل سکے، تو خود یہ معاملہ ہی جائز

نہیں، اور اگر کوئی امر مانع تادیل نہ ہوتو اس صورت میں ان افعال شنیعہ کا وبال خود اس بارگیر پر ہوگا، آپ کیوں پریشان ہیں، البتہ گھوڑے کی لاغری کے سبب اگر آپ اس کو موقوف کرانا چاہیں تو دوسری بات ہے، اور اس صورت میں ماں کی اطاعت فرض نہیں، کیوں کہ دابہ کا حق تلف کرنا معصیت اور لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ (۲۳/ جمادی الاخری: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج/ ۳ ص/ ۴۱۱/ جدید: ج/ ۷ ص/ ۸۱، ۴۸۰)

باب الدعوی

تدبیر اور حیلہ سے غیر جنس چیزوں سے حق وصول کرنا:

سوال (۱۴۰): کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے کہا کہ فلانی زمین میرے دادا کی تیرے دادا نے بزور اپنے قبضہ وتصرف میں کر کے کچھ غلہ مقرر کرلیا تھا، وہ ملتا بھی رہا، اب عرصہ چالیس پینتالیس سال سے وہ بھی نہیں ملا، بکر نے جواب دیا کہ اس حال کی مجھ کو بالکل خبر نہیں، نہ میں نے کبھی اپنے موروثوں سے سنا نہ کوئی کاغذ ایسا دیکھا، اور نہ کسی سے ثابت ہوا، اور زمانہ حیات وموروث میں کیوں دعوی نہ کیا، اور اس زمانہ میں بکر کے دادا کی جائداد ورثہ پر بھی تقسیم ہوگئی ہے، مگر زید کا دعوی صرف بکر سے ہے، اس بنیاد پر اگر بفریب وجھوٹ کوئی مقدمہ عدالتی حکام وقت زید بکر پر قائم کر کے نقد روپیہ وصول کرے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر زید اس دعوی میں سچا ہے تو جس حالت میں کہ وہ زمین سب ورثہ میں منقسم ہے فقط بکر پر دعوی کرنا جائز نہیں، مدعا علیہم سب ہیں، سب سے دعوی کر کے اول تو اگر کسی طور پر ممکن ہو تو وہ زمین ہی لے لے، اور اگر نہ ہو سکے تو جھوٹا مقدمہ قائم کر کے تو روپیہ وصول کرنا جائز نہیں، ہاں بقدر اپنے حق کے روپے ورثہ سے چھین لے یا چرالے یا کسی حیلہ سے لے لے، مثلاً قرض کا بہانہ لے کر پھر نہ

دے یہ جائز ہے، یعنی جتنے جتنے کسی وارث کے پاس ہیں بقدر اس کی قیمت کے اس سے لے لے، مگر احتیاط کرنا یعنی روپیہ نہ لینا جائز ہے، کیوں کہ صاحب حق کا خلاف جنس سے لینا مختلف فیہ ہے، فی کتاب الحجر من الشامی قَالَ الْحَمَوِيُّ فِي شَرْحِ الْكَنْزِ نَقْلًا عَنِ الْعَلَّامَةِ الْمَقْدِسِي عَنْ جَدِّهِ الْأَشْقَرِ عَنْ شَرْحِ الْقُدُورِيِّ لِلْأَخْصَبِ: إِنَّ عَدَمَ جَوَازِ الْأَخْذِ مِنْ خِلَافِ الْجِنْسِ كَانَ فِي زَمَانِهِمْ لِمُطَاوَعَتِهِمْ فِي الْحُقُوقِ. وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى جَوَازِ الْأَخْذِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ لَا سِيَّمَا فِي دِيَارِنَا لِمُدَاوَمَتِهِمُ الْعُقُوقَ قَالَ الشَّاعِرُ:

عَفَاءٌ عَلَى هَذَا الزَّمَانِ فَإِنَّهُ ... زَمَانُ عُقُوقٍ لَا زَمَانُ حُقُوقِ
وَكُلُّ رَفِيقٍ فِيهِ غَيْرُ مُرَافِقٍ ... وَكُلُّ صَدِيقٍ فِيهِ غَيْرُ صَدُوقِ

(ج/۵ص/۹۵) لَيْسَ لِذِي الْحَقِّ أَنْ يَأْخُذَ غَيْرَ جِنْسِ حَقِّهِ وَجَوَّزَهُ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ الْأَوْسَعُ. درمختار قَوْلُهُ وَجَوَّزَهُ الشَّافِعِيُّ قَدَّمْنَا فِي كِتَابِ الْحَجْرِ: أَنَّ عَدَمَ الْجَوَازِ كَانَ فِي زَمَانِهِمْ. أَمَّا الْيَوْمَ فَالْفَتْوَى عَلَى الْجَوَازِ. (شامی: ج/خامس/ص/۲۷۱ / ۴/ربیع الثانی: ۱۳۰۱/ق: ج/۳ص/۴۱۵)

باب المضاربة

مضارب کے متعلق سوال وجواب:

سوال (۱۴۱): رام لال جو ہمارا پہلا مضارب تھا جس وقت وہ علیحدہ ہونے لگا تو نفع کا حساب کر کے جو رقم اس کے حصہ کی نکلتی تھی وہ اس کے حوالہ کی گئی، حساب اس طور پر جوڑا گیا:

(۱) زر نقد جو تحویل میں تھا۔

(۲) مال چمڑہ وسامان وغیرہ جو دوکان وکارخانہ وغیرہ میں تھا۔

(۳) بقایا جو بیوپاریوں وکاریگروں کے ذمہ تھا، ان تینوں کو جمع کر کے نفع نکال لیا گیا، مثلاً جس وقت کام شروع کیا تھا تو دس ہزار روپیہ لگائے گئے تھے، اور جب کام ختم کیا گیا تو از روئے حساب بالا چودہ ہزار ہوگئے، اس سے معلوم ہوا کہ چار ہزار نفع ہے، رام لال کے علیحدہ کرنے کی وجہ یہ تھی، کہ وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتا تھا، اور اسی وجہ سے جو نفع ہوا وہ دراصل خدا کا فضل اور بظاہر دوسرے مضارب اور رب المال کی مساعی کا نتیجہ تھا، بقایا میں کچھ اور رقوم بھی تھیں، جو ناقابل وصول سمجھ کر خارج از حساب کردی گئی تھیں، اور اگر وہ بھی شمار کر لی جائیں تو نفع کی مقدار اور بڑھ جاتی، طے شدہ حساب کے بعد دوسرے مضارب اور رب المال کی کوشش اور روپیہ اور وقت خرچ کرنے سے بعض ناقابل وصول رقوم وصول ہوگئیں، جو مضارب اول رام لال کے خیال میں ڈوبی ہوئی تھیں، اور بعض رقوم جو بقایا میں قابل وصول سمجھ کر داخل کی گئی تھیں اور اسی حساب سے رام لال کا حساب کیا گیا تھا باوجود محنت ووقت اور مزید روپیہ خرچ کرنے کے ڈوب گئیں، اس صورت میں مضارب ڈوبی ہوئی رقوم کا ذمہ دار اور وصول شدہ رقوم کا حصہ دار ہے یا نہیں؟ یہ ظاہر ہے کہ جو رقوم وصول نہ ہوتیں اور بعد میں خارج از حساب کرنی پڑتی تو وہ یہ کہہ کر انہیں مجرا دینے سے انکار کرتا کہ ہم تو الگ ہو گئے، اب ہمیں کیا تعلق، اس نے بعض بقایا وصول کرانے میں ایک بددیانتی یہ بھی کی کہ جس پر سو روپیے آئے تھے اس کا مثلاً اسی کا مال سو روپیے میں خرید لیا گو اس مقروض سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچا، ان صورت میں اس سے کس طرح حساب کیا جائے، جو رقوم ناقابل وصول ہوئیں ان پر روپیہ اور محنت ووقت صرف ہوا ہے، اس وجہ سے ان کی تعداد کسی قدر ڈوبی ہوئی رقوم سے زیادہ ہی ہوگی لیکن حساب میں اندازہ سے مہنگے خریدے ہوئے مال اور صرف شدہ روپیے کا اندازہ ہوسکتا ہے مگر جو وقت مضارب ثانی

Scanned by CamScanner

اور رب المال کا صرف ہوا ہے، اس کی قیمت کا کوئی اندازہ کرنا مشکل ہے، کیوں کہ اسے کسی روز سو اور پانچ سو روپے کی آمدنی ہوتی اور کسی دن کچھ بھی نہیں، اسی طرح سال کی اوسط آمدنی بھی متفاوت ہوتی ہے کبھی کم نفع ہوا کبھی زیادہ؟

الجواب: رام لال کے ذمہ ہے کہ سب رقوم یافتنی وصول کرے، اس کو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں، لیکن اس کا حصہ دار ہونا اس کے وصول کرنے پر موقوف نہیں یعنی اگر بدون اس کی سعی کے یا رب المال وغیرہ کی سعی سے ہو گئیں تو اگر وہ نفع کی رقم ہے جیسا سوال سے ظاہر ہے تو وہ اس میں حصہ دار ہے اور در صورت وصول نہ ہونے کے اس کو یہ کہنے کا حق نہ تھا کہ ہم الگ ہو گئے ہیں، کیا تعلق اس کو وہ رقوم مجرا دینا پڑتیں اور یہ بددیانتی کی کہ اسی کا مال سو میں خریدا یہ غبن یسیر ہے، جس کا مضارب کو اختیار ہے گو بددیانتی سے وہ گنہگار ہو، مگر عقد نافذ ہو جائے گا، اور اس کے سب احکام مرتب ہوں گے، اور جو رقوم متوقع الوصول تھیں، اور وصول نہیں ہوئیں وہ حساب سے خارج کی جاویں گی، پس اگر رقوم متوقع الوصول جو کہ وصول ہو گئی مقدار میں رقم متوقع الوصول سے جو کہ وصول نہیں ہوئیں زیادہ ہے تو اس زیادہ کی بھی تقسیم حسب شرط مضاربت ہوگی، اور وقت سعی کی کوئی قیمت بدون عقد کے نہیں ہوتی، اس لیے اس کا اعتبار نہیں مقتضی عقد کا تو یہی جواب ہے لیکن اگر اس خلجان سے متعاقدین بچنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ چڑھی رقوم میں عام اس سے کہ وہ متوقع الوصول ہوں یا غیر متوقع الوصول جتنا حصہ مضارب کا بتراضی متعاقدین قرار پاوے اس مجموعی کے حصہ کے عوض میں رب المال کوئی چیز گو کیسی ہی خفیف قیمت کی ہو مضارب کو دیدے تو وہ تمام چڑھی ہوئی رقوم رب المال کی ملک ہو جاویں گی، اور یہ اشکال مذکور فی السوال اس میں پیش نہ آوے گا، اب بھی ایسا ہی کر لیا جاوے۔ (۱۲ رمضان المبارک: ۱۳۳۹ھ/ق: ج ر ۳ ص ر ۲۴، ۴۲۳/ جدید: ج ر ۷ ص ر ۵۹۷ تا ۵۱۰)

Scanned by CamScanner

باب القضاء

انگریزی عدالت کی تجویز پر حکم کی اجرت کا حکم:

سوال (۱۳۲): مدعی عدالت میں جب دعوی دائر کرتا ہے تو بعض اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ حاکم ہر دو فریق کو ایک یا دو اشخاص پر رضامند کرتا ہے، کہ وہ اس مقدمہ کی تحقیقات کریں، بعض دفعہ تو ان اشخاص کو صرف تحقیقات کا اختیار ہوتا ہے، اور اس صورت کا نام یا ان اشخاص کا نام کمیشن ہوتا ہے، اور ان کے حسب تحقیق حاکم حکم دیتا ہے، اور بعض دفعہ دونوں صورتوں میں فریقین سے ایک رقم تجویز ہو کر وصول کی جاتی ہے اور وہ اس کمیشن اور ثالث کو دی جاتی ہے، آیا رقم اس کو لینی درست ہے یا نہیں یا دونوں صورتوں میں سے کس کو لینی درست ہے اور کس کو ممنوع ہے؟

الجواب: یہ تحقیق اور فیصلہ دونوں باب قضاء سے ہیں، اور قضا پر اجرت لینا جائز نہیں، البتہ بیت المال سے بقدر کفایت نفقہ پانے کا مستحق ہے، بوجہ اس کے کہ یہ شخص محبوس بحق مسلمین ہے، اور بیت المال مال مسلمین ہے، اور محبوس کا نفقہ من لہ الحبس کے مال میں بوجہ جزاء الحبس کے ہوتا ہے، پس اس بناء پر اس مفتش وحکم کو اجرت لینا تو جائز نہیں، لیکن چونکہ یہ ایک وقت خاص تک ان کے کام میں مشغول رہے ہیں، اس وقت کے لیے ان کا ضروری نفقہ اہل معاملہ کے مال میں ہوگا، پس بقدر نفقہ ضروریہ اس وقت کے رکھ لینا جائز ہوگا، باقی جو زائد ہو وہ اہل معاملہ کو واپس کردیں۔ (۲ رمضان: ۱۳۳۱ھ/ ق: ج ۳ ص ۴۲۹/ جدید: ج ۷ ص ۵۲۲)

باب الرهن

مقدر ہن کی مصلحت کو جلدی حاصل کرنا:

سوال (۱۳۳): رہن لینے میں جو آسانی ہوتی ہے اس کی کوئی صورت شرعاً پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں کیونکہ فرض کیجئے کہ ایک موضع میں میرا حصہ پندرہ آنہ ہیں، ایک آنہ

والا حصہ دار بضرورت قرض لینا چاہتا ہے، مجھ سے رہن بالقبض یا بلا قبض کی درخواست کرتا ہے، اگر میں نہیں لیتا تو دوسرے کے قبضہ میں جاتا ہے، جس سے پھر ملنے کی امید نہیں، اور گویا مجموعی انتظام میں ہزاروں طرح کے رخنے پڑنے کا احتمال ہے یا مثلاً کوئی زیادہ قیمت کی جائداد تھوڑے روپیوں میں ہمارے پاس رک جاتی ہے، جسے ہم سمجھتے ہیں کہ راہن میں ادا کرنے کی قوت نہیں ہے، پھنس جانے پر رفتہ رفتہ ہم قیمت ادا کر دیں گے، اور اس طرح ہمارے پاس ایک معقول جائداد ہو جائے گی، آسانی صرف اس قدر ہوئی کہ یکمشت قیمت نہ دینی پڑی؟

الجواب: صرف اس قدر ممکن ہے کہ مدت رہن کے اندر جو منافع حاصل ہوں ان کو امانۃً جمع رکھے، اور جب وہ زمین فروخت ہو جاوے تب وہ امانت اس راہن کو واپس کردی جائے، زمین بھی آسانی سے آ جاوے گی، اور منافع رہن کے استعمال سے بھی محفوظ رہے گا، البتہ اس صورت میں صرف اتنا امر کھٹکتا ہے کہ اگر اس صورت میں راہن کو اطلاع ہو جاوے کہ اتنا واپس ملے گا تو امید ہے کہ وہ فک کرا سکے، تو اطلاع نہ کرنا یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے، جس میں گناہ کا اندیشہ ہے، البتہ سود کھانے کا گناہ اس کو نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔ (۲۴ جمادی الاولی: ۱۳۲۲ھ/ق: ج/۳ ص/۵۹، ۶۰)

باب الشرکۃ

تجارت میں مال حرام کی شرکت:

سوال (۱۴۴): والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی، اس میں بہت نقصان ہوا، اب بجائے اس کے نمک کی سوداگری کی ہے، اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے، ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہیں، یہ صاحب پہلے پولیس میں ملازم تھے، اب معزول ہو گئے ہیں، مال ان کا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے، ان کی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے، نمک کی خریداری اس طرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری

خزانہ میں ہر جگہ جمع کیا جا سکتا ہے، وہاں سے رسید لے کر سرکاری پرمنٹ گودام پر (یا) جھیل سانبھر بھیج دی جاتی ہے، اور نمک وہاں سے آ جاتا ہے، یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیج دیئے جاتے ہیں وہ نمک خرید کر بھیج دیتا ہے، ان صورتوں میں خراب روپیہ شامل کرنے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: جن کا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لے کر شرکت کر لیں، پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کر دیں، اور بدون اس تدبیر کے خزانہ میں جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اس خرابی کا رافع نہیں ہوسکتا. لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس بمبادلۃ کما لا یخفی۔ (ج/۳ ص/۵۱۸)

کتاب الحظر والاباحۃ

عرفات میں درخت لگانے کا حکم:

سوال (۱۴۵): (۱) میدان عرفات میں حجاج بموسم گرما دھوپ اور لو سے بچنے کے خیال سے سایہ دار درختوں کا نصب اور اس میں سعی شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر نصب یا سعی جائز ہے تو مباح یا مستحب یا سنت یا واجب یا فرض؟

الجواب: عرفات اور حد حرم کے اندر سایہ کے لیے درختوں کا لگانا فی نفسہ جائز ہے، اور لغیرہ استحباب کا حکم بھی کیا جا سکتا ہے، اگرچہ افضل اس کا ترک ہے، استحباب لغیرہ کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ یہ حجاج کو راحت پہونچانا ہے اور حجاج کو راحت پہونچانا اقل درجہ مستحب ضرور ہے۔ (بحر رین من شعبان: ۵۳ ۱۳/ ج/۲ ص/۲۷، ۱۷۳)

بادشاہ محی الملۃ والدین وغیرہ القاب لگا کر پکارنے کا حکم:

سوال (۱۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین متین کہ ایک مسلمان والی ملک جس کی خصوصیات یہ ہیں کہ شراب پیتا ہے اور پی کر عام بدمستی میں اپنے اعیان اور مصاحبین کی ہتک کرتا ہے، چار سے زائد بیبیاں کر کے علی الاعلان شریعت اسلامیہ

کی مخالفت کرتا ہے، اس کی مملکت میں شراب وزنا کے متعلق احکام شرعیہ جاری نہیں ہیں، نہ عدالتہائے دیوانی وفوجداری میں مطابق شرع شریف تصفیہ ہوتا ہے، اور نہ ان عدالتوں کے حاکم دیندار متقی اور علوم دینیہ سے واقف معین کئے جاتے ہیں، سوائے اس امر کے کہ زمانہ حال کی روش کے مطابق بعض مسلمانوں کی انجمنوں اور مدرسوں وغیرہ کو معقول مالی امداد اس والی ملک نے دی ہے، اور کوئی فعل اس کا ایسا نہیں جو دین اسلام کی حقیقی خدمت کہی جاسکے مگر ایک جماعت مسلمانوں کی جو کچھ ذاتی اغراض رکھتی ہے یا بعض قومی انجمنوں کے لیے مزید مالی امداد کی فکر میں ہے اس والی ملک کو جس کے اوصاف مذکور ہو چکے محی الملۃ والدین یا ناصر الملۃ والدین کا خطاب مسلمانان ہندوستان کی طرف سے دینا چاہتی ہے، کیا اس جماعت کا یہ فعل قابل تحسین ہے، اور لائق تائید بھی، اگر نہیں تو کیا اس کی مخالفت ومزاحمت مسلمانوں پر یا اس میں سے بعض خاص لوگوں پر فرض ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب: فی الدر المختار ویکرہ تحریما وصفه بمالیس منه اس سے حکم واقعہ کا معلوم ہوگیا، یہ تو خطاب دینے والوں کے متعلق تحقیق ہے، باقی اگر کوئی خطاب دے تو اس کی مزاحمت ومخالفت سے بہتر یہ ہے کہ تاویل کر کے ساکت رہے کہ خود اہل اسلام میں فتنہ وتشویش نہ ہو، اور تاویل ظاہر ہے، آخر ملت ودین کے کسی شعبہ کا تو احیاء ونصرت واقع ہی ہے۔ (۳۰ر ذیقعدہ: ۱۳۳۶ھ/ ج ر ۴ ص ر ۲۸۱، ۲۸۲)

بزرگوں کے القاب میں کعبہ وقبلہ لکھنا:

سوال (۱۴۷): بہشتی زیور میں القاب بزرگان میں قبلہ کعبہ لکھا گیا اور تذکرۃ الرشید میں مکروہ تحریمی لکھا ہے، بدلیل قوله علیه الصلوة والسلام لا تطرونی الحدیث، اس کی تاویل کیا ہے؟

الجواب: بلا تاویل مکروہ تحریمی ہے اور بتاویل نفی مخالفین کے جائز ہے مگر خلاف اولی ہے۔ (ربیع الاول ۱۳۳۲ھ / [illegible])

طاعون سے فرار اختیار کرنے کو سبب نجات سمجھنا گناہ کبیرہ ہے:

سوال ۱۴۸: اگر کوئی شخص طاعونی مقام سے بغیر عذر مذکورہ بالا محض بخوف طاعون بلالحاظ کسی دوسری ضرورت وعوارض کے بھاگ جائے تو وہ مرتکب کبیرہ کا ہے یا نہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف کی شرح میں جو فرمایا ہے کہ (ازیں حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چناں کہ فرار از زحف، واگر اعتقاد کند کہ اگر نہ گریز البتہ می میرد، واگر بگریز بسلامت می ماند آں خود کفر است تو یہ حکم صحیح اور قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ مرتکب کبیرہ کا ہے اور شیخ کا حکم کبیرہ کا بلا تاویل صحیح ہے، اور کفر کا حکم اس تاویل سے صحیح ہے کہ جب وہ خدا تعالیٰ کو اس کے خلاف پر قادر نہ سمجھے جیسا کہ اہل سائنس کا اصل مذہب ہے۔ (ج ۴ ص ۲۸۵، ۲۸۶)

طوائف سے چندہ لینا:

سوال ۱۴۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چندہ ترکوں کو بھیجا جا رہا ہے اس کی دو مد ہیں، مد اول امداد مجروحین وتیامی وبیوگان، مد دوم: قرض حسنہ، کسی پیشہ عورتیں ان دونوں مد میں چندہ دینا چاہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ روپیہ ان کے پاس فعل حرام کے ذریعہ سے حاصل ہوا، محصلین ومہتممین چندہ کو ایسی عورتوں سے مدات بالا میں سے کسی مد کا چندہ لینا جائز ہے یا نہیں، جواب مفصل ومدلل ارقام فرمایا جاوے؟

الجواب: جو صورت گنجائش کی ہے وہ عوام کی سمجھ میں نہ آوے گی، اس

Scanned by CamScanner

لیے ایسا کرنا موجب توحش ہے، البتہ ایک طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ یہ کہ وہ عورتیں کسی مہاجن سے قرض لے لیں اور ان مدات میں دیدیں، پھر وہ قرضہ اپنے پاس سے ادا کردیں۔ (۱۸؍ربیع الثانی: ۱۳۴۱ھ/ ج ۴؍ ص ۳۸۰)

ہندو وارث کا میت کے ایصال ثواب کے لیے روپیہ دینا:

سوال (۱۵۰): میرے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کا ایک شاگرد ہندو ہے، اس نے پانچ سو روپئے دیئے ہیں، کہ اپنے بھائی کو قرآن پڑھوا کر بخشوادو، کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: وصول ثواب کے لیے اس عمل پر اول عامل کو ثواب ملنا شرط ہے، اور ثواب ملنے کے لیے ایمان شرط ہے، پس غیر مومن کے اس عمل یعنی اعطاء و انفاق کا ثواب تو پہونچ نہیں سکتا، اور اگر قرآن خوانی کے ثواب کا پہونچنا محتمل ہو تو طے ہو چکا ہے کہ جو قرآن اجرت پر پڑھا جاتا ہے اس کا ثواب بھی نہیں ملتا ہے، پس صورت مسئولہ میں اگر اس شاگرد کو زیادہ اصرار ہو تو صرف یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ شخص یہ پانچ سو روپیہ کسی مسلمان کی ملک کردے، اور وہ اگر چاہے وہ روپیہ کسی مستحق کو دے کر اس کا ثواب اس میت کو پہونچا دے، لیکن بعد ملک ہو جانے کے اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ روپیہ کسی کو نہ دے۔ (۲۷؍جمادی الثانی: ۱۳۳۳ھ/ ج ۴؍ ص ۴۴۴)

مکتوبات قدسیہ موہمہ مقدوریت ممتنع لذاتہ کی بعض عبارتوں کا حل:

سوال (۱۵۱): آج کل اتفاق سے شیخ عبدالقدوس کے مکتوبات کا مطالعہ کبھی کبھی کرتا ہوں، اس میں دو جگہ قابل دریافت سمجھ کر عرض ہے اگر جواب دینا فضول تصور فرمایا جاوے تو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مکتوب صد و ہفتاد و ہفتم میں فرماتے ہیں:

"ممکن الوجود این نیز بر سہ قسم است یکے ممکن لغیرہ و ممتنع لذاتہ و آں از جملہ محالات ست کہ وجود آں بنظر حس و عقل ممتنع است و اما بنظر قدرت حق ممکن ست"

گذارش یہ ہے کہ ممتنع اور واجب کے تو البتہ عقلاء نے دو قسم بالذات اور بالغیر کیا ہے، مگر ممکن کی بالذات اور بالعرض اب تک سنے نہیں گئے، بلکہ اہل فن عموماً لا امکان بالغیر فرماتے ہیں، گو بطور احتمال عقلی امکان کی بھی دو قسم ہو سکتی ہے، مگر لا طائل تحتہ اور پھر ممتنعات عقلیہ اور ذاتیہ کو تحت قدرت باری داخل کرنا عقل سے بالکل باہر ہے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: اس قسم کا مضمون میں نے دوسرے اکابر کے کلام میں بھی دیکھا ہے، جو اس وقت مستحضر نہیں، میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ مراد اس سے وہ محالات مادیہ ہیں جو عقل متوسط کے نزدیک محال ہے، مگر عقول عالیہ قدسیہ کے نزدیک ممکن ہیں، اس کا اقرار خود حکماء کو بھی ہے کہ بعض حقائق واقعیہ عقول متوسطہ کے احاطہ ادراک سے خارج ہیں، رہا اس کا لقب ممکن لغیرہ و ممتنع لذاتہ کہنا یہ ان کی خاص اصطلاح ہے برخلاف اصطلاح جمہور کے ولا مشاحۃ فیہ اور وجہ تصحیح اس کی یہ ہے کہ غیر سے مراد قدرت حق ہے، یعنی قدرت حق کے اعتبار سے ممکن ہے، لیکن خود اس کی ذات پر اگر نظر کی جاوے یعنی عقل متوسط نظر کرے تو اس پر امتناع کا حکم کرے، اور شیخ کے کلام میں جو یہ ہے کہ وجود آں بنظر حس و عقل (الخ) اس کو محالات کی قید واقعی نہ کہا جاوے گا بلکہ قید احترازی کہا جاوے تو خود بھی تفسیر ہو جاوے گی مراد مذکورہ کی، یعنی سب محالات اس کا مصداق نہیں، بلکہ وہ محالات جو نظر حس و عقل متوسط میں محال ہوں۔ (کتبہ اشرف علی: ۲۲ ررمضان المبارک: ۱۳۳۵ھ /ج ر۴ ص ر ۴۵۲، ۴۵۳)

نجاست خمر کے استدلال پر شبہ کا جواب:

سوال (۱۵۲): فقہاء نے انما الخمر والمیسر رجس الآیۃ سے نجاست خمر پر استدلال کیا ہے، اور صرف نجاست حکمی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نجاست حقیقی کے احکام متفرع

کئے ہیں، حالاں کہ انصاب وازلام کی نجاست حکمی ہی ہے، نجاست حقیقی فقہا بھی نہیں کہتے، بخلاف انما المشرکون کے کہ مافی الباب اپنے اطلاق سے وہ بھی نجاست حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے، پھر بھی فقہاء مشرکین کے نجس حقیقی ہونے کے قائل نہیں، حتی کہ ان کے لعاب دہن کی آمیزش سے بھی کوئی چیز نجس حقیقی نہیں سمجھی جاتی، حالاں کہ متبادر نجس سے نجس حقیقی ہوتا ہے، پھر اس کو چھوڑ کر نجس حکمی کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ کیا وجہ ہے؟

الجواب: حقیقی معنی پر جب تک حمل ممکن نہیں ہو مجاز مراد لینا جائز نہیں، اور خمر میں ممکن ہے اس لیے اسی پر محمول کیا جاوے گا، اور پھر یہ حمل متأید بالاجماع ہو گیا، اور میسر وازلام وانصاب میں معنی حقیقی کے متعذر ہونے سے مجاز پر محمول کرنا واجب ہوا، اور دلیل تعذر کی اجماع ہے، طہارت اجماع مذکور پر البتہ مشرکین میں بعض لوگ نجاست حقیقی کے قائل ہو گئے ہیں، مگر جمہور نے اس کا انکار اس لیے کیا ہے کہ بالاتفاق ایمان لے آنے سے وہ نجاست نہیں رہتی، اور ظاہر ہے کہ ایمان لانے سے نہ ماہیت کا تبدل ہوا اور نہ کوئی جرم زائل ہوا، اور بدون اس کے طہارت عین کی خود قواعد شرعیہ کے خلاف ہے، اور اگر آیت خمر میں مجاز وحقیقت کے جمع کا اشکال ہو تو وہ اس طرح مدفوع ہو سکتا ہے کہ رجس مذکور کی خبر خمر کو کہا جاوے، لتقدمہ اور باقیوں کی خبر محذوف کہی جاوے، چناں چہ بعض مفسرین نے اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے، پس جب لفظ رجس متعدد ہوا تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم نہ آیا۔

(۱۶/ذی الحجہ: ۱۳۳۳ھ/ ج/ ۵ ص/ ۲۲، ۲۳)

ندائے غیر اللہ کا بعض صورتوں میں جواز:

سوال (۱۵۳): فیصلہ ہفت مسئلہ میں مذکور ہے، کہ خواص کے لیے ندائے غیر اللہ مثل شیاللہ یا شیخ عبد القادر عبادت ہو جاتا ہے، یہ کس صورت پر محمول ہے؟

3:51 PM

Scanned by CamScanner

الجواب: حضرت کی تقریر اس بارے میں مستحضر نہیں مگر شاید یہ تاویل ہو کہ جب مظہر پر نظر نہ ہو ظاہر پر ہو اس وقت مخاطب محض واسطہ ہوگا اور مقصود مقصود ہوگا۔

(ج ۵ ص ۱۴۱)

عشق پر حب عقلی کی فضیلت کی تحقیق:

سوال (۱۵۴): ایک بات قابل دریافت ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم میں مولانا اسماعیل شہید نے حب ایمانی یا عقلی کو حب نفسانی یا عشق پر بہت کچھ ترجیح دی ہے، اور طریق عشق کو ایک حد تک مذموم ثابت کیا ہے، حالاں کہ بڑے بڑے صوفیائے کرام مولانا روم جامی وغیرہ نے عشق کی مدح سرائی کی ہے، اسباب میں حضرت کی جو تحقیق رائے ہو اس سے مفصل مطلع فرمائیے؟

الجواب: حضرات انبیاء علیہم السلام میں جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے ان میں ہیجان نفسانی نہیں ہوتا، اس لیے بالیقین یہی نوع محبت کی ہے، فی نفسہ افضل ہوگی، مگر کسی خاص استعداد وصلاحیت کے اعتبار سے تربیت باطن میں دوسرے نوع کا نفع وافق ہونا ممکن ہے، جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے، لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جس کو اصلح کہا جاتا ہے، پس مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فضیلت ذاتیہ کے مرتبہ میں حب ایمانی کو ترجیح دے رہے ہیں، اور بعض آثار مغلوبیت کے اعتبار سے حب نفسانی کو مضر بتلا رہے ہیں، اور دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فضیلت اضافیہ کے مرتبہ میں عشق کی مدح کر رہے ہیں، کیوں کہ ایسے مضامین اکثر اہل حال کے کلام میں وارد ہیں، جن کو تحقیقات عامہ مقصود نہیں یا مراد ان حضرات کی اصطلاحاً عشق سے مطلق کمال محبت ہو جو شامل ہے، محبت ایمان کو بھی، اور مقصود مذمت کرنا ہو اس شخص کی جس میں یہ کمال نہیں ہے، جیسے حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه الحدیث پس دونوں توجیہ پر مولانا اور صوفیہ کے کلام میں تعارض

Scanned by CamScanner

نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱۲ / شوال ۱۳۲۲ھ امداد ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

مولانا شاہ عبدالعزیز کی ایک عبارت سے کھانے پر فاتحہ دینے کا ثبوت مع جواب:

سوال: حضور اقدس دام ظلہ اول، از شاہ ولی اللہ صاحب عبارت یہ از کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، پس دو مرتبہ درود بخوانند ختم تمام کنند و برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ نمایند، عبارت دوم، ایک سوال کے جواب میں جیسا کہ مجوزین فاتحہ پیش کر رہے ہیں، اگر مالیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء، ہم خوردن جائز است انتہی، از شاہ عبدالعزیز صاحب، عبارت سوم جواب سوال نہم سوالات عشرہ محرم طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرات امامین نمایند براں فاتحہ وقل ودرود خوانند بتبرک می شود خوردن آں بسیار خوب است لیکن بسبب بردن طعام پیش تعزیہ ہا ونہادن آں طعام پیش تعزیہ با تمام شب تشبہ بکفاریت پرستاں می شود پس ازیں سبب کراہت پیدا می کند، واللہ اعلم انتہی، از کتاب جامع الاوراد، عبارت چہارم اگر برطعام فاتحہ کردہ بفقراء دہند البتہ ثواب می رسد، انتہی۔

اب حضور والا سے بصد ادب یہ گذارش ہے کہ آیا ہر چہار عبارت اصلی اور ان ہی حضرات کی ہیں یا نہیں، اگر ہوں تو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب مع توضیح عبارت زیب قلم فرما کر عنداللہ ماجور عندالناس مشکور ہو جیے۔

(۱) عبارت اول میں الفاظ قدرے شیرینی فاتحہ سے اور عبارت دوم میں اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد، اور عبارت سوم میں وبرآں فاتحہ وقل ودرود خوانند سے، اور عبارت چہارم کل عبارت سے جواز فاتحہ برطعام وغیرہ قبل خوردن نکلتا ہے، لہذا فاتحہ مروجہ برطعام جائز ہے یا نہیں۔

(۳) عبارت سوم میں الفاظ بترک می شود و خوردن آں بسیار خوب است سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ طعام پر چند آیات اللہ پڑھنے سے وہ طعام بترک بن جاتا ہے، بناء بریں جو طعام بغرض ایصال ثواب پکاویں اس پر فاتحہ وقل درود شریف پڑھنے سے طعام میں کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے، بلکہ بقول شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بترک ہو جاتا ہے، پس ہر انسان اپنے طعام ایصال ثواب کو بترک بنا کر کھانا چاہتا ہے، جو شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق بسیار خوب ہے، تو فاتحہ مروجہ بقول شاہ صاحب جائز اور مستحسن ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا اقوال سے مجوزین فاتحہ کو بڑی تقویت پہونچ گئی ہے، اس لیے حضور والا سے امید قوی ہے کہ نہایت توضیح سے ارشاد فرماویں، تاکہ ہر دو گروہ کو یعنی مجوزین کو کافی تردید اور مانعین کو شافی تسکین ہاتھ آئے۔ والسلام۔ (۱۱ر جون: ۱۰۳ھ)

الجواب: جب دلائل صحیحہ سے ان رسوم کا خلاف سنت ہونا ثابت ہے پھر اگر کسی ثقہ سے اس کے خلاف منقول ہوگا اس کی تاویل واجب ہے، اور تاویلیں مختلف ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ ثبوت میں کلام کیا جاوے، جیسے اس کے قبل بھی بزرگوں کے کلام میں الحاق کے احتمال سے جواب دیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ دلالت میں کلام کیا جاوے جیسا کہ بعض عبارات میں اس کی گنجائش ہے، تیسرے بعد تسلیم ثبوت دلالت یہ کہ یہ مقید ہو عدم مفاسد کے ساتھ اور منع مقید ہو مفاسد کے ساتھ، اور اب چونکہ مفاسد غالب ہیں اس لیے بلا قید منع کیا جاوے گا۔ (۲۱ر محرم: ۱۳۰۵ھ/ ج ر ۵/ ص ر ۲۰۶،۲۰۵)

قبور اولیاء کے رسوم سے متعلق دو فتووں کے درمیان فیصلہ:

سوال (۱۵۶): لوگ اولیاء اللہ کی قبروں پر جو لمبی لمبی اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، چراغ جلاتے ہیں، اور قبیل کی جو چیزیں بھی یہ لوگ کرتے ہیں وہ حرام ہے یا مکروہ؟ اور صاحب تحیر المختار علی ردالمحتار، کتاب الجنائز میں روح البیان سے

نقل کرتے ہیں۔

قال الشيخ عبد الغنى النابلسى فى كشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والأولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز إذا كان القصد بذلك التعظيم فى أعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر وكذا إيقاد القناديل والشمع عند قبور الأولياء والصلحاء من باب التعظيم والإجلال ايضاً للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن. وقذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم جائز ايضاً لا ينبغى النهى عنه اه ثم رأيت المحشى ذكر فى الكراهة عند قوله ولا تكره الرثية نحر عن النابلسى فراجعه وقد اقره عليه۔

احقر کو ان دونوں مذکورہ عبارتوں میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہے، لہٰذا التماس ہے کہ کون سی عبارت صحیح ہے اور کون سی غلط، اور اگر دونوں عبارتیں صحیح ہیں تو تطبیق کی کیا شکل ہوگی، مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: پہلا فتویٰ حدیث اور مذہب دونوں کے مطابق ہے، لہٰذا متعین طور پر وہی درست ہے، اور دوسرا فتویٰ حدیث کی مخالفت کی بناء پر قابل عمل نہیں ہے، اگر کوئی کلام غیر معقول ہوتا تو اس کی تردید ضروری تھی، مگر چونکہ بزرگوں کا کلام مقبول ہوتا ہے، اس لیے اس کی تاویل کرنا لازم ہے، تو اس کی تاویل دو طرح کی جا سکتی ہے، پہلی تاویل اس طرح ہے کہ یہ ایک مغلوب الحال عاشق کا کلام ہے،

دوسری تاویل بایں طور کہ یہ کلام اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ اس پر عمل کرنے سے خرابیاں لازم نہ آتی ہوں، اور اس وقت جو فسادات رونما ہو چکے ہیں وہ بالکل ظاہر ہیں، لہٰذا جب لازمی قید اور شرط نہیں پائی گئی تو مقید جواز کا حکم بھی باقی نہیں رہا۔

(ج ۵ ص ۲۲۰)

شوہر کو تابع بنانے کے لیے تعویذ وغیرہ کا عمل:

سوال (۱۵۷): حضرت والا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب نفع المفتی والسائل کے صفحہ ۵۰ مطبوعہ میں یہ فتویٰ نقل کیا ہے، کہ عورت کا خاوند کو رضا مند کرنے کے واسطے تعویذ بنوانا حرام ہے؟

الجواب: رضا مند کرنے کے دو درجے ہیں، ایک درجہ وہ جس سے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے، دوسرا درجہ وہ کہ حقوق غیر واجبہ میں اس کو مجبور کیا جاوے، پہلے درجہ کی تدبیر مباح ہے اگرچہ اس میں جبر ہی سے کیوں نہ کام لیا جاوے، اور دوسرے درجہ کی تدبیر اگر حد جبر تک نہ ہو جائز ہے، اور اگر حد جبر تک ہو حرام ہے، پس اس مسئلہ میں قواعد شرعیہ سے دو قیدیں ہیں ایک یہ کہ وہ تعویذ یا عمل ایسا ہو جس سے معمول مضطر ہو جاوے، دوسری قید یہ کہ حقوق غیر واجبہ کے لیے یہ تدبیر کی جاوے، اگر ایک قید بھی مرتفع ہو جاوے گی حرمت مرتفع ہو جاوے گی، امید ہے کہ اب اشکال رفع ہو گیا ہوگا۔ (۱۰ محرم ۱۳۳۶ھ/ ج ۶ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

باب العقائد

ید اللہ اور ان جیسے متشابہات نصوص کے معنی کے متعلق تحقیق:

سوال (۱۵۸): زید کہتا ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں لفظ ید کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے جیسے ید اللہ فوق ایدیہم تو وہاں ید سے مراد قدرت ہے، کیوں کہ ید وغیرہ اجزاء جسم سے حق تعالیٰ پاک و منزہ ہے، اور عمرو کہتا ہے کہ قدرت علیحدہ

صفت ہے، حق تعالیٰ کی، اور ید دوسری صفت اس کی مستقل ہے، ید سے قدرت مراد لینا اس سے ایک صفت کا ابطال لازم آتا ہے، اور یہ مذہب اہل قدر اور معتزلہ اور امامیہ شیعہ کا ہے، باقی لفظ ید مشابہات میں سے ہے، جو کچھ اس کی مراد ہے، اس کو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور ہم اس کے ادراک سے عاجز ہیں، ہکذا فی شرح الفقہ الاکبر لابی المنتہی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہر دو قول مذکورہ میں سے کون سا قول حق مطابق اہل سنت والجماعت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اصل مذہب سلف کا یہی ہے جو عمرو کہتا ہے لیکن اجراء علی الحقیقۃ کے ساتھ تنزیہ کا محفوظ رکھنا اور اجراء علی الحقیقت کو اجراء علی الظاہر کا مغائر سمجھنا تحمل عقول عامیہ سے ارفع تھا، اس لیے متاخرین نے تاویل مناسب کی اجازت دیدی لیکن حقیقی معنی کی نفی نہیں کی، اور یہی فرق ہے ان ماولین اور اہل بدعت کے درمیان۔ (یکم صفر: ۱۳۴۵ / ج ۶ / ص ۸۰)

اللہ تعالیٰ پر جوہر وغیرہ کے اطلاق کا حکم:

سوال (۱۵۹): مکتوبات قدوسیہ مطبوعہ مطبع احمدی مکتوب ہشتاد و نہم ۱۳۰۹ھ میں یہ عبارت ہے، چناں چہ بعضے مبتدعہ خدا را جسم و جوہر گویند اگر مجرد لفظ بے معنی اطلاق می کنند خاطئ عاصی اند کہ در اطلاق اسم خطا می کنند و اگر بحقیقت جسم و جوہر گویند و ترکیب و تحیز مکان والعباد جائز دارند در حکم آخرت کافر اند اما در احکام دنیا در معاملہ چوں معاملہ با لکفار نکنند و کشتن و غارت کردن مال و بردہ کردن فرزندان و اہل ایشان روا نداراند کہ مدعی اسلام اند و دعوی اسلام ایشاں را و اہل ایشاں را امروز ایمن گردانیدہ است وهذا قولهم لا نكفّر اهل القبلة اب عرض یہ ہے کہ قادیانی لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاوے کہ دنیاوی اصول میں ان کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ رکھیں۔

Scanned by CamScanner

الجواب: ان دونوں کفر میں فرق ہے جسم وجوہر کا قائل کسی نص قطعی کا مکذب نہیں اس لیے وہ کفر ابتدائی ہے کہ مناظرات میں اس کو کفر کہا جاتا ہے، ورنہ اگر یہ کفر حقیقی ہوتا تو اس کا تلفظ بلا قصد معنی کے بھی کفر ہوتا جیسا دوسرے کلمات کفر کا یہی حکم ہے کہ طوعا بلا قصد معنی ان کا تلفظ کفر ہے، حالاں کہ شیخ اس کو کفر نہیں فرماتے باقی یہ کہ جب یہ دونوں کفر ہیں پھر ان دونوں میں فرق کیوں فرماتے ہیں، سو بدعت بدعت میں فرق کا انکار نہیں کیا جا سکتا، عقیدہ کا فساد قول کے فساد سے احکام آخرت میں اشد ہے، اس اشدیت کی بناء پر شیخ نے اس کو کفر کہہ دیا، اور تلفظ محض کو خطاء ومعصیت اس بناء پر قادیانیوں کو اس جماعت پر قیاس نہیں کر سکتے کہ وہ مکذب قطعیات کے ہیں۔ هذا غاية تاويل كلام الشيخ وان لم يصح هذا التأويل والجواب ان هذا القول ليس بحجة۔ (۲۴ ربیع الاول: ۵۳ ۱۳ھ/ ج/۶ ص/ ۱۰۸، ۱۰۹)

رسالہ اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام والمکروہ:

سوال (۱۶۰): بہشتی گوہر کے شروع میں تمہید کے بعد ایک صفحہ میں اصطلاحات ضروریہ کے عنوان سے اقسام احکام کی تعریف لکھی ہیں، ان میں حرام اور مکروہ تحریمی کی تعریف مختلف نسخوں میں مختلف لکھی ہے، چناں چہ ایک قدیم الطبع نسخہ میں اس طرح لکھا ہے، حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے، اور اس کا بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔

مکروہ تحریمی وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے، اور اس کا بغیر عذر ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے اور جدید طبع نسخہ میں اس طرح لکھا ہے۔

حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر اور اس کا بے عذر کرنے

Scanned by CamScanner

والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ (شامی: ج ر ۱ ص ر ۹۷)

مکروہ تحریمی وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے، جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے، اور اس کا بے غیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔ (درمختار وشامی: ج ر ۵ ص ر ۳۴۳) محل اختلاف دونوں کی تعریفوں میں صرف یہ ہے کہ قدیم نسخہ میں بغیر عذر چھوڑنے والا اور بغیر عذر ترک کرنے والا لکھا ہے، اور جدید نسخہ میں دونوں جگہ بغیر عذر کرنے والا لکھا ہے، مخالفین کے بعض رسائل میں دونوں تعریفوں کو مولف بہشتی گوہر کی طرف منسوب کر کے تعریف اول پر غالب درجہ کے سب وشتم وطعن وتبرا کے پیرایہ میں اعتراض کیا گیا ہے، اور تعریف ثانی کو تعریف اول سے رجوع میں اس لیے کافی نہیں سمجھا کہ تعریف اول کے غلط ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ صحیح تعریف کون سی ہے اور غلط تعریف کے غلط ہونے کا منجانب مؤلف اعلان کیوں نہیں کیا گیا، اور اس واقعہ اختلاف کی حقیقت کیا ہے؟ (افیدونا دمتم مفیدین)

الجواب: تعریف صحیح دوسری ہے پہلی تعریف اگر ماول نہ ہو غلط ہے، اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ تعریف مؤلف بہشتی گوہر کی لکھی ہوئی نہیں ہے، کسی مہتمم طبع نے اس کا اضافہ کر دیا ہے، اور مؤلف کی طرف سے اس غلطی کا اعلان کیوں نہیں ہوا، وہ وجہ یہ ہے کہ نہ وہ مضمون مؤلف کا تھا، اور نہ اس کو اب تک بھی اس کی اطلاع تھی ورنہ بحمد اللہ تعالیٰ مؤلف کی عادت سب کو معلوم ہے کہ اپنی غلطی کی اشاعت ہی کے لیے ترجیح الراجح کا سلسلہ مدت سے جاری کر رکھا ہے، چناں چہ اب جو اطلاع ہوئی تو باوجود اپنا مضمون نہ ہونے کے تبرعا اس پر تنبیہ کر رہا ہے اور یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ اس پہلی تعریف کو غلط مان لیا جاوے اور یہی اظہر ہے پھر غلطی کا سبب خوار ذلت قلمی یا ذہنی صاحب اضافہ کی ہو یا زیغ نظر یا تحریف ناقل کی ہو اور اگر یہ اضافہ

احقر مولف کا ہوتا تو صرف اسی جواب پر اکتفا کرتا کیوں کہ احقر تاویلات وتوجیہات کے استعمال کو اپنے نفس کے لیے پسند نہیں کرتا مگر چونکہ وہ اضافہ کسی دوسرے شخص کا ہے اور یقیناً کسی صاحب علم کا ہے، اور عاقل بالغ کے کلام کو مطلقا محمل صحیح پر محمول کرنا شرعا مطلوب ہے چہ جائے کہ صاحب علم کے کلام کو اس لیے میں ایک دوسرا جواب بھی عرض کرتا ہوں اس کا حاصل عبارت متکلم فیہا کا ماول ہونا ہے، وہ تاویل یہ ہے کہ حرام اور مکروہ کی تعریف میں جو یہ عبارت ہے کہ اس کا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے یا یہ عبارت ہے کہ اس کو بغیر عذر ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے تو ان دونوں عبارتوں میں لفظ اس کا (کہ ضمیر یا اسم اشارہ ہے) مرجع یا مشار الیہ خود فعل حرام اور فعل مکروہ تحریمی نہیں بلکہ اس فعل کا حکم یعنی حرام ہونا اور مکروہ تحریمی ہونا یا بعنوان مختصر حرمت وکراہت ہے، اور معنی یہ ہیں کہ حرمت وکراہت کا جو مقتضاء ہے کہ اس سے اجتناب رکھے اس مقتضا کو ترک کرنے والا اور چھوڑنے والا فاسق وگنہگار ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیوں کہ اس مقتضاء کا ترک اس طرح ہوگا کہ اس فعل حرام ومکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنے لگے اور ظاہر ہے کہ حرام اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے، تو کلام میں ایجاز ہوگا اور متکلم چونکہ صاحب علم ہے اس کا صاحب علم ہونا قرینہ ہوجاوے گا، تعیین مراد کا اس قرینہ کے ہوتے ہوئے یہ ایجاز مخل نہ ہوگا، جیسے متکلم کا موحد ہونا انبت الربیع البقل کو مجاز پر محمول کرنے کے لیے قرینہ کافی سمجھا جاتا ہے اس کے نظائر محاورات میں بکثرت ہیں، چناں چہ اس وقت دو موقع خود قرآن مجید سے نقل کرتا ہوں جن میں بعض مفسرین اسی قبیل کی توجیہہ کے قائل ہوئے۔

موقع اول: قال الله تعالیٰ فی سورۃ الاعراف ما منعك ان لا تسجد فی جامع البیان لشیخ الاسلام والمسلمین الشیخ

السید معین الدین المفروغ من تالیفه فی عام سبعین وثمان مأة ما نصه منع بمعنی احوج واضطر لان الممنوع عن شئ مضطر إلی خلافه ای ما احوجك إلی عدم السجدة۔

موقع الثانی: قال الله تعالیٰ فی سورة هود. اصلوتك تأمرك ان نترك ما یعبد اٰباءنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء فی التفسیر المذکور قیل علی ان نترك بتقدیر أصلوتك تأمرك بنهیك عن ان نفعل اھ واورد التفسیرین فی الکبیر الاول منطوقا والثانی مفهوما اور گو دونوں جگہ دوسری تفاسیر بھی منقول ہیں مگر ان تفسیروں کو بلا نکیر نقل کرنا ایسی توجیہات کی صحت کی کافی دلیل ہے، دیکھیے آیت اولی میں جب لا کو غیر زائد مانا گیا تو لا تسجد بمعنی تترك السجدة ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اس کا تعلق اس کے سیاق یعنی منعک سے نہیں ہو سکتا بلکہ منعک کے بعد ان تسجد ہونا چاہیے جو بمعنی فعل سجدہ ہے چناں چہ ظاہر ہے اسی طرح آیت ثانیہ میں جب ان نفعل کا عطف ان نترک پر مانا گیا تو ان نفعل تامرک کے تحت میں ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اس کا تعلق اس کے سباق یعنی ما نترک سے نہیں ہو سکتا بلکہ تامرک کے بعد ان لا نفعل فی اموالنا ما نشاء ہونا چاہیے جو بمعنی ترک ہے چناں چہ ظاہر ہے غرض ایک آیت میں بجائے فعل کے ترک مذکور ہے، اور ایک آیت میں بجائے ترک کے فعل مذکور ہے، جو ظاہرا صحیح نہیں، اور صحیح اس کا عکس تھا، اگر تصحیح کلام کی ضرورت سے آیت اولی میں (بجائے فعل کے) ترک کی تصحیح تعلق کے لیے اس ترک کے سباق یعنی منعک کی جانب میں تاویل کی گئی اور دوسری آیت میں (بجائے ترک کے) فعل کی تصحیح تعلق کے لیے اس فعل کے سباق یعنی تامرک کی جانب میں تاویل کی گئی اسی قیاس پر تعریف مذکور میں کہا جا سکتا ہے کہ جانب خیر میں جو لفظ ترک واقع

ہے ظاہرا اس کا تعلق اس کے سباق یعنی حرام ومکروہ سے جو کہ مبتداء سے نہیں ہو سکتا بلکہ حرام ومکروہ کے بعد لفظ فعل ہونا چاہیے مگر تصحیح تعلق کے لیے اس ترک کے سباق یعنی حرام ومکروہ کی جانب میں یہ تاویل کی جاوے گی کہ مبتدا متضمن ہے معنی حرمت وکراہت کو، اب اس سے مفہوم ترک کا تعلق ہو سکتا ہے، یعنی حرمت وکراہت کے حکم کو ترک کرنے والا الخ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور اس تاویل میں زیادہ بعد اس لیے نہیں کہ فعل حرام اور مکروہ تحریمی کی تعریف لکھتے ہوئے فعل سے حکم فعل کی طرف ذہن کا منتقل ہو جانا چنداں بعید نہیں، اور ایک دوسری تاویل اس سے بھی بے تکلف اور سہل ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تعریفیں مذکورین میں لفظ اس کا مرجع یا مشار الیہ دلیل کو قرار دیا جاوے، مطلب یہ ہے کہ حرام یا مکروہ ہونے کی جو دلیل ہے اس دلیل کا منکر اور اس دلیل کا تارک ایسا ایسا ہے۔

اور دلیل کا انکار یہ ہے کہ اس کے خلاف اعتقاد رکھے اور دلیل کا ترک یہ ہے کہ اس کے خلاف عمل کرے پس کلام بالکل بے غبار ہے، البتہ شارع اور غیر شارع کے کلام میں اتنا فرق ہے کہ شارع کے کلام کو توسع پر محمول کریں گے، اور غیر شارع کے کلام کو تسامح پر دوسرے شارع کے کلام میں تغیر ممکن نہیں ہے، اس لیے تاویل واجب ہے، اور غیر شارع کے کلام میں تغیر ممکن ہے اس لیے تغیر کو تاویل پر ترجیح ہو گی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ واجتنب الھویٰ: (۲۷ / ربیع الثانی: ۱۳۴۶ھ / ج / ۶ / ص / ۲۰۹ تا ۲۱۴)

کتاب اخبار الاخیار کی ایک عبارت کا صحیح محمل:

سوال (۱۶۱): آج کل اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی دیکھ رہا ہوں، حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات میں لکھا ہے، فرمود کسیکہ دو رکعت نماز بگذارد بخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورہ اخلاص یازدہ بار بعد

Scanned by CamScanner

ازاں درود فرستد بہ پیغمبر ﷺ از سلام وبخواند آن سرور را ﷺ بعد ازاں یازدہ گام بجانب عراق برود ونام مرا گیرد حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آں حاجت او قضا گرداند بمنہ کرمہ اھ نقل ایں کلام از حضرت غوث الاعظم بغایت مستبعدی نماید ونقل شیخ محدث تعجب خیز رائے حضور متعلق بچنیں روایت چیست خدا معاف فرماید بندہ را بغایت مستنکرہ معلوم می شود ودل نمی قبول نمی کند۔

الجواب: حسن ظن تاویل کو مقتضی ہے اس میں خلجان کا موقع ایک تو یہ ہے کہ بخواند آں سرور را ﷺ سوندا، اگر بصیغہ صلوۃ ہو تو کچھ حرج نہیں دوسرا موقع یہ ہے کہ نام مرا گیرد سو اس گرفتن کی کیفیت جب نہیں لکھی تو توسل پر محمول کیا جائے کہ دعا خدا تعالیٰ سے کرے، اور مرے نام سے توسل کرے اور یہ جائز ہے، تیسرا موقع اور وہی سب سے اشد ہے یہ ہے کہ یازدہ گام بجانب عراق برود، سو یہ ایک عنوان ہے معنون اس کا یہ ہے کہ جانب من بتوجہ کامل متوجہ شود تا کہ توسل بہ محبت تام واقع شود، اس توجہ کامل کی یہ ایک تدبیر ہے کہ ان کے آرام گاہ کی طرف چلنے میں طبعاً ان کی طرف کامل توجہ ہو جاوے گی، اور یازدہ کی تخصیص محض عدد کے مبارک ہونے کے سبب سے ہے کہ اشتمال علی العشرہ کے ساتھ طاق بھی ہے یہ تاویل اس لیے ہے کہ اہل حق پر بدگمانی نہ ہو اس لیے کہ میں اس عمل میں انشراح پاتا ہوں۔ (۲ر جمادی الثانیہ: ۱۳۴۶ھ/ ج/۶ ص/۲۱۸)

Scanned by CamScanner

قواعد پر مبنی حضرت کے فتاوی

باب الطھارۃ

نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا:

سوال (۱۶۲): اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس کو خواب یاد ہے، اس حالت بیداری میں اس کے بستر پر سے اٹھنے سے پہلے بیدار ہونے کے دو یا تین منٹ بعد اس کو تری معلوم ہوئی، جس کو وہ مذی سمجھتا ہے، تو اس پر یہ خیال کر کے کہ شاید یہ منی رک گئی ہو، جواب نکلی ہے غسل واجب ہوگا، یا اس کو خیال نہیں کرنا چاہیے، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ دفق وشہوت کے ساتھ نکلی ہے یا کس طرح؟

الجواب: جزیہ تو نہیں دیکھا مگر قواعد سے غسل واجب ہونا چاہیے کیوں کہ خواب کا یاد ہونا علامت اس کی ہے کہ یہ یا منی ہے یا مذی، اور دونوں کا احتمال خروج موجب غسل ہے، اور دفق وشہوت کی شرط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انفصال عن المقر کے وقت شہوت ہو گو خروج کے وقت نہ ہو اور اگر کوئی عارض مانع نہ ہو تو دفق بھی ہو اور یہاں ممکن ہے کہ انفصال کے وقت شہوت ہو اور دفعتاً آنکھ کھلنے سے رک گئی ہو مگر احتیاطاً یہ مسئلہ کہیں اور بھی پوچھ لیا جاوے۔ (۸ رمحرم: ۱۳۳۲ھ/ ج ۱ ص ۵۵)

جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا:

سوال (۱۶۳): یہاں چاہات میں آج کل ایک سرخ رنگ کی دوا ڈالی جا رہی ہے، جس سے تمام چاہ کا پانی نہایت سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے، اور وہی سرخ پانی وضو نہانے کھانے پینے غرضیکہ ہر استعمال میں آتا ہے، اور اس دوا کی ماہیت سے یہاں بجز ڈاکٹروں کے اور کوئی واقف نہیں ہے، جس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس میں علاوہ رنگین ہونے کے کوئی ناجائز شئ تو ایسی نہیں ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع

Scanned by CamScanner

ہو لہذا میں امید کرتا ہوں کہ براہ عنایت اس امر سے مطلع فرمایا جاؤں کہ آیا اس پانی کے استعمال میں کوئی شرعاً حرج تو نہیں ہے۔

الجواب: جب اس دوا میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم اور ثابت نہیں تو بقاعدہ الاصل فی الاشیاء الطہارۃ اس کو طاہر سمجھنا چاہیے اس لیے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا۔ (۱۳ر رمضان: ۱۳۳۱ھ/ ج ۱/ ۵۹، ۶۰)

کتاب الصلوة

نماز میں بعض قرآنی اغلاط کا حکم:

سوال ۱۶۴: عرض یہ ہے کہ ان مسائل کا جواب ارشاد فرمایئے:

(۱) ایک شخص نے میثاقه الذی واثقکم جو دوسرے رکوع مائدہ میں ہے کی جگہ میثاقه الذی وَآثقکم تراویح میں پڑھا ہے، اب یہ نماز جائز ہے یا نہیں، واؤ کو عاطفہ سمجھ کر ہمزہ پر زبر پڑھا ہے؟

(۲) ایک کس نے انعمت علیہم کی جگہ انعمت علیهمْ زبر کی جگہ پیش پڑھا جب الحمد پوری ہوئی اس کو یاد ہوا پس بسبب یاد ہونے کے انعمت کی تاء پر زبر پڑھی، اب یہ نماز جائز ہے یا نہیں، مہربانی فرما کر جواب تحریر فرماویں؟

الجواب: پہلی غلطی مفسد معنی نہیں بلکہ لفظ کو بے معنی کر دینے والی ہے، اس لیے نماز ہوگئی، اور دوسری جگہ مفسد معنی ہے، مگر اس کا جب تدارک کر دیا گیا تو وہ اس لیے اس میں بھی نماز ہوگئی، یہ جواب قواعد سے لکھا ہے، جزیہ نہیں دیکھا بہتر ہے کہ کسی محقق سے بھی پوچھ لیا جاوے۔ (۲ر ربیع الاول: ۱۳۲۹ھ/ ج ۱/ ص ر ۵۷، ۵۸)

امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے:

سوال ۱۶۵: امام کی اگر نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اسکی کراہت سے بچیں گے یا نہیں؟

الجواب: اس باب میں کوئی روایت نہیں ملی لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوٰۃ سے ہے مثلاً ترک واجب یا فعل زائد جب تو وہ کراہت صلوٰۃ مقتدی تک متعدی ہوگی کیوں کہ اس صورت میں اس کی نماز ہی مکروہ ہوئی، وصلوته متضمنة لصلوة المقتدی اور اگر کسی امر خارج عن الصلوٰۃ سے ہے، جیسے کسی ہیئت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی کیوں کہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی ایک جداگانہ فعل مکروہ ہے، گو ایسے شخص کا امام بنانا مکروہ ہوا۔ (۱۲ر شعبان: ۱۳۳۱ھ/ ج ر۱ ص ر۴۰۱)

نماز میں عینک لگانے کا حکم:

سوال (۴۳): حالت نماز میں عینک لگائے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ فقہائے متقدمین میں سے کسی نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

الجواب: عینک لگنے کی عادت مستحدث ہے (نئی) اس لیے امید نہیں کہ کسی کے کلام میں اس کی تصریح ملے، مگر قواعد سے یہ جواب ہے کہ فی نفسہ جائز ہے، لیکن فعل عبث ہے، اور عبث نماز میں مکروہ ہے، اس عارض کے سبب یہ فعل مکروہ ہوگا۔

(ج ر۱ ص ر۴۳۹)

تراویح کی جماعت ترک کرنے والوں کا وتر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنا:

سوال (۴۴): رمضان شریف میں اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور تراویح کو بالکل تمام آدمیوں نے ترک کر دیا تو اس صورت میں وتر با جماعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار بَقِيَ لَوْ تَرَكَهَا الْكُلُّ هَلْ يُصَلُّونَ الْوِتْرَ بِجَمَاعَةٍ؟ فَلْيُرَاجِعْ فی رد المحتار تحت قوله بَقِيَ الَّذِي

يَظْهَرُ أَنَّ جَمَاعَةَ الْوِتْرِ تَبَعٌ لِجَمَاعَةِ التَّرَاوِيحِ وَإِنْ كَانَ الْوِتْرُ نَفْسُهُ أَصْلًا فِي ذَاتِهِ لِأَنَّ سُنَّةَ الْجَمَاعَةِ فِي الْوِتْرِ إِنَّمَا عُرِفَتْ بِالْأَثَرِ تَابِعَةً لِلتَّرَاوِيحِ. عَلَى أَنَّهُمْ اخْتَلَفُوا فِي أَفْضَلِيَّةِ صَلَاتِهَا بِالْجَمَاعَةِ بَعْدَ التَّرَاوِيحِ كَمَا يَأْتِي اھ. (ج ۱ ص ۴۷۱) اس سے معلوم ہوا کہ قواعد سے اسی کو ترجیح ہے کہ اس صورت میں یہ جماعت وتر فرادی فرادی پڑھیں۔ (یکم محرم: ۱۳۳۴ھ/ ج ۱ ص ۴۵۶)

باب الزکوة والصدقات

صدقہ نافلہ غنی کے لیے حلال ہونے کا مطلب:

سوال (۱۶۸): صدقہ نافلہ اغنیاء وفقراء سب کو مباح ہے، اس کے کیا معنی ہیں، آیا یہ معنی ہیں کہ جب کسی شئ کو خدائے تعالیٰ کے حضور میں پیش کردیا اور اس کے ایصال ثواب کی نیت کس کے لیے کرلی تو یہ صدقہ ہوگیا اس کا کھانا سب کو جائز ہے، یا اور کچھ پھر بعد الاتفاق ایصال ثواب کی ضرورت ہوگی یا وہی نیت کافی ہوگی؟

الجواب: اس کی تحقیق مصرح تو کہیں باوجود تلاش کے ملی نہیں، لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون تملیک کے ابھی صدقہ نہ ہوگا، کیوں کہ مفہوم صدقہ میں تملیک داخل ہے، رہا اس کا کسی کے لیے حلال یا حرام ہونا اس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ جو چیز غنی وغیرہ کو دینے سے کافی اور ادا نہیں ہوتی، منفق علیہ پر واجب ہے کہ منفق کو اپنے مصرف اور مستحق نہ ہونے کی اطلاع اور تنبیہ کردے کیوں کہ یہ توہم اور احتمال ہے کہ شاید اس کو اطلاع حقیقت کی یا حکم شرعی کی نہ ہو اور یہ واجب مثلاً اس کے ذمہ رہ جائے تو یہ ایک گونہ خداع اور تغریر ہے اور یہ حرام ہے، البتہ اگر بیت المال میں زکوۃ وغیرہ آگئی چونکہ سلطان بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا بھی نائب ہے، اس لیے اس کا قبضہ بجائے قبضہ فقراء کے ہے، اور اسی سے دو صدقہ کے ساتھ

متصف ہو گیا اور اگر زکوۃ ہے تو اس میں وسخیت آ گئی، اور غیر مصارف پر اس وجہ سے بھی حرام ہو گیا، تیسرا طریق جو کہ سب صورتوں میں مشترک اور بلا واسطہ مفید حلت وحرمت ہے یہ کہ صدقہ ہونا نہ تو زمانا تملیک پر مقدم اور نہ مؤخر بلکہ مقارن ہے، پس صدقہ ہونا اور مملوک ہونا معاً متحقق ہوں گے، اس لیے اسی وقت حلت وحرمت بھی حاصل ہو جائے گی گو تملیک بالذات مقدم ہو اور جب معلوم ہو گیا کہ تملیک کے وقت صدقہ ہو گا تو اس سے پہلے کی نیت بھی معتبر نہیں، البتہ زکوۃ میں اخراج کے وقت کی معتبر ہے کہ واسطے ادائے شرط واجب نیت کے نہ کہ ثواب کے لیے وہ تملیک ہی پر موقوف ہو گا۔ واللہ اعلم (۲۷/ ذی الحجہ: ۱۳۲۲ھ/ ج/ ۲ص/ ۷۷، ۷۸)

باب الصوم والاعتکاف والحج

رمضان وغیرہ کے چاند کی شہادت کے متعلق بعض مسائل:

سوال (۱۶۹): ہلال رمضان کی شہادت بقاعدہ شرعیہ باہر سے غیر قاضی کے پاس آوے، اور قاضی اس کو تسلیم نہ کرے تو اس شخص کے لیے تیس/ ۳۰ رمضان کے صوم کا کیا حکم ہے جب کہ قاضی اور عام اہل شہر کے نزدیک وہ ۲۹/ تاریخ ہے، اور ابر کی وجہ سے رویت نہ ہو، جیسا کہ امسال ہوا اور آیا اس پر ضروری ہے کہ عام اہل اسلام کو اس شہادت معتبرہ کا اور اس کی بناء پر ایک روزے کی قضاء کا اعلان کرے یا قاضی پر چھوڑ دے کہ مرجع عوام شہر وہی سمجھا جاتا ہے، اور اسی پر اعلان اور عدم اعلان کا بار ہے، بہر حال قاضی عرفی کے اختلاف پر یہ شخص اپنے اذعان اور شہادت معتبرہ مامون عن التزویر میں کن کن باتوں کا مامور ہے؟

الجواب: ظاہر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ اختلاف نہ کرے نہ عملاً نہ اعلاناً یا اعمالاً تعذر کے وقت اس باب خاص میں وہ قائم مقام قاضی شرعی کے

Scanned by CamScanner

ہے البتہ جب قاضی کی خطا اس کو متیقن ہو جائے، تو خاص خاص لوگوں کو حقیقت کی اطلاع ایسے طور سے کر دے کہ تشویش و فتنہ نہ ہو۔ (۵ رشوال: ۱۳۳۴ھ / ج ۲، ص ۱۴۴)

صبح کے وقت منہ میں پان دانتوں سے دبا ہوا نکلا اس کا حکم:

سوال (۱۷۰): بہت سے لوگ شب رمضان میں شب کو بہ نیت صوم پان کھا کر لیٹ گئے، اتفاق سے سب کو نیند آ گئی سب کے سب بدون کلی غرارہ کئے ہوئے پان منہ میں لئے ہوئے سو گئے، صبح کو جاگے تو کسی کے منہ میں کل پان اور کسی کے چنے سے زیادہ اور کسی کے منہ میں بقدر چنے کے اور کسی کے منہ میں بقدر ماش کے اور کسی کے منہ میں صرف ایک دو پتی باقی ہے، اور کسی کے منہ میں کچھ بھی نہیں، لیکن شب کو کلی غرارہ نہیں کیا تھا، تو اس صورت میں کس کس کا روزہ صحیح ہوگا، اور کس کس پر قضا واجب ہے اور جس کا روزہ اگر صحیح نہیں ہوگا، اس نے اگر افطار کر ڈالا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، اور جس کا روزہ صحیح ہوگا، اگر اس نے لاعلم سے افطار کر ڈالا تو اس پر کفارہ یا قضا؟

الجواب: اگر سوتے وقت پان منہ میں لے کر سوئے اور صبح تک منہ میں رہا روزہ جاتا رہے گا، جس صورت میں پان منہ میں نہ پایا تو ظاہر ہے کہ نگل گیا اور یہی کہا جاوے گا کہ بعد صبح کے نگلا ہے، لان الحادث یضاف إلی اقرب الاوقات علی ما فی قواعد الفقه اور اگر پان سالم بھی پایا تب بھی غالب ہے کہ اس کا عرق ضرور حلق میں گیا ہوگا، دلیل اس کی یہ ہے کہ حکماء و اطباء اصل السوس وغیرہ منہ میں ڈال کر سونے کو بتلاتے ہیں، اگر عرق نہیں پہونچتا تو اس سے کیا نفع جب وصول ثابت ہو گیا تو حالت صوم میں افطار کرنے سے قضاء لازم آتی ہے أو شرب نائما در مختار فی موجبات القضاء اور اگر سونے سے پہلے پان تھوک دیا اور غرغرہ نہیں کیا تو اگر منہ میں بقدر نخود یا زیادہ تھا، اور سونے میں نگل گیا موجب قضاء ہے اور جو اس سے قلیل ہو مفسد نہیں ولو اکل لحما بین

اسنانه فان كان قليلا لم يفطر وان كان كثيرا يفطر والفاصل مقدار الحمص وما دونها قليل اھ اور افطار بخوف فساد صوم وفاسد الصوم کا گذر چکا، فتذکر، البتہ باوجود صحت صوم کے افطار کرنا اس کو افطار وقضا دونوں لازم ہیں، لان ظنه ليس بمستند إلى دليل شرعي. والله اعلم۔

(۱۳۰۴ھ/ ج ر ۲ ص ر ۱۳۰،۱۳۱)

شیر خوار بچہ کی وجہ سے شوہر کا بیوی کو حج سے منع کرنا:

سوال⑰①: ایک شخص مستطیع حج فرض کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کی بی بی جو مستطیع ہے اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہے۔ شوہر کہتا ہے کہ تمہاری رضاعت وحضانت میں میرا فرزند ششماہی ہے۔ ریل، جہاز اونٹ کی سواری پر جاتا ہے۔ خوف ہے کہ لڑکے کو ضرر پہنچے، تم اپنا ارادہ ملتوی رکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بڑے لڑکے کے ساتھ حج کروا دیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ میں ششماہی بچہ کے ضرر کا خوف تاخیر حج کے لیے عذر شرعی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں اور شوہر اگر بی بی کو روک دے تو شرعاً ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جزئی تلاش کرنے سے نہیں ملی، مگر بمقتضائے قواعد شرعیہ جواب یہ ہے کہ چونکہ ارضاع اور تربیب زوج پر واجب ہے، نہ عورت پر، رضاعت وحضانت حق لہا ہے، حق عليها نهيں الا فی بعض الصور لہٰذا زوج کو اس عذر سے جائز نہیں کہ زوجہ کو حج سے منع کرے، اور بچہ پر اول تو کوئی ضرر مظنون نہیں، اور علی سبیل التسلیم مرد کسی عورت کو ارضاع کے لیے نوکر رکھے، اور بچہ کو چھوڑ جائے، اور تالم بمفارقت الولد شرعی نہیں ہے، اور اگر بچہ کو ساتھ لے جانے میں اس بچہ کا کوئی ضرر مظنون نہیں تو یہ امر یعنی ماں سے جدا کر کے اس کا گھر چھوڑ جانا جائز نہیں، لان فيه اتلاف الحق للمرأة من الرضاعة والحضانة۔

Scanned by CamScanner

واللہ اعلم۔ (۲۰ر رجب: ۱۳۲۱ھ/ ج ر ۲ ص ر ۱۵۸، ۱۵۹)

باب النکاح

مقام خلوت سے زوجہ کے فرار سے خلوت صحیحہ کا حکم:

سوال (۱۷۲): ایک مرد اپنی عورت کے پاس گیا اور کواڑ بند کیا، فوراً عورت نکل کر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، دو ایک منٹ کا عرصہ گھر میں ہوا ہوگا، کیا یہ خلوت صحیحہ ہوگی مہر پورا دینا ہوگا، یا نصف فقہاء، عدم مانع کے قیود لکھتے ہیں، مگر وقت کی مقدار نہیں بتلاتے، اور یہاں ایک قصہ ایسا ہی ایک جگہ ہوا ہے، سائل کو کیا جواب دیا جائے؟

الجواب: جزئیہ کی تحقیق تو دیوبند سے کر لیجئے باقی قواعد سے جو مجھ کو شرح صدر ہوا وہ یہ ہے کہ خلوت کو قائم مقام وطی کے اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تمکن من الوطی ہے، اور جتنے موانع خلوت کے ذکر کیے ہیں سب میں امر مشترک عدم تمکن من الوطی ہے پس معلوم ہوا کہ اصل مانع یہی عدم تمکن ہے اور صورت مسئلہ میں یہ متحقق ہے، پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ اس صورت میں خلوت صحیحہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

(۲۵ر صفر: ۱۳۳۸ھ، ج ر ۲ ص ر ۲۴۰)

باب الطلاق

طلاق کے مسائل میں اضافت کی تحقیق:

سوال (۱۷۳): تحفہ مسنونہ بھیجنے اور ہر طرح سے نیاز مندی کا اظہار کرنے کے بعد یہ عرض ہے کہ فتاوی عالمگیری ساتویں فصل میں طلاق کا ذکر جس میں فارسی الفاظ سے لکھا ہوا ہے، فی الفتاوی الرجل قال لامرأة الخ مذکورہ عبارت بالا سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے سلسلہ میں اضافت صریحہ از حد ضروری ہے، اگرچہ طلاق کا ذکر درمیان میں ہو، بغیر اضافت صریحہ طلاق واقع نہ ہوگی، اور خلاصہ عبارت ''وان لم یقل شیئا لم یقع'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف

Scanned by CamScanner

بیوی کے طلاق دینے کی نیت کی ہے، اور علامہ شامی نے باب الصریح سے شروع میں
قولہ لترك الاضافة کے حاشیہ پر اپنی رائے پیش کی ہے، اور تحقیق کی ہے کہ
طلاق واقع ہونے کے لیے اضافت صریحہ ضروری نہیں ہے، اور عالمگیری میں اس
فصل میں ہے کہ عورت کہے مجھے طلاق دے، مجھے طلاق دے، مجھے طلاق دے، اس
نے کہا دے دیا تو تین واقع ہوجائے گی، بہرحال عالمگیری کی بعض عبارات سے معلوم
ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے لیے اضافت صریحہ ضروری، اور عالمگیری کی
دوسری بعض عبارات سے اور علامہ شامی کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اضافت صریحہ
ضروری نہیں ہے، امید ہے کہ ایک گونہ تعارض کا دفع اچھی طرح فرمائیں گے۔

الجواب: قواعد وجزئیات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کی شرط مطلق اضافت ہے نہ کہ اضافت صریحہ ہاں البتہ مطلق اضافت کے تحقق کے لیے قرائن قویہ کی ضرورت ہوتی ہے، قرائن ضعیفہ کافی نہیں ہوتے ہیں، پس جن جزئیات میں حکم عدم وقوع کا ہے، اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس میں اضافت صریحہ نہیں ہے، بلکہ سبب یہ ہے کہ اس میں قوی قرینہ اضافت پر قائم نہیں ہے، اور یہ قرینہ تلاش کے بعد چند قسم پر ہے، اول اضافت کی صراحت اور یہ ظاہر ہے کہ جیسا کہ اس کے قول اینکت میں، دوسرے نیت جیسا کہ اس کے قول عنیت امراتی میں اور خلاصہ کی عبارت وان لم یقل شیئا لا یقع سے شبہ نہ کیا جائے کہ بلا اضافت صریحہ نیت کافی نہیں ہے، کیوں کہ لا یقع کے معنی لا یحکم بوقوعه مالم یقل عنیت ہیں، کیوں کہ نیت کرنے والے کے اظہار کئے بغیر دوسری کو نیت کا علم کس طرح ہوسکتا ہے، فاذا قال عنیت یقع الخ تیسرے سائل کے کلام میں اضافت جیسا کہ عورت کے قول مرا طلاق دہ (مجھے طلاق دے) کے جواب میں شوہر کا قول دادوم (میں نے تجھے طلاق دی) میں ہے، لہذا تین واقع ہوں گی، عورت کے تین

بار کہنے کی وجہ سے ورنہ تو لفظ دادم نہ تو طلاق کے لیے موضوع ہے، پس جن جزئیات میں تمام قرائن مفقود ہوں، طلاق واقع نہ ہوگی اضافت صریحہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نہیں، بلکہ مطلق اضافت نہ پائے جانے کی وجہ سے، پس اس توضیح کے بعد مسائل میں کسی طرح کا تعارض نہیں ہے، یہ میرے نزدیک ہے، ہوسکتا ہے کہ دوسروں کے نزدیک اس سے اچھی رائے ہو۔ (ج ۲ ص ۴۴۵، ۴۴۶)

ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل کرنے میں قضائے قاضی شرط ہے یا نہیں:

سوال (۱۷۴): امداد الفتاوی ج ۲ ص ۳۶، پر ممتدہ الطہر عورت کے مسئلہ کے بارے میں بوقت ضرورت امام مالکؒ کے قول پر فتوی دیا گیا ہے، مگر اسی مسئلہ پر عمل کرنے کے لیے قضائے قاضی شرط قرار دیا ہے، کسی کتاب سے دلیل نہیں پیش کی گئی، فقہ کی تمام موجودہ کتابوں میں یہ شرط موجود نہیں ہے، غالب گمان یہ ہے کہ جناب قدس سرہ نے مفقود کے مسئلہ پر قیاس کیا ہے، لہذا ہمارا قیاس اور ہماری مثالیں درست ثابت نہیں ہوئیں، حالاں کہ خود حضرت والا کی تصانیف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ہمارا قیاس درست ہے، خاص طور پر اتحاد علت نہیں ہے، اس لیے کہ موت ایک احتمالی چیز ہے، اس میں قضاء قاضی ضروری ہوگا، برخلاف ہمارے زیر بحث مسئلہ کے، یا فقہ کی کسی کتاب سے قاعدہ کلیہ فرمادیا جائے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل کرنے میں قضاء قاضی شرط ہے، یا خاص صورت میں ورنہ یہ بحث مشکل ہے۔

الجواب: قضاء قاضی کی شرط قواعد کلیہ سے لگائی گئی ہے، اور نہ یہ قیاس ہے کہ ایجاد مسئلہ نہیں ہے، بلکہ قواعد مقررہ مذہب سے کام لیا گیا ہے، اور ہے بھی ظاہر ورنہ عمل بمذهب الغير يتصرف في مذهب الغير ہے، کیوں کہ ہم نے مذہب غیر کو علی حالہ برقرار رکھ کر اس پر عمل کی یہ شرط لگائی ہے جیسے کہ ہمارے مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ ضرورت شدیدہ میں غیر کے مذہب پر عمل جائز ہے، اور مذہب غیر

[illegible] مذہب الغیر [illegible]

[illegible]

[illegible] گیا ہے اور یہاں بھی [illegible] کی حاجت ہے [illegible] کی وجہ سے اس پر عمل کیا اور اس عمل میں حق غیر کا اتلاف ہے [illegible] کے لیے کوئی قول [illegible] ہونا لازم ہے۔ فی الدر المختار فی باب الهبة (ولا یَصِحُّ الرُّجُوعُ إلَّا بِتَرَاضِیهِمَا أو بِحُکْمِ الحَاکِمِ) للاختلاف فیه (یعنی بین المجتہدین) اور شامی میں ہے: لان الرجوع فسخ العقد فلا یصح الا ممن له ولایة عامة وهو القاضی او منهما لولایتهما علی انفسهما کالرد بالعیب بعد القبض اه۔ وفی الهدایة لِأَنَّهُ مُخْتَلَفٌ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ، وَفِي أَصْلِهِ وَهَاءٌ، وَفِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَعَدَمِهِ خَفَاءٌ الخ. اور بحر رائق میں ہے: ویشترط فیه (ای فی خیار البلوغ) القضاء "بخلاف خیار العتق لأن الفسخ ههنا لدفع ضرر خفي وهو تمکن الخلل ولهذا یشمل الذکر والأنثی فجعل إلزاما في حق الآخر فیفتقر إلی القضاء الخ۔

اور یہاں پر کتب بھی کم ہیں، نیز فرصت بھی کم ہے، مناسب ہے کہ الاشباہ والنظائر ملاحظہ فرمائیں، امید ہے کہ اس میں یہ قاعدہ ملے گا کہ مذہب غیر پر عمل کرنے کی شرط قضاء قاضی ہے جس صورت میں کہ اس عمل سے الزام علی الغیر ورفع حق غیر ہوتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳۰ رجب ۱۳۳۵ھ، ج ۲، ص ۹۲، ۹۳)

Scanned by CamScanner

باب ثبوت النسب

نکاح باطل سے نسب ثابت نہ ہونے کا حکم:

سوال (۱۷۵): بعض بے علم ایسا سمجھتے ہیں کہ رضاعت کا مسئلہ ان دو شخصوں کے ساتھ متعلق ہے جو ایک ساتھ دودھ پیویں، یعنی زید ہندہ کا لڑکا پیدا ہوا، اور اس نے جو دودھ پیا اسی کے ساتھ کریمہ دودھ پلائی گئی تو زید اور کریمہ میں نکاح حرام سمجھتے ہیں، اس کے بعد ہندہ کو دوسرا لڑکا عمرو پیدا ہو تو اس کا نکاح کریمہ سے حرام نہیں سمجھتے، اس جہالت کے سبب سے مثلاً کسی نے کریمہ کا نکاح عمرو سے کردیا اور پھر ان دونوں کی اولاد بھی پیدا ہوئی، تو وہ اولاد کیسی ہے، اور اگر کوئی ان لڑکے لڑکیاں سے جو عمرو کریمہ سے پیدا ہوئے کسی لڑکے کا لڑکی سے نکاح کرے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس میں بحث طویل ہے، باقی میرے نزدیک قواعد سے جس کو ترجیح ہے وہ یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے، اور نکاح باطل میں نسبت ثابت نہیں ہوتا لہذا اس نکاح کی اولاد ثابت النسب نہیں، اور ان سے نکاح کرنا ثابت النسب کا غیر کفو سے نکاح کرنا ہے، اور غیر کفو سے نکاح کرنے کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں مذکورہ ہے، فی ردالمحتار عَنْ مَجْمَعِ الْفَتَاوٰی نَكَحَ كَافِرٌ مُسْلِمَةً فَوَلَدَتْ مِنْهُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَلَا تَجِبُ الْعِدَّةُ لِأَنَّهٗ نِكَاحٌ بَاطِلٌ اھ. (ج ۲ ص ۵۷۴ / واللہ تعالیٰ اعلم / ۱۰ جمادی الاخری: ۱۳۳۲ھ / ج ۲ ص ۱۴، ۵۱۵)

باب احکام المسجد

کافر کا مسجد تعمیر کرنا:

سوال (۱۷۶): آیت ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر کے ذیل میں امام فخر الدین رازی لکھتے

ہیں، قال الواحدي دلت هذه الآية على أن الكفار ممنوعون مِنْ عِمَارَةِ مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِينَ. وَلَوْ أَوْصَى بِهَا لَمْ تُقْبَلْ وَصِيَّتُهُ عدم جواز کی یہ وجہ لکھتے ہیں والکافر یهینه ولا یعظمه اور یہ بھی لکھتے ہیں، وَأَيْضًا إِقْدَامُهُ عَلَى مَرَمَّةِ الْمَسْجِدِ يَجْرِي مَجْرَى الْإِنْعَامِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ. وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَصِيرَ الْكَافِرُ صَاحِبَ الْمِنَّةِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اھ اور تفسیر خازن میں ہے، واختلفوا في المراد بالعمارة على قولين أحدهم أن المراد بالعمارة العمارة المعروفة من بناء المساجد وتشييدها ومرمتها عند خرابها فيمنع منه الكافر حتى لو أوصى ببناء مسجد لم تقبل وصيته اھ۔

پس حسب قول واحدی ہندوؤں کا مال تعمیر مسجد میں صرف کرنا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے مجموعہ فتاوی میں اسی کو اختیار کیا ہے اور استاد مولانا عبدالرشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی میں جلد ۲ ص ۳۰/ میں ہے تعمیر ومرمت مسجد میں شیعہ وکافر کا روپیہ لگانا درست ہے وایضا فیہ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عبادت کا کام ہے، اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر ہندو بخوشی تعمیر مسجد کے لیے چندہ دیں تو لینا درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے اور یہی قول صحیح وراجح ہے تو جواب مع ماخذ تحریر فرمائیے۔

الجواب: یہاں دو مقام ہیں ایک تحقیق حکم کی فی نفسہ دوسرے تحقیق حکم کی باعتبار خارج عارض کے، سو تقریر اول کی یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی کتاب الوصایا میں مصرح ہے کہ کافر کی وصیت ایسے امر کے ساتھ ہو جو اس کے اور ہمارے

Scanned by CamScanner

نزدیک قربت ہے جائز ہے، پس اس بناء پر اگر کوئی ہندو اسے باعتقاد خود کہ قربت سمجھتا ہے تو اس قاعدہ کلیہ کے اقتضاء سے اس کا چندہ لینا جائز ہونا چاہیے اور اگر اس مسئلہ کی تفسیر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے مذہب کی رو سے وہ قربت معصیت بھی ثابت ہو جائے کہ اس طور پر یہ قربت نہیں ہے، تب البتہ عدم جواز کا حکم کیا جاوے گا، والظاهر هو الاول۔ اور مفسرین کا استدلال کرنا عدم جواز کا اس آیت سے فقہاء کے مقابلہ میں درست نہیں کیوں کہ لکل فن رجال اور آیت کے معنی بھی نہیں بلکہ سیاق وسباق وسبب نزول میں نظر کرنے سے مطلب آیت کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد ہے، افتخار مشرکین کا عمارت مسجد حرام اور سقایہ حاج پر اس طور پر کہ مشرکین میں بوجہ فقدان ایمان کی شرط ہے قبول عمل صالح کی ان عمل کی اہلیت شرعیہ نہیں، پس یہ عمل ان کا مقبول نہیں، بلکہ کالعدم ہے، اور عمل غیر مقبول پر فخر کرنا محض لغو ہے، البتہ ایمان والوں سے یہ عمل مقبول ہے، پس اس میں جواز اور عدم جواز سے تعرض ہی نہیں اور للمشرکین میں لام جواز کا نہیں بلکہ لام استحقاق وصلاحیت کا ہے، وقد بسطته فی تفسیری للقرآن۔ اور تقریر ثانی کی یہ ہے کہ بوجہ احتمال منت علی المسلمین فی امر الدین کے اس سے بچنا چاہیے جیسا کہ سوال میں بھی نقل کیا ہے، اور جو شیعی حد کفر تک نہ پہنچا ہو اس کا حکم کافر سا نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (۲۳ رمضان: ۱۳۲۵ھ، ج ۲ ص ۶۵، ۲۶۶)

مسجد کے دریا برد ہونے کے خوف سے اس کو منہدم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دریائے راوی نے ہمارے قصبہ سید والہ کو گرانا شروع کر دیا ہے، قصبہ کی آبادی کا ایک حصہ دریا نے کاٹ کر صاف کر دیا ہے، اور بعض بڑے بڑے مقامات گر چکے ہیں، دریائے مذکور کی حالت اس قسم کی خوفناک ہو چکی ہے جس سے اہلیان شہر

کا مخدوش خیال ہو چکا ہے کہ اب یہ شہر دریا برد ہو جاوے گا، لوگ نئی آبادی کی بنیاد ڈالنے کے واسطے شہر سے دور چلے گئے ہیں، اس شہر میں تقریباً چھ سات مساجد اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی ہیں، اور وہ شہر کے باقی محلات کے ساتھ سخت خطرہ میں ہیں، اگر دریا شہر کو کاٹ کر بتدریج ان مساجد کے قریب پہنچے اور ان کو گرانا شروع کر دے جس سے یقیناً تمام ملبہ بشمول شہتیر کڑی کا سامان، شہتیر، پائے وغیرہ دریا میں غرق ہو جاویں گے یا بہہ جائیں گے، اور چونکہ یہاں کے مسلمان بہت مفلوک الحال اور افلاس زدہ ہو چکے ہیں، اس قسم کی چند عمارات زمانہ قدیم کی تعمیر شدہ ہیں اس صورت میں اور حسب ذکرۃ الصدر حالات کے ماتحت اگر مسلمان مساجد کا تمام ضروری اور کارآمد ملبہ چند فرشوں کے اکھیڑ لیں تا کہ نئی مساجد کی تعمیر میں لگایا جا سکے تو شرعاً مسلمانوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں، یعنی تحریم مساجد کے منافی تو نہیں جس سے خدا وخدا کے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک قابل مواخذہ ہو جواب بہت جلد ارسال فرماویں، کیونکہ تباہی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نازک مسئلہ اور بڑے درجہ کے سائل، اس کا جواب تو جماعت محققین کے مشورہ سے دیا جانا مناسب تھا، اب بھی ممکن ہے کہ دیوبند سے رجوع فرمایا جاوے، اور یہ میری تحریر بھی بھیج دی جاوے، باقی امتثال امر کے لیے میں بھی اپنا خیال عرض کر دوں، جزئیہ کا حوالہ تو ذہن میں نہیں قواعد سے عرض کرتا ہوں، اگر غالب گمان گرنے کا نہ ہو تو وہم جائز نہیں، اور اگر غالب گمان ہو تو اس نیت سے جائز ہے (اور اس نیت کا اعلان بھی کر دیا جاوے) کہ اگر دریا برد ہو گئی تو اس کے ملبہ سے نئی آبادی میں مسجد بنالیں گے اور اگر سالم رہی تو پھر اصلی جگہ تعمیر کر دیں گے، اور یہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب خود منہدم ہو جانے کے وقت حمل ونقل کی قدرت نہ رہے گی، ورنہ خود انہدام کا انتظار ضروری ہے۔ (۲۰ رجمادی الاولیٰ: ۵۴ ۱۳ھ/ ج ر ۲ ص ر ۲۲۲، ۲۲۳)

باب الوقف

وقف کا روپیہ بینک میں جمع کرنے سے خزانچی پر ضمان کا حکم:

سوال (۱۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں اگر کوئی خزانچی مال وقف بغرض حفاظت باجازت ممبران کمیٹی کسی بنک میں جمع کردے اور اتفاق سے اس بنک کا دیوالہ نکل جاوے تو کیا اس روپیہ کا دیندار خزانچی ہوگا یا نہیں اور خزانچی ممبر بھی ہے؟

الجواب: فی الدر المختار يُقْرِضُ الْقَاضِي مَالَ الْوَقْفِ وَالْغَائِبِ وَاللُّقَطَةِ وَالْيَتِيمِ مِنْ مَلِيءٍ مُؤْتَمَنٍ (لَا) يُقْرِضُ (الْأَبُ) وَلَوْ قَاضِيًا؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْضِي لِوَلَدِهِ (وَ) لَا (الْوَصِيُّ) وَلَا الْمُلْتَقِطُ فَإِنْ أَقْرَضُوا ضمنوا لِعَجْزِهِمْ عَنْ التَّحْصِيلِ بِخِلَافِ الْقَاضِي وَيُسْتَثْنَى إقْرَاضُهُمْ لِلضَّرُورَةِ كَحَرْقٍ وَنَهْبٍ فَيَجُوزُ اتِّفَاقًا (بَحْرٌ) وَمَتَى جَازَ لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَالْإِقْرَاضُ أَوْلَى فی رد المحتار قَوْلُهُ: وَمَتَى جَازَ تَقْيِيدٌ لِقَوْلِهِ وَلَا الْمُلْتَقِطُ بِمَا إذَا كَانَ قَبْلَ جَوَازِ التَّصَدُّقِ بِهَا الخ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ بجز خاص صورتوں کے جن میں مال کا تلف ہوجانا مظنون قریب یا متیقن ہو کسی کو قرض دینا جائز نہیں، اور بنکوں میں جو جمع کیا جاتا ہے، گو عنوان اس کا ودیعت ہو لیکن اس کے قواعد میں یہ امر یقینی اور معروف ہے کہ وہاں بعینہ یہ ودائع نہیں رکھی جاتیں بلکہ ان سے کاروبار کیا جاتا ہے، پس بقاعدہ المعروف کالمشروط اس تصرف کو مودع بکسر الدال کی جانب سے ماذون فیہ کہا جائے گا، اور تصرف کا اذن دینا اقراض ہے، پس خزانچی کا یہ فعل یقیناً اقراض ہوجانا جائز تھا اس لیے بصورت اتلاف کے خزانچی پر اور جتنے ممبروں نے اس اقراض کی اجازت دی ہے، سب پر ضمان لازم آوے گا، خزانچی پر بوجہ مباشرت کے اور ممبروں پر بوجہ اجازت کے کہ اقراض میں وکیل بنایا

اور اقراض توکیل کامل ہے، فی الدر المختار قبیل باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور اگر فتاویٰ میں بعض جزئیات ایسے اقراض کے جواز کی مذکور ہیں، لیکن اکثر میں تو قید بامر القاضی کی مصرح ہے، اور جہاں مصرح نہیں وہ بمقابلہ متون کے معتمد نہیں، فی رد المحتار لَكِنَّهُ أَفْتَى فِي وَصَايَا الْخَيْرِيَّةِ بِأَنَّ لِلْوَصِيِّ إِقْرَاضَ مَالِ الْيَتِيمِ بِأَمْرِ الْقَاضِي أَخْذًا مِمَّا فِي وَقْفِ الْبَحْرِ عَنْ الْقُنْيَةِ. مِنْ أَنَّ لِلْمُتَوَلِّي إِقْرَاضَ مَالِ الْمَسْجِدِ بِأَمْرِ الْقَاضِي فَإِن الْوَصِيَّ مِثْلُ الْقَيِّمِ لِقَوْلِهِمْ الْوَصِيَّةُ وَالْوَقْفُ أَخَوَانِ وفيه تحت قول الدر المختار لَا يُقْرِضُ الْأَبُ ما نصه أَيْ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ) فَتْحٌ قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَفِي خِزَانَةِ الْفَتَاوَى الصَّحِيحُ أَنَّ الْأَبَ كَالْقَاضِي فَقَدْ اخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ. وَالْمُعْتَمَدُ مَا فِي الْمُتُونِ الى قوله وَاخْتَلَفُوا فِي إعَارَةِ الْأَبِ مَالَ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ وَفِي الصَّحِيحِ لَا اهـ. بلکہ خود حاکم کو اقراض کا جائز ہونا مشروط ہے، چند شرطوں کے ساتھ کما فی الدر المختار وحَيْثُ لَا وَصِيَّ وَلَا مَنْ يَقْبَلُهُ مُضَارَبَةً وَلَا مُسْتَغِلًّا يَشْتَرِيهِ اهـ. اور گو ان شرائط میں سے بعض میں کچھ کچھ کلام ہے، مگر یہ قدر مشترک متفق علیہ ہے، کہ جواز اقراض حاکم کے لیے وہاں ہے، جہاں اقراض انفع ہو عدم اقراض سے، وهذه الروايات كلها قبل باب التحكيم۔ واللہ اعلم۔ (یکم رجب: ۱۳۳۳ھ/ ج ۲ ص ۵۷۰ تا ۵۷۲)

خاص الفاظ کے بغیر وقف کا ثابت نہ ہونا:

سوال (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید اور عمرو دونوں باہم حقیقی بھائی ہیں ان دونوں نے ایک مسجد بنا کر اپنی ایک اراضی مشترکہ کا ماحصل مسجد کے اخراجات میں عمرو کے اہتمام سے رکھا، مگر کوئی وقفنامہ تحریر نہیں کیا دیگر جائداد

Scanned by CamScanner

جو باہم زید و عمرو کی مشترک تھی، تقسیم کر لی مگر یہ اراضی بدستور رکھی بعد ازاں کے زید و عمرو کے عمرو کے بڑے بیٹے نے اپنا اہتمام رکھا اور ماحصل آمدنی اراضی مذکور سے مسجد کا کام چلاتا رہا، اس وقت تک نہ زید کی اولاد ذکور نے اور نہ عمرو کی دیگر اولاد نے بڑے بھائی سے کچھ تعارض کیا حالانکہ ایک مہاجن نے اپنی ڈگری اولاد زید پر اجرا کرا کے یہ اراضی قرق کرالی تھی، عمرو کے بڑے بیٹے کے صرف اس عذر سے کہ اس اراضی کا ماحصل ہمیشہ مسجد میں صرف ہوتا رہا ہے عدالت نے واگزاشت کر دی، حالانکہ کاغذات سرکار میں بھی مشترکہ لکھی چلی آتی ہے، اولاد عمرو میں بھی باہم کل جائداد تقسیم ہوگئی مگر یہ اراضی بدستور مشترکہ قائم رکھی، اولاد عمرو میں بھی پانچ کل جائداد تقسیم ہوگئی، مگر یہ اراضی بدستور مشترکہ قایم رکھی اب اگر پوتے عمرو کے اور اولاد اناث زید کی اپنا اپنا حصہ طلب کریں، تو تقسیم یہ اراضی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا موقوفہ تعامل بالا سے سمجھی جاوے گی عندالشرع جو حکم ہو تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اثبات وقف کے لیے جو الفاظ خاصہ فقہاء نے لکھے ہیں، چونکہ ان الفاظ میں سے کوئی لفظ زید اور عمرو نے نہیں کہا، اس لیے بعض مسجد میں صرف کرتے رہنے سے وقف ہونا ثابت نہ ہوگا اور اس میں میراث جاری ہوگی، ہر وارث کو اپنا حصہ لینے کا استحقاق ہے، جواب میں نے قواعد سے دیا ہے بہتر ہے کہ دیوبند وغیرہ سے بھی تحقیق کرلیا جاوے۔ (۲۶؍ربیع الاول: ۱۳۳۲ھ/ ج؍۲ ص؍۵، ۲۰۶)

مدرسہ کی تنخواہ سے سین بورڈ لگانا:

سوال ⑱⓪: دروازہ مدرسہ اسلامیہ سنبھل پر ایک تختہ پر مدرسہ کا نام لکھ کر لگایا گیا ہے، وہ سڑک ریل پر واقع ہے، تختہ اس واسطے لگایا گیا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ لے کہ یہاں مدرسہ ہے، شاید کچھ نفع ہو بعض صاحبان کی یہ رائے ہے کہ یہ کام مدرسہ کا نہیں ہے اس واسطے اس کی قیمت مدرسہ کی آمدنی سے دینا جائز نہیں ہے،

Scanned by CamScanner

جناب والا کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب: فقہاء نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ مسجد کا نقش ونگار مال وقف سے جائز نہیں، لیکن استحکام جائز ہے، پس اسی نظیر پر صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس تختہ کی تعلیق سے مدرسہ کو کوئی بین نفع ہو تو مال مدرسہ کا لگانا اس میں جائز ہے، اور اگر کوئی معتد بہ مصلحت نہیں ہے محض احتمال ہی کا درجہ ہے، تو اپنے پاس سے اس کے دام دینا چاہیے۔ (۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ج ۲ ص ۶۱۱)

باب البیوع

نابالغ کی جائداد کو اس کی ماں یا چچا فروخت نہیں کر سکتے:

سوال (۱۸۱): ماں کو اپنی اولاد صغار کی جائداد صحرائی وسکنائی بخوف تلف یا تنگی اخراجات کی وجہ سے کہ سوائے اس جائداد کے کوئی ذریعہ ان کے نان ونفقہ کا نہیں ہے، فروخت کر دینا اس جائداد اور اس کی قیمت کا صرف کرنا ان کے ضروریات نان ونفقہ میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار مع رد المحتار باب الوصی. وجاز بیعه ''ای الوصی'' عَقَارَ صَغِيرٍ مِنْ أَجْنَبِيٍّ لَا مِنْ نَفْسِهِ بِضِعْفِ قِيمَتِهِ. أَوْ لِنَفَقَةِ الصَّغِيرِ أَوْ دَيْنِ الْمَيِّتِ. أَوْ وَصِيَّةٍ مُرْسَلَةٍ لَا نِفَاذَ لَهَا إِلَّا مِنْهُ. أَوْ لِكَوْنِ غَلَّاتِهِ لَا تَزِيدُ عَلَى مُؤْنَتِهِ. أَوْ خَوْفِ خَرَابِهِ أَوْ نُقْصَانِهِ. أَوْ كَوْنِهِ فِي يَدِ مُتَغَلِّبٍ (ای الام والاخ) دُرَرٌ وَأَشْبَاهٌ مُلَخَّصًا. قُلْت: وَهَذَا لَوِ الْبَائِعُ وَصِيًّا لَا مِنْ قِبَلِ أُمٍّ أَوْ أَخٍ فَإِنَّهُمَا لَا يَمْلِكَانِ بَيْعَ الْعَقَارِ مُطْلَقًا وَلَا شِرَاءَ غَيْرِ طَعَامٍ وَكِسْوَةٍ. وَلَو الْبَائِعُ أَبًا فَإِنَّ مَحْمُودًا عِنْدَ النَّاسِ أَوْ مَسْتُورَ الْحَالِ يَجُوزُ ابْنُ وَكَمَالٍ فی الرد المحتار (قَوْلُهُ مُطْلَقًا)

أَيْ وَلَوْ فِي هَذِهِ الْمُسْتَثْنَيَاتِ. وَإِذَا احْتَاجَ الْحَالُ إِلَى بَيْعِهِ يَرْفَعُ الْأَمْرُ إِلَى الْقَاضِي۔ (ط، ج/۵ ص/۶۹۷) اس روایت سے ثابت ہوا کہ مال کا بیع کرنا جائداد صغیر فی نفسہ جائز نہیں، بلکہ حاجت کے وقت حاکم مسلم کی طرف رجوع کیا جاوے، اور حاکم مسلم کے نہ ہونے کے وقت کے متعلق جزئی نظر سے نہیں گذری لیکن چونکہ حاجت متحقق ہے اور حرج مدفوع ہے، لہذا بضرورت جائز معلوم ہوتا ہے۔ (ق: ج/۳ ص/۲۵، ۲۶ / ج/۶ ص/۹۴، ۲۹۵)

وزن کے تفاوت کے وقت روپیہ کا مبادلہ ریزگاری سے:

سوال (۱۹۲): روپے کی ریزگاری مثلا ایک اٹھنی اور چونی اور ایک دونی لینا جائز ہے یا نہیں، جب کہ روپے کے مقابلہ میں ان سب ریزگاری کا وزن برابر نہ ہو؟

الجواب: چونکہ اصل وضع میں ریزگاری اسی انداز سے بنائی جاتی ہے، ایک روپے کے برابر ہو اور تفاوت کسی عارض فرسودگی وغیرہ سے بہت شاذ و نادر ہوتا ہے، جو یقینی نہیں پھر وہ بھی اس قدر قلیل کہ اس کی کوئی معتد بہ قیمت نہیں اس لیے بقاعدہ الیقین لایزول بالشك والنادر کالمعدوم وجزئیة در مختار وذرة من الذهب وفضة مما لایدخل تحت الوزن بمثلیها فجاز الفضل لفقد القدر مصریہ: ج/۲ ص/۲۸۰: اس تفاوت کا اعتبار نہیں، اور اگر کسی مقام پر زیادت یقینی ہو تو زیادہ کو زبان سے معاف کرالے فی الدر المختار عن الخلاصة لو باع درهما بدرهم واحدهما اکثر وزنا فحلله زیادته جاز۔ (ج/۴ ص/۲۷۵ / ق: ج/۳ ص/۵۷ / ج/۶ ص/۴۱۰)

ماہواری رسالہ یا اخبار ڈاکخانہ سے ضائع ہو جائے تو مکرر لینا جائز ہے:

سوال (۱۹۳): رسائل ماہواری جو ارسال ہوا کرتے ہیں وہ اگر ڈاکخانہ میں

Scanned by CamScanner

ضائع ہو جاویں تو مشتری بائع سے دوبارہ طلب کر سکتا۔ ہے یا نہیں، شرعی حکم اس باب میں کیا ہے؟

الجواب: پورا شرح صدر تو ہے نہیں لیکن قواعد سے رجحان اس طرف ہے کہ دوبارہ طلب کر سکتا ہے، لان الظاهران عملة البوسطة وُكلاءُ للبائع لا للمشترى. فليراجع إلى العلماء الأخرين. فقط۔ (۱۴/محرم: ۱۳۳۷ھ/ق: ج/۳ص/۱۳۸)

باب الربٰو

حیدرآبادی سکہ کے عوض انگریزی سکہ قرض میں ادا کرنا:

سوال(۱۹۴): حیدرآباد کے اور انگریزی روپے میں ہمیشہ تفاوت رہتا ہے، حیدرآباد کا روپیہ انگریزی روپیہ سے کم رہتا ہے، مگر وہ کمی کبھی معین نہیں ہے، کبھی انگریزی سو روپے کے بدلے وہاں کے ایک سو دس روپے، کبھی بارہ کبھی چودہ، کبھی ایک سو سولہ اور اس سے زائد ملتے ہیں، اس صورت میں اگر کسی کو حیدرآباد میں انگریزی سو روپے ایسے وقت میں دیئے جاویں جب کہ وہاں وہ ایک سو دس کو چلتے ہیں، اور وہ قرض واپس ایسے وقت میں کر رہا ہے، جب کہ وہ ایک سو پانچ کو چلتے ہیں، یا اس کے برعکس کسی نے انگریزی علاقہ کے باشندہ سے ایسے زمانہ میں ایک سو پانچ روپے حیدرآبادی قرض لیے جب کہ وہ انگریزی سو روپے کے برابر تھے، اور اب وہ اسی ایک سو پانچ حیدرآبادی ایسے وقت میں واپس دیتا ہے، جب کہ وہ پچانوے انگریزی کے برابر ہیں، ان دونوں صورتوں میں قرض دینے والے کا نقصان ہے، آیا اس نقصان کو کسی قاعدہ سے مقروض سے لیا جانا ممکن ہے یا نہیں، اور جو صورت ان دونوں کے بالکل برعکس ہوگی، اس میں مقروض کا نقصان ہوگا، مثلاً اس نے انگریزی سو روپے ایسے وقت میں لیے جب کہ وہ حیدرآبادی کے ایک سو

دس کے برابر تھے، اور اب دیتے وقت ایک سو بیس حیدر آبادی میں سو انگریزی مہیا
ہوئے آیا اس طور کا نقصان یا نفع سود تو نہ ہوگا؟

الجواب: الاقراض تقضی بامثالہا کے قاعدہ سے جس قسم کا روپیہ قرض لیا تھا، اس قسم کا واجب الادا ہوگا، تفاوت فی القیمت کا اعتبار نہ ہوگا، اس تفاوت کی بنا پر جس نقصان کی شرط عقد میں ٹھہرانا یا بلا شرط لینا جب کہ متعارف ہو ربوا اور حرام، البتہ اگر متعاقدین بلاشرط اور بلا عرف ادا کے وقت اس پر رضامند ہو جاویں کہ نرخ موجود کے اعتبار سے جس قدر پیسے اس رقم قرضہ کے ہوئے ہوں وہ پیسے ادا کردیں تو یہ جائز، مگر شرط یہ ہے کہ اسی مجلس میں سب حساب بے باق ہو جاوے، اور اگر اتنے پیسے نہ ہوں جتنے پیسے موجود ہوں، اسی قدر رقم کا حساب کریں، بقیہ کا اس شرط مذکور کے موافق پھر کرلیں۔ (۱۶ر رمضان: ۱۳۳۹ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۶۵، ۱۶۶)

باب الاجارۃ

صاحب فرمائش کے پیسوں اور پتھروں پر زائد کتابیں چھاپنے کے جواز وعدم جواز کی تحقیق:

سوال (۱۸۵): کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس میں کہ ایک شخص کا مطبع ہے اور وہ دوسرے کتاب فروشوں کی کتابیں چھپائی کی اجرت لے کر چھاپتا ہے، بعد پوری کتاب طبع کرنے کے بغیر اجازت کے بھی صاحب کتاب کے موجودہ پتھروں پر اپنی حسب ضرورت پانچ سو اور ایک ہزار چھاپ کر فروخت کر ڈالتا ہے، ایسی کتابوں کا خریدنا تاجر کتب کو واقفیت کی حالت میں کیسا ہے، عدم واقفیت کی حالت میں کیسا ہے چھاپنے والا کہاں تک مجرم ہے؟

الجواب: قواعد سے اس میں تفصیل معلوم ہوتی ہے، وہ یہ کہ اگر معاملہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ صاحب مطبع نے کہا ہم اتنے روپے میں اتنی کتابیں چھپی ہوئی

تم کو دیں گے، تو یہ استصناع ہے اور فرمائش کے مطابق جتنی کتابیں صاحب فرمائش کو دے گا وہی اس کی ملک ہوں گی، اور باقی سب سامان صاحب مطبع کی ملک ہے، اس میں جو چاہے تصرف کرے، اس تصرف میں یہ بھی داخل ہے کہ بغیر اجازت صاحب فرمائش کے ان پتھروں پر جتنی کتابیں چاہے چھاپے، بلکہ یہ شرط ٹھہرانا کہ اور کتابیں نہ چھاپی جاویں، قاعدہ سے مفسد عقد ہے، البتہ اگر اس فعل سے صاحب فرمائش کا غالب ضرر یا خسارہ ہو تو اس صورت میں دوسرے قاعدہ کی بناء پر کہ اپنی ملک میں بھی ایسا تصرف درست نہیں جس سے دوسرے کا ضرر ہو، یہ چھاپنا درست نہ ہوگا، جیسا اپنی دیوار میں دریچہ کھولنا جس سے ہمسایہ کی بے پردگی کی ہو فقہاء نے منع لکھا ہے، اور اگر معاملہ کی یہ صورت ہو کہ جتنا اخیر تک صرف ہوگا اس کا مفصل حساب لے کر بیباق کیا جاوے گا تو اس صورت میں کاپی کی روشنائی جس قدر پتھر پر لگی ہے، وہ صاحب فرمائش کی ملک ہے، اس سے انتفاع بلا اس کی اجازت کے درست نہیں، اور اگر اس صورت میں چھاپے گا تو گنہگار ہوگا، مگر چونکہ اس پتھر پر برابر بیلن پھیرا جاتا ہے، اس لیے صرف انتفاع کا گناہ ہوگا، لیکن ان کتابوں میں کوئی خبث نہ آوے گا، اس میں اس کی ملک بھی طیب ہے اور دوسرے خریدار کو بھی خریدنا اس کا درست ہے، البتہ چوں کہ یہ خریدنا ایک بعید درجہ میں اعانت کا سبب ہے، اس صاحب مطبع کی، اس لیے نہ خریدنا اولیٰ ہے، واللہ اعلم۔ (۲۷ محرم: ۱۳۳۲ھ/ ق: ج/ ۳ص/ ۹۸، ۳۹۹)

نقل نویسی کے اجارہ کا حکم:

سوال (۱۸۶): بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ کچہری کے ملازم جو کہ نقلیں کرنے پر مامور ہیں، ان کی وہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز ہے، اتنی بات ضرور قابل تحریر ہے کہ بعض نقل میں سود کا ذکر ہوتا ہے، اور بعض میں نہیں، جب کہ تمام نقلیں

سود کی اور بغیر سود کی سائلوں کو دینا ہوتا ہے، اگر یہ ملازمت جائز نہیں ہے تو کوئی شرعی طریقہ جائز ہونے کا تحریر فرمائیے، کہ جس میں تنخواہ نقل نویسی کی جائز اور درست ہو جاوے؟

الجواب: نقل کرنا سود کے مضمون کا سائل کے دینے کو یہ اعانت ہے سود کی، یہ تو ناجائز ہے، الا لمن لم یکن مخاطبا بحرمته. لیکن تنخواہ اس کام کی ایک قاعدہ فقہیہ کی بنا پر حلال ہے، وھی اباحة مال غیر المسلم والذمی برضاہ فی غیر دار الاسلام۔ (یکم ربیع الاول: ۱۳۳۲ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۴۰۰)

سرکاری ناجائز ملازمت کا حکم:

سوال (۱۸۷): ایک مسئلہ بہت روز سے دریافت کرنا چاہتا تھا، اب کے زبانی بھی موقع نہ ملا، وہ یہ کہ عدالتی عہدے خواہ تنخواہ دار ہوں، مثلاً سب ججی، منصفی، ڈپٹی، کلکٹری، تحصیلداری، خواہ بلا تنخواہ مثلاً آنریری مجسٹریٹی غیر مسلم حکومت کے تحت میں قبول کرنے جہاں فیصلے لامحالہ غیر اسلامی قانون کے مطابق کرنا پڑیں گے، کہاں تک جائز ہے، بظاہر تو صورت عدم جواز ہی کی معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر یہ عہدے سرے سے نہ قبول کئے جائیں، تو امت اسلامیہ کے ہی دوسرے مصالح فوت ہوتے ہیں، جناب کی کسی تحریر میں کوئی قول اس باب میں نہیں دیکھا ورنہ الگ دریافت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی؟

الجواب: میں نے اس کے متعلق لکھا تو ہے، مگر اس وقت مقام مجھ کو یاد نہیں، اس لیے اس وقت جو ذہن میں حاضر ہے، مختصراً عرض کرتا ہوں، اور یہ کہ بعض افعال ایسے ہیں کہ شرعی کلی قانون سے حرام ہیں، لیکن ضرورت میں شرعاً ہی اس کی اجازت دے دی جاتی ہے، خواہ نصاً خواہ اجتہاداً جیسے اکل میتہ تناول خمر مخمصہ میں، یا اکراہ میں یا اساغۃ لقمہ خاصہ کے لیے ایسے ہی افعال میں، باقتضاء قواعد یہ مناصب

مسئول عنہا بھی داخل کیے جا سکتے ہیں، اگرچہ کوئی نقل جزئی اس وقت میری نظر میں نہیں، مگر کلیات ونظائر سے تمسک ممکن ہے، چنانچہ اس کی نظیر فقہاء نے ذکر کی ہے،

دَفْعُ النَّائِبَةِ وَالظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهِ أَوْلَى الى قوله وَيُؤجَرُ مَنْ قَامَ بِتَوْزِيعِهَا بِالْعَدْلِ وَإِنْ كَانَ الْأَخْذُ بَاطِلًا قَوْلُهُ: وَيُؤجَرُ مَنْ قَامَ بِتَوْزِيعِهَا بِالْعَدْلِ) أَيْ بِالْمُعَادَلَةِ كَمَا عَبَّرَ فِي الْقِنْيَةِ أَيْ بِأَن يَحْمِلَ كُلٌّ وَاحِدٍ بِقَدْرِ طَاقَتِهِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ تَرَكَ تَوْزِيعَهَا إِلَى الظَّالِمِ رُبَّمَا يَحْمِلُ بَعْضُهُمْ مَا لَا يُطِيقُ فَيَصِيرُ ظُلْمًا عَلَى ظُلْمٍ فَفِي قِيَامِ الْعَارِفِ بِتَوْزِيعِهَا بِالْعَدْلِ تَقْلِيلٌ لِلظُّلْمِ فَلِذَا يُؤجَرُ وَهَذَا الْيَوْمُ كَالْكِبْرِيتِ الْأَحْمَرِ بَلْ هُوَ أَنْدَرُ (در مختار وردالمحتار. قبيل باب المصرف من كتاب الزكاة) نظیر ہونا ظاہر ہے، کہ مقصود کا فی نفسہ غیر مشروع ہونا اور اہل کے ساتھ میں ہونے سے اشد المفسد تین کا اخف المفسد تین سے متبدل ہوجانا دونوں میں مشترک ہے، البتہ کلام ضرورت میں ہے، اور یہی اہم ہے، سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ ضرورت عرفی کی دو قسمیں ہیں، ایک تحصیل منفعت خواہ دینی ہو یا دنیوی، خواہ اپنی ہو یا غیر کی، دوسری دفع مضرت اسی تعمیم کے ساتھ، سو تحصیل منفعت کے لیے تو ایسے افعال کی اجازت نہیں، مثلاً محض تحصیل قوت ولذت کے لیے دوائی حرام کا استعمال، یا اجتماع لاستماع الوعظ کے لیے آلات لہو وغنا کا استعمال و مثل ذلك، اور دفع مضرت کے لیے اجازت ہے، جب کہ وہ مضرت قواعد صحیحہ منصوصہ یا اجتہادیہ سے معتد بہا ہو اور شرعی ضرورت یہی ہے مثلاً دفع مرض کے لیے دوائے حرام کا استعمال جب کہ دوسری دوا کا نافع نہ ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہو کیونکہ بدون اس کے ضرورت ہی کا تحقق نہیں ہوتا، اور مثلاً مسئلہ منقولہ مذکورہ میں بضرورت دفع ظلم اشد کے توزیع کی کہ وہ ظلم اخف ہے،

اجازت دی گئی ہے، پس یہی تفصیل واقعہ مسئول عنہا میں سمجھنی چاہیے، کہ یہ مناصب فی نفسہ شرعا حرام ہیں، جس کی وجہ خود سوال میں بھی مذکور ہے، اور اگر ان کے ساتھ خاص یہ فساد عقیدہ بھی ہو کہ حکم قانون کو بمقابلہ حکم شرعی کے مستحسن و راجح سمجھا جاوے کفر ہے، جس کو میں بیان القرآن سورہ مائدہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكفرون کی تفسیر میں بیان بھی کیا ہے، مگر اس وقت کلام صرف اس درجہ میں ہے، جو محض معصیت اور حرام ہے، پس فی نفسہ حرام ہونے کے بعد ان کو اگر جلب منفعت مالیہ یا جاہیہ کی غرض سے اختیار کیا جاوے تو کسی حال میں جائز نہیں، اور اگر دفع مضرت کی غرض سے اختیار کیا جاوے کہ امت مسلمہ پر کفار کی طرف سے جو مظالم و مضرت پہونچتے، یہ اہل مناصب بقدر امکان ان کو اگر دفع نہ کر سکیں تو اس صورت میں حکم جواز کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ: میں نے یہ مسئلہ کسی نقل جزئی سے نہیں لکھا، استدلال سے لکھا ہے، جس پر مجھ کو اعتماد نہیں، اس لیے مناسب بلکہ واجب ہے کہ دوسرے علماء محققین سے بھی اطمینان کر لیا جاوے اور پھر بھی عمل کرتے وقت حضرت امام مالک سے ارشاد نفعل ونستغفر کو معمول رکھیں۔ (۳/ رمضان: ۱۳۵۵ھ/ ق رج/ ۳ ص/ ۴۰۷ تا ۴۰۹)

تعطیل کا مشاہرہ لینے کا جواز:

سوال (۱۸۸): اور طلباء سے تعطیل کا مشاہرہ لینا یا مہتمم سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: المعروف کالمشروط کے قاعدہ سے جائز ہے۔ (۴/ ذیقعدہ: ۱۳۳۲ھ/ ج/ ۳ ص/ ۳۴۸، ۳۴۹)

باب القضاء

غیر اسلامی سلطنت کے قانون کے مطابق فیصلہ:

سوال (۱۸۹): فی زمانہ جو مسلمان منجانب سرکار انگریزی مقدمات فیصل کرتے

ہیں، وہ مطابق احکام شریعت نہیں ہوتے مثلاً شریعت میں حکم ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر، انگریزی میں اثبات ونفی دونوں کے لیے ثبوت مطلوب ہے، شریعت میں شاہد عدل شرط ہے، قانون میں جو شہادت مقبول ہے، اس کے لیے شاہد کے واسطے وہ شرائط لازمی نہیں، جو شریعت میں لازم ہیں، شریعت میں بحالت اثبات سرقہ وزنا قطع ید وسنگسار کا حکم ہے، قانون میں یہ نہیں، نیز دیگر حالتوں میں قانون میں قید جرمانہ مقرر ہیں، جو شریعت میں نہیں ہیں، آیا شریعت کی اس خلاف ورزی کا اثر بادشاہ وقت پر ہے یا مسلمان مامور پر، اور اگر مسلمان مامور پر نہیں تو حکم عام من لم یحکم بما انزل اللہ کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب: قاعدہ شرعیہ ہے کہ اشد الضررین کے دفع کے لیے اخف الضررین کو گوارا کر لیا جاتا ہے، اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ حصول نفع کے لیے ضرر دینی کو گوارا نہیں کیا جاتا، اس بنا پر اس مسئلہ میں تفصیل ہوگی کہ جو لوگ ان حکومتوں کو اختیار کرتے ہیں، دیکھنا چاہیے کہ ان کے قبول نہ کرنے سے خود ان کو یا عامہ اہل اسلام کو کوئی ضرر شدید لاحق ہونا غالب ہے یا نہیں، دوسری صورت میں تو ان حکومتوں کو قبول کرنا جائز ہے، اور اول صورت میں دیکھنا چاہیے کہ آیا اس شخص کی نیت اس ضرر کے دفع کی ہے، یا کوئی نفع مالی یا جاہی حاصل کرنے کی، اول نیت میں جواز کی گنجائش ہے، اور دوسری نیت میں ناجائز پس کل تین صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں جواز کی گنجائش ہوئی، اور اس صورت میں محمل آیت کا بقیہ دو صورتیں ہوں گی، خصوص اگر جائز یا مستحسن سمجھے کفر ہے، البتہ اگر وہ ناجائز صورتوں میں بھی سلطنت کی طرف سے مجبور کیا جاوے اور عذر قبول نہ کیا جاوے تو پھر ان میں بھی گنجائش ہے، لیکن ہر حال میں جہاں تک ممکن ہو خلاف شریعت سے بچنے کی کوشش کرے، اور صرف اس خیال سے خلاف شرع فیصل نہ کرے کہ آگے جا کر یہ منسوخ

Scanned by CamScanner

ہو جاوے گا، البتہ جہاں جرم قانون وعتاب شاہی کا اندیشہ ہو صرف وہاں بھی گنجائش ہو گی، ایک صورت میں تو بلا جبر بھی اور دو صورتوں میں بجبر۔ (۶ رذی الحجہ: ۱۳۳۲ھ/ ق: ج ر ۳ ص ر ۴۳۰،۴۳۱)

باب الوصایا

وارث کے لیے وصیت:

سوال (۱۹۰): وارث کے لیے وصیت کی، اور ورثہ نے بعد موت موصی اس کو رد کر دیا، پھر اگر اجازت دیں تو وصیت صحیح ہو جائے گی؟ اور لازم یا کہ جدید تبرع ہوگا، اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا، اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہیں کیا تو وصیت صحیح ہو جاوے گی یا نہیں؟

الجواب: تصریح تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا، لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت اول میں یہ تبرع جدید ہوگا، کیوں کہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہو جاتا ہے، ولا حکم للشیٔ بعد انتہائہ جیسا کہ بیع موقوف ونکاح موقوف میں کہ بعد رد اصلا اعتبار نہیں رہتا، اور صورت ثانیہ میں بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہ ہوگی، فقط۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (۱۳ رذی الحجہ: ۱۳۳۳/ ج ر ۴ ص ر ۳۲۵)

باب الفرائض

مفقود کا حکم:

سوال (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بعمر تقریباً ۵۵ ر سال عرصہ ۲۰ ر سال سے مخبوط الحواس یعنی دیوانہ تھا، اور اسی حالت میں وہ مفقود الخبر یعنی لاپتہ ہو گیا، جس کو اب عرصہ قریب سات، آٹھ سال کے ہوا، لاپتہ ہونے کے وقت اس نے یعنی زید نے ایک لڑکی دو حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی تھی، مگر اس کے لاپتہ ہونے کے قریب ڈھائی تین سال بعد اس کا ایک بھائی فوت ہو گیا، اور

Scanned by CamScanner

قریب ساڑھے تین چار سال بعد اس کی لڑکی کا انتقال ہو گیا، اب جواب طلب یہ امر ہے کہ فوت شدہ بھائی اور لڑکی کو مفقود زید کے ورثہ سے کس قدر شرعی حصہ پہونچا؟

الجواب: فی السراجیہ المفقود حی فی مالہ حتی لا یرث منہ احد ومیت فی مال غیرہ حتی لا یرث من احد لان بقائہ حیا باستصحاب الحال وفی توریثہ من غیرہ اثبات مالم یکن والاستصحاب حجۃ لدفع لا للاثبات ویوقف مالہ حتی یصح موتہ او یمضی علیہ مدۃ (تفسیر لقولہ حی فی مالہ) وموقوف الحکم فی حق غیرہ حتی یوقف نصیبہ من مال مورثہ فاذا مضت المدۃ فمالہ لورثتہ الموجودین عندالحکم بموتہ (ولا یرث من مات قبل قضاء القاضی بموتہ) وما کان موقوفا لاجلہ یرد الی وارث مورثہ الذی وقف من مالہ (تفسیر لقولہ میت فی حق غیرہ) الخ۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ خود مفقود کا مال تو اس کے ورثہ میں اس وقت تقسیم ہوتا ہے، جب قاضی (حاکم مسلم) اس کی موت کا حکم کردے، باقی اس حکم بالموت کے قبل اگر اس کا کوئی مورث مر جاوے، تو اس کے ترکہ میں سے اس مفقود کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے، اگر یہ زندہ آ گیا تو اپنا حصہ لے لے گا، اور اگر حکم بالموت کی نوبت آ گئی تو جن جن وارثوں کا حصہ کم کر کے اس مفقود کے لیے رکھا گیا تھا، وہ سب رکھا ہوا ان ورثہ کو مل جاوے گا، پس اس قاعدہ کی بناء پر جواب مسئلہ کا ظاہر ہو گیا، کہ اس صورت میں اس فوت شدہ بھائی اور فوت شدہ لڑکی کو اس مفقود کے ترکہ سے کچھ نہ ملے گا، البتہ اس فوت شدہ بھائی اور فوت شدہ لڑکی کے ترکہ میں اس مفقود کا حصہ شرعی جس قدر ہو وہ رکھ لیا جاوے گا، اگر زندہ آ گیا اپنا حصہ لے لے گا، اور اگر حکم

Scanned by CamScanner

بالموت واقع ہوا تو وہ حصہ اس بھائی اور اس لڑکی کے ان ورثہ کو دیا جاوے گا، جن کا حصہ کم کرکے اس مفقود کے لیے رکھا گیا تھا۔ (۲۰ رمحرم: ۱۳۴۳ھ/ ج ر ۴ ص ر ۳۶۲)

کتاب الحظر والاباحة

قرآن کا صرف ترجمہ ہندی یا انگریزی وغیرہ میں بغیر عبارت قرآن لکھنا:

سوال (۱۹۲): مولانا صاحب سندھی نے ترجمہ کلام اللہ سندھی زبان میں کیا ہے، یعنی اس طرح کہ کلام اللہ کی عربی عبارت ہیچ نہیں ہے، فقط سارے کلام اللہ کو سندھی لکھ دیا ہے، مشہور سندھی کلام اللہ ہوا ہے، پس یہ ترجمہ عندالشرع جائز ہے یا نہیں، اور تدریس میں ہم ناواقفوں کو خرید کرنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں، حضور ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ عنہم کا فقط نام لکھ دیا ہے اور کلام بے تعظیمی جیسا ہے، اور بہت سے ناواقف خریدنے لگے ہیں۔

الجواب: تصریح حکم کی تو نظر سے نہیں گذری، قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ فی نفسہ تو جائز ہو مگر آئندہ اس میں جن مفاسد کا احتمال ہے ان کے اعتبار سے قابل احتیاط ہے۔ (۶ ربیع الاول: ۱۳۳۰ھ/ ج ر ۴ ص ر ۳۹)

سنسکرت سیکھنا:

سوال (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل آریہ مذہب والوں کا زور شور ہے، اور قرآن پاک اور حدیث شریف پر طرح طرح کے اعتراض بے جا کرتے ہیں، اور مسلمانوں کو بہکاتے ہیں، اور علماء ربانی اگرچہ جوابات تحقیقی ان کو دیتے ہیں، لیکن اس زمانہ میں جواب الزامی زیادہ نافع ہے، اور مسکت خصم در اہل زمانہ کے نزدیک باوقعت ہوتا ہے، اور جواب الزامی تاوقتیکہ ان کے مذہب سے پوری واقفیت نہ ہو ممکن نہیں، اور ان کے مذہب کی کتب وید وغیرہ زبان سنسکرت میں ہیں، اس لیے اگر بدیں ضرورت زبان

Scanned by CamScanner

سنسکرت کسی ایسے شخص سے جو دیندار اور معتمد و معتبر ہوں اور پڑھنے والے بھی علوم دین سے واقف ہوں سیکھی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس کی تعلیم و تعلم کا فی نفسہ جائز ہونا تو بوجہ عدم مانع جواز کے ظاہر ہے، اور قاعدہ مقررہ ہے کہ جو امر جائز کسی امر مستحسن یا واجب کا مقدمہ و موقوف علیہ ہو وہ بھی مستحسن یا واجب ہوتا ہے، اور مصلحت مذکورہ سوال کے استحسان یا ضرورت میں کوئی کلام و خفاء نہیں لہذا اس زبان کی تحصیل ایسی حالت میں بلاشبہ مستحسن یا ضروری ہے، علی الکفایہ، اسی بنا پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا، اور علم کلام بطرز معقول مدون فرمایا، یؤیدہ ماروا‌ہ مسلم عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ. وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي. الحديث فَقُلْتُ وادراك الشر للمسلمين كادراكہ لنفسه۔

البتہ بعض روایات ایسے امور میں بعض ایسے عوارض خارجیہ کی وجہ سے جو کہ معلم یا صحبت ناجنس یا فساد نیت و سوء استعمال یا احتمال افتتان یا اشتغال بمالا یعنی کی جہت سے ہوں قبیح لغیرہ بھی محتمل ہوسکتا ہے، قیود مصرحہ سوال سے ان سب کا احتمال مرتفع ہے، لہذا کوئی مفسدہ بھی مصالح مذکورہ کے معارض نہیں، پس جواز و استحسان ضرورت بحالہ باقی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۵ رصفر: ۱۳۲۴ھ/ ج ر ۴ ص ر ۷۲، ۷۳)

مسمریزم کا حکم:

سوال ﴿۱۹۴﴾: کیا فرماتے ہیں علماء دین و ناصران شرع متین اس مسئلہ میں کہ علوم روحانی مثلاً علم مسمریزم، علم تصور، علم مقناطیسی وغیرہ کی بابت شرع شریف میں کیا حکم ہے جائز ہیں یا کہ ناجائز، اگر جائز ہیں تو جزوی یا کلی، دلائل بحوالہ حدیث شریف یا آیت مع خلاصہ تفسیر و تشریح کے تحریر فرماویں؟

Scanned by CamScanner

الجواب: یہ عمل روحانی نہیں ہیں، نہ عملاً نہ اثراً بلکہ دونوں طرح سے اعمال نفسانی ہیں، اور چونکہ قاعدہ شرعیہ ہے، کہ فعل مباح بھی اگر متضمن مفاسد کو ہو وہ غیر مباح ہوجاتا ہے، اور یہ اعمال متضمن مفاسد کثیرہ اعتقادیہ وعملیہ کو ہیں جیسا تجربہ کار پر مخفی نہیں، اس لیے بنا بر قاعدہ مذکورہ ان سے ممانعت کی جاوے گی، اگر مفاسد کی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو زبانی سوال پر ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ (۱۷ ربیع الاول: ۱۳۳۵ھ/ ج ۴ص ۷۴،۷۵)

غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے جانور فروخت کردینے کے بعد:

سوال (۱۹۵): جو جانور شرینی وغیرہ ہنود اپنے بتوں پر یا سیتلا وغیرہ پر چڑھاتے ہیں اگر حسب دستور پجاری یا برہمن، اس پر قبضہ کر کے اسے بیچیں تو کیا اس کو خرید کر کھانا یا کوئی اور فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ مالک کی طرف سے پجاری یا برہمن کو ہر قسم کے تصرف کا اذن تو حاصل ہے، للعرف والعادۃ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ علت حرمت یعنی غیر اللہ کے لیے نامزدگی پجاری وغیرہ کے اس قبض وتصرف سے مرتفع ہوجائے گی یا نہیں۔

الجواب: مرتفع نہ ہوگی بلکہ اس کو مالک بنانے سے چونکہ اس نیت فاسدہ کا تدارک ایسے محل میں مالک کی قدرت سے خارج ہوگیا، اس لیے اس محل میں اس نیت کا اثر پورے طور سے متقرر ہوگیا، اب اس کے ارتفاع کی یہی صورت ہے کہ یہ پجاری اس کو واپس کردے، اور پھر وہ اس نیت سے توبہ کرے پھر خواہ خود اپنی ملک میں رکھے یا کسی اور کی ملک کردے، یہ جزیہ دیکھا نہیں، مگر قواعد سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (۱۷ رمضان المبارک: ۱۳۳۴/ ج ۴ص ۱۰۰)

مال مخلوط حلال وحرام جائز ہے جب تک کہ اس میں حرام غالب نہ ہو:

سوال (۱۹۶): ایک مدرسہ میں انگریزی تعلیم ہوتی ہے کچھ سرکاری امداد ہے اور

Scanned by CamScanner

کچھ روسا، مقام دیتے ہیں، سرکاری رقم پچاس روپے ماہوار ہے، اور رقم چندہ سو روپیہ ہے، جس میں پچاس روپے کی رقم ایک رئیس کی آمدنی سے ہے، جو وکالت پیشہ تھا، بقیہ رقم مختلف پیشے کے لوگوں کی ہے، جس میں زیادہ ملازم سرکاری ہیں، گو یہ محقق نہیں ہے نہ بلا دقت عظیم ہوسکتا ہے، کہ رقم چندہ خالص تنخواہ سے آتی ہے، ایسے مخلوط سرمایہ کے اسکول کی نوکری مطلقا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اس قید سے جائز ہوسکتا ہے کہ تنخواہ سرکاری رقم سے حاصل کی جاوے؟

الجواب: اصل اباحت ہے اور الیقین لا یزول بالشك، اس لیے جب تک حلال کا غیر غالب نہ ہونا یقیناً نہ معلوم ہو اس مخلوط سے تنخواہ لینا حلال ہے، اور اگر ایسا انتظام کرلیا جاوے کہ خاص سرکاری رقم سے یہ تنخواہ لی جاوے تو اور زیادہ احتیاط کی بات ہے۔ (ج ر ۴ ص ر ۱۴۶/ ۱۴۷)

غالب حلال آمدنی سے حاصل کیا ہوا مکان حلال ہے:

سوال ⑲⑦: اگر ایک مکان بذریعہ وراثت حاصل ہو اور مورث رشوت لینے والا ہو اور زراعت وغیرہ بھی ہوتی ہو مگر یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس میں کس آمدنی کا روپیہ لگا مگر اتنا معلوم ہے کہ زراعت بہ نسبت رشوت زیادہ تھی تو اس مکان کو اپنی جائے سکونت بنانا شرعا کیسا ہے؟

الجواب: جائز ہے اول تو زراعت کا بہ نسبت رشوت زیادہ ہونا ظاہرا قرینہ غلبہ منافع زراعت کا ہے، دوسرے معلوم نہ ہونے کی صورت میں اباحت کے اصل ہونے سے حلال ہی کو غالب کہا جاوے گا۔ (۱۶ر ذیقعدہ: ۱۳۳۳ھ/ ج ر ۴ ص ر ۱۴۷)

اہل رشوت کے ساتھ خلط کر کے کھانا کھانا:

سوال ⑲⑧: زید اپنے برادران اور باپ کی شرکت میں رہتا ہے، مگر جانتا ہے کہ باپ بھائی رشوت لیتے ہیں، خانہ داری کی مشارکت کے باعث ماہوار کے

Scanned by CamScanner

حساب سے زید گھر میں برابر دیتا ہے، مگر اس کی کمائی اور بھائیوں کی رشوت کی رقم مشترک تصرف میں آتی ہے، یہ صورت اس کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: خلط استہلاک ہے اور استہلاک موجب ملک ہے پس اگر سب کی رقمیں مختلط اٹھتی ہیں، تو مملوک مشترک ہیں فتوی سے جائز ہے، گو تقوی کے خلاف ہے، اور اگر علی سبیل التعاقب ہر ایک کی رقم جدا اور ممتاز صرف ہوتی ہے تو رشوت کے اٹھنے کے وقت زید بھی حرام کھاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱۲ر جمادی الاخری: ۱۳۲۲ھ ج ر ۴ ص ر ۱۴۸)

حلال آمدنی اور سودی معاملہ کرنے والے کے گھر خورد و نوش کے شرعی احکام:

سوال (۱۹۹): جس شخص کی آمدنی مختلط ہو یعنی سودی کاروبار کرتا ہے و نیز کھیتی وغیرہ حلال آمدنی بھی کرتا ہے، ایسے شخص کے مکان میں خورد و نوش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، بر تقدیر جواز لم بھی ارشاد ہو اس لیے کہ بظاہر تو عدم جواز کو ترجیح ہے، حسب قواعد اصول اذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام۔

الجواب: اس میں غالب کا اعتبار ہے اگر حلال غالب ہو تو حلال ہے، اور اگر حرام غالب ہے یا دونوں مساوی ہیں تو حرام ہے، اور واقعی اذا اجتمع الحلال والحرام مقتضی حرمۃ علی الاطلاق تھا، لیکن دفع حرج کے لیے اعتبار غالب کا کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۶ر ربیع الثانی: ۱۳۲۴ھ)

رسالہ اخبار بینی کے دو قول میں فیصلہ:

سوال (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ آج کل جو مختلف قسم کے اخبار نکلتے ہیں جن میں قسم قسم کے اخبار، رطب و یابس نقل کئے جاتے ہیں، جس میں بعض بے اصل ہوتی ہے اور بعض میں قسم بقسم شکایتیں بھی لکھی جاتی ہیں، جو شرعاً ممنوع معلوم ہوتا ہے، عمرو کا خیال ہے کہ اس

Scanned by CamScanner

میں دنیاوی اور دینی فائدہ ہے، کیوں کہ اس میں اخلاقی، ادبی، تمدنی، اصلاح لسانی وغیرہ مضامین ہوتے ہیں، جن سے ترقی کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، اور مختلف جگہ کے مسلمانوں کی حالت معلوم ہوتی ہے، یعنی کہیں تو مسلمان سخت مصائب میں گرفتار ہیں، کہیں مسلمانوں پر کفار حملہ کر رہے ہیں، جس کا دفعیہ ہر مسلمان پر واجب ہے، کہیں اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاتے ہیں، جس کا ثبوت مسلمانوں پر ضروری ہے، یہ سب باتیں اکثر اخبار ہی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں، تو اس حالت گوناگوں میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ **بینوا توجروا:** بحوالہ کتب۔

الجواب: جو شخص مفاسد سے بچ سکے اس کو تحصیل مصالح کے لیے اخبار بینی جائز ہے ورنہ مفاسد سے بچنا اہم ہے جلب مصالح سے۔ (۲۵/ذیقعدہ: ۱۳۴۳ھ/ ج/۴ ص/۱۶۰)

بچہ کے مرنے کے بعد اس کی آون نالی کاٹنا:

سوال (۲۰۱): فرزند پیدا ہو کے ناف بریدہ کے پیشتر مر جائے تب مرنے کے بعد اس مردہ کی ناف بریدہ یعنی قطع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اب قطع کرنا فضول ہے، قطع اس لیے کی جاتی ہے کہ ایک زائد چیز ہے، اس کے اتصال سے حیّ کو ایذاء ہوگی، جس طرح ناخن وغیرہ کاٹے جاتے ہیں، بعد موت کوئی ضرورت باقی نہیں، بلکہ بمقتضائے قواعد مکروہ وممنوع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۶/جمادی الاولی: ۱۳۲۲ھ/ ج/۴ ص/۱۷۲)

مدارات فساق کا حکم:

سوال (۲۰۲): اکثر مرتبہ مجھ کو یہ خلجان ہو جایا کرتا ہے کہ فاسق مثلاً بے نمازی داڑھی منڈانے والوں کی علماء کرام بھی تعظیم اور از حد مدح کیا کرتے ہیں، حالاں کہ یہ مضمون بھی ظاہر ہے کہ فاسق کی جب مدح کی جاتی ہے، تو عرش عظیم تھرا اٹھتا ہے

Scanned by CamScanner

اور وہ عابد معتوب و معذب ہوا، جس نے فاسق کے فسق و فجور پر بیزاری نہیں ظاہر کی تھی، کچھ توجیہیں دل میں گڑھ لیا کرتا ہوں، مگر واقعی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی؟

الجواب: فاسق کے ساتھ اصل وہی معاملہ ہے جو آپ نے نقل کیا ہے، لیکن عارض سے احکام بدل جایا کرتے ہیں، اور عارض دو ہیں، ایک جلب مصلحت دینیہ، دوسری دفع مضرت دینیہ، مثلاً اس کی تالیف سے اس کی اصلاح متوقع ہو یا اور کسی دینی امر کی تقویت ہو اور مثلاً اس کے شرور و عداوت سے بچنا ہو، اس صورت میں اس کی مدارات و اکرام جائز ہوگا، لیکن قلب سے اس کے فسق پر انکار پھر بھی واجب ہے، تو حدیث تعذیب عابد ہر حال میں معمول بہ رہے گی، البتہ بقاعدۃ الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ، ان عوارض سے بھی تجاوز عن الضرورۃ جائز نہ ہوگا۔ (۱۴ر جمادی الاخری: ۱۳۳۳ / ج ر ۴ ص ر ۷۳، ۱۷۴)

داڑھی کا حکم اور مقدار:

سوال (۲۰۳): داڑھی رکھنی کون سی سنت ہے، اس کے تارک پر کیا حکم شرعاً جاری ہوگا، وہ جو کہتے ہیں کہ اگر ساری داڑھی صاف کرے کچھ گناہ نہیں، یہ کیا بات ہے، سیاستہً اس پر کیا حکم دیا جاوے گا؟

الجواب: داڑھی رکھنا واجب اور قبضہ سے زائد کٹانا حرام ہے، لقوله علیه السلام خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: اوفِرُوا اللُّحىٰ. متفق علیه. فی الدر المختار يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ وفيه والسنة فيها القبضة اھ اور کوئی سیاست خاص اس کے بارے میں منصوص نہیں دیکھی، مگر مقتضی قواعد کا یہ ہے کہ تعزیر دیا جائے، فی الهدایه. فیمن وطی اجنبیة فیما دون الفرج یعزر لانه منکر لیس فیه شئ مقدر اقول العلة مشترکة فالمعلول مثله۔ واللہ اعلم۔ (ج ر ۴ ص ر ۲۲۳)

Scanned by CamScanner

ناتمام تصویر کا حکم:

سوال ۲۰۴: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے علم انجینئری حاصل کیا، فروخت کامل ایک سارٹیفکٹ منجانب سرکار ملا، مگر سارٹیفکٹ مذکور میں زید مذکور کی غیر تام تصویر یعنی از سینہ تا سر مکمل سکہ جارج پنجم ہے، اور بغیر دکھلائے میل والوں کو ملازمت انجنیری مل نہیں سکتی، اور مسمیٰ مذکور پرہیزگار متقی ہے، اب صورت مذکورہ میں زید مذکور کیا کرے، یعنی تصویر غیر تام نکلوانا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے یا نہیں، اور ملازمت کے پیسہ میں اشتباہ کراہت ہے یا نہیں، زید مذکور کو سوا اس ملازمت کے دیگر ملازمت کا ذریعہ نہیں، پس جو حکم عندالشرع ہو علی التفصیل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: فی رد المحتار قال القهستانی وَفِيهِ إِشْعَارٌ بِأَنَّهُ لَا تُكْرَهُ صُورَةُ الرَّأْسِ، وَفِيهِ خِلَافٌ كَمَا فِي اتِّخَاذِهَا كَذَا فِي الْمُحِيطِ جلد/۱ ص/۶۷۷/ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں بوجہ اختلاف کے ضرورت والے کو گنجائش ہے، گو غیر ضرورت والے کو بقاعدہ اذا تعارض الحرام والمبیح الخ منع کو ترجیح ہوگی، اور شخص مذکور فی السوال کو ضرورت شدید ہے، اس لیے اس شخص کو گنجائش پر عمل جائز ہے۔ (۲/شوال: ۱۳۳۲ھ/ ج/۴ ص/۲۵۲، ۲۵۳)

کسی کے پیر کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا:

سوال ۲۰۵: پیر میں ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چہرہ پر ملنا صاحب پیر حالت قیام یا قعود میں ہوویں یا لیٹے ہوویں سنت یا مستحب یا مباح یا بدعت ہے؟

الجواب: درمختار میں یہ جزئیہ ہے، وَكَذَا مَا يَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ مِنْ (تَقْبِيلِ يَدِ نَفْسِهِ إِذَا لَقِيَ غَيْرَهُ) فَهُوَ (مَكْرُوهٌ) فَلَا رُخْصَةَ فِيهِ

Scanned by CamScanner

اھ قبیل فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة۔ پس اگر چہرہ پر ملنا مثل تقبیل کے ہو تب تو اس روایت سے مسئلہ کا جواب ظاہر ہے، کہ مکروہ تحریمی ہے، أَيْ تَحْرِيمًا وَيَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ بَعْدُ فَلَا رُخْصَةَ فِيهِ. اور اگر اس کے مثل نہیں ہے، تو یہ روایت اس سے ساکت ہے، دوسری روایت نظر سے نہیں گذری، اور ظاہراً قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے، اگر مسوح متبرک متقی ہو اور ماسح متبع سنت صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۶ر شوال: ۱۳۲۷ھ/ ج ر ۴ص ر ۲۷۹)

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا:

سوال⑳⑥: کھانے کے وقت کھانے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب: فقہاء نے کھانے والے کو سلام کرنے کے مکروہ ہونے کی علت اس کا جواب دینے سے عاجز ہونا لکھا ہے، اور میرے نزدیک اس کی دوسری علت اس کے تشویش میں مبتلا ہونے یا لقمہ کے حلق میں اٹک جانے کا احتمال ہے، پس جب یہ دونوں علتیں نہ ہوں وہاں کراہت بھی نہ ہوگی، اور یہ علت میں قواعد سے سمجھا ہوں، اس کی نقل صریح مجھے یاد نہیں ہے۔ (ج ر ۴ص ر ۲۸۰)

معصیت میں کسی سبب شہادت سے مرنے والا شہید ہے نہ کہ معصیت کے سبب سے مرنے والا:

سوال⑳⑦: مقام طاعون سے بخوف طاعون بھاگنا کیسا ہے، جو مسلمان طاعون سے بھاگ کر دوسری جگہ چلے گئے، اور پھر وہاں جا کر بھی طاعون سے نہ بچے اور اسی عارضہ میں مبتلا ہو کر مرے تو ان کا شمار شہیدوں میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب: یہ بھاگنا حرام ہے، اور قاعدہ ہے کہ جو شخص معصیت کے سبب مرے وہ شہید نہیں ہوتا اور جو شخص معصیت میں کسی سبب شہادت سے مر جاوے وہ

شہید اور گناہ کا وبال جدا رہا، پس یہ شخص تو معصیت کی حالت میں مرا ہے مگر مرا ہے سبب شہادت سے اس لیے شہید ہوگا۔

فی ردالمحتار قبیل باب الصلوۃ فی الکعبۃ مَنْ غَرِقَ فِي قَطْعِ الطَّرِيقِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ إِثْمُ مَعْصِيَتِهِ وَكُلُّ مَنْ مَاتَ بِسَبَبِ مَعْصِيَةٍ فَلَيْسَ بِشَهِيدٍ. وَإِنْ مَاتَ فِي مَعْصِيَةٍ بِسَبَبٍ مِنْ أَسْبَابِ الشَّهَادَةِ فَلَهُ أَجْرُ شَهَادَتِهِ وَعَلَيْهِ إِثْمُ مَعْصِيَتِهِ. وَكَذَلِكَ لَوْ قَاتَلَ عَلَى فَرَسٍ مَغْصُوبٍ. أَوْ كَانَ قَوْمٌ فِي مَعْصِيَةٍ فَوَقَعَ عَلَيْهِمُ الْبَيْتُ فَلَهُمُ الشَّهَادَةُ وَعَلَيْهِمْ إِثْمُ الْمَعْصِيَةِ اھ فقط۔ (۶/ شعبان: ۱۳۲۲ھ/ ج/ ۴ ص/ ۳۱۲)

زانی کو شوہر مزنیہ سے معاف کرانا ضروری ہے یا نہیں:

سوال ۲۰۹: زید نے مسماۃ ہندہ منکوحہ عمرو سے بحالت حیات عمرو زنا کیا، کیا زید سوائے حق تعالیٰ کے عمرو کا بھی خطاوار ہو گیا، پھر یہ حق اللہ وحق العبد دونوں توبہ سے معاف ہو جاویں گے یا نہیں، یا توبہ کے ساتھ عمرو سے بھی معاف کرانا ضروری ہوگا اور کیا بایں ہمہ بھی کچھ گناہ باقی رہے گا؟

الجواب: کہیں تصریح تو دیکھی نہیں قواعد شرعیہ اس کو مقتضی ہیں کہ چونکہ اس صورت میں یہ فعل موجب ہتک عرض شوہر ہوا ہے، اس میں گناہ زیادہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں اسی بناء پر حلیلہ جار کی تخصیص وارد ہے، باقی یہ کہ کیا شوہر سے بھی معاف کرانا پڑے گا، سو قواعد ہی کا یہ بھی مقتضی معلوم ہوتا ہے کہ قبول توبہ کے لیے یہ شرط نہیں، کیوں کہ یہ ہتک عرض لازم آ گیا اس کا قصد نہیں کیا گیا، وشتان بین اللازم والمقصود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۳/ جمادی الاولی: ۱۳۲۹ھ/ ج/ ۴ ص/ ۳۷۱)

Scanned by CamScanner

عوام کے عقیدہ کے فساد کے خوف سے غیر ضروری امر کو ترک کرنے پر اعتراض کا جواب:

سوال (۲۰۹): اس قاعد شرعیہ پر کہ خواص کے لیے علمی یا عملی مفاسد کے اندیشوں کے پیش نظر غیر ضروری کام ترک کرنا لازم ہے، بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایسی بات ہے پھر تو خواص کو اولیاء یا عام مومنوں کی قبروں کی زیارت کو بھی چھوڑ دینا چاہیے، اس لیے کہ عوام قبروں پر جا کر سجدہ کرتے ہیں، اور بوسہ لیتے ہیں، غیر شرعی طور پر مدد مانگتے ہیں، اور بھی دیگر بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں، الزامی جواب نہیں بلکہ تحقیقی اور تشفی بخش جواب مطلوب ہے؟

الجواب: یہ قاعدہ کتاب وسنت کے ذریعہ مؤید ہونے کی بنا پر بالکل صحیح ہے، باقی رہا اعتراض کا جواب وہ ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ اس جگہ پر صادق آئے گا جہاں عوام وخواص دونوں کا عمل صورۃ ایک ہو صرف نیت اور عقیدہ کا فرق ہو، مگر جو اعتراض کیا گیا ہے اس میں تو عوام اور خواص کے اعمال صورۃ بھی الگ الگ ہیں۔

(ج ر ۴ ص ر ۴۹۷)

گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق حکم:

سوال (۲۱۰): علماء دین سے سوال ہے کہ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز مرد کی اپنے گھر میں پڑھنے سے ثواب ایک نماز کا رکھتی ہے اور نماز مرد کی محلے کی مسجد میں ثواب پچیس نماز کا اور نماز مرد کی جمعہ مسجد میں ثواب پانچ سو نماز کا اور مرد کی میری مسجد میں (یعنی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں) پچاس ہزار نماز کا اور نماز مرد کی خانہ کعبہ میں لاکھ نماز کا رکھتی ہے یہ نماز پانچوں وقت کی فرض نماز کون سی ہے آیا پانچوں وقتوں کی فرض نماز ہے تو یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ فرض نماز اپنے محلہ کی مسجد میں

پڑھنا بہتر ہے، اور ثواب زیادہ رکھتی ہے، بخلاف دوسرے محلہ کی مسجد میں پڑھنے سے اگر اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے گا تو گناہگار ہو گا، اس کا کیا مطلب ہے جامع مسجد میں پانچ سو نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلہ کی مسجد میں پچیس نماز کا تو بتائیں کہ وہ کم ثواب والی محلہ کی مسجد میں فرض نماز ادا کرے یا دوسرے محلہ میں جو جمعہ مسجد ہے، اس میں جا کر نماز پڑھے، بینوا توجروا۔

(۲؍جمادی الثانی: ۱۳۲۹ھ)

الجواب: وجہ تطبیق منصوص نہ ہونے کے سبب قواعد کی طرف منتسب ہوسکتی ہے، میرے نزدیک اقرب وجوہ یہ ہے کہ یہ تفاصل مخصوص ہے فرائض کے ساتھ اور مشروط ہے، کسی مسجد کے حق واجب فوت نہ ہونے کے ساتھ اب کوئی اشکال نہ رہا، کما یظہر بادنی تامل واللہ اعلم۔ (۵؍رجب: ۱۳۴۹/ ج؍۵ ص؍۱۳۸)

بیعت بذریعہ خط:

سوال (۲۱۱): بیعت کے لیے طالب کی موجودگی وحضوری شیخ کی خدمت میں لازمی ہے، یا بیعت بذریعہ خط کے بھی ہوسکتی ہے؟

الجواب: عن الاول عَنِ ابْنِ عُمَرَ. إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي قَامَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللّٰهِ. وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ اخرجه ابوداؤد (حدیث شصت وهشتم) عن ابن عمر فی حدیث طویل فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى مَكَّةَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى. وقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ اخرجه البخاری والترمذی (صد وهشتاد وششم) ان دونوں واقعوں میں

تصریح ہے، کہ حضرت عثمان کو آپ نے بیعت فرمایا اور وہ بیعت کے وقت حاضر نہ تھے، اسی بناء پر بعض مشائخ کے کلام میں ایسی بیعت غائبانہ کا لقب بیعت عثمانی مذکور ہے، اور یہ تائید روایات سے محض تبرع ہے، ورنہ قواعد سے اس بیعت کی صحت بلاتر دظاہر ہے، کیوں کہ بیعت کی حقیقت التزام ہے طالب کی طرف سے اتباع کا اور شیخ کی طرف سے تعلیم ومشورہ کا، اور ظاہر ہے کہ اس التزام کا معاہدہ جیسے مشافہۃً ہوسکتا ہے، اسی طرح غیبت میں بھی بواسطہ خط یا سفیر کے، پس اس کی صحت میں دلیل کلی وجزئی سے کوئی شبہ نہیں۔ (ج ۵ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

تحقیق تمثیل شیطان بانبیاء واولیاء:

سوال (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین در مقدمات زیارت انبیاء علیہم السلام ونبی خاتم النبین ﷺ وصحابہ کرام وسید الشہداء حسین واولیاء اللہ وصوفیہ کرام کو جو شخص بحالت بیداری یا خواب میں زیارت سے مشرف ہوتو ایسے موقع پر شیطان کی نسبت بدگمانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جناب خاتم النبین ﷺ کی زیارت میں تو احتمال شیطان کا نہیں ہوسکتا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. ان رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي (متفق علیه) وعن ابی قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ. (متفق علیه) مشکوۃ کتاب الرویا اور غیر انبیاء کی صورت بن سکتا ہے، چنانچہ بستان الجن میں شیخ ابو العباس سے چند قصے اس قسم کے نقل کیے ہیں، البتہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے جو اور انبیاء ہیں ان کے بارہ میں تردد ہے، مجھ کو تحقیق نہیں، البتہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ حدیث بالا کے نیچے لکھتے ہیں وعلماء ایں را از خصائص آنحضرت شمردہ

Scanned by CamScanner

اندازیں جا ظاہر می شود کہ ایں حکم در غیر وے ﷺ جائز نیست، (اشعۃ اللمعات)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شکل بھی بن سکتا ہے، اور نیز اس سے پہلے لکھتے ہیں،
چہ آنحضرت مظہر ہدایت ست وشیطان مظہر ضلالت ومیاں ضلالت وہدایت
ضدیت ست الی آخر ما قال اس دلیل کا مقتضا یہ ہے کہ اور انبیاء کی شکل بھی نہیں بن
سکتا، اور قواعد شرعیہ سے اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ (ج ر ۵ ص ر ۲۲۴، ۲۲۵)

جواز آمدنی، چونگی ونیکس وغیرہ:

سوال ⑥۱۳: شرعاً کرورحد گیری حرام ست ونیز محصول شراب وافیون وانواع
آن ونیکس خانہا، ناجائز است لیکن ازیں وجوہات آمدین کثیری باشد اگر ہمہ را
موقوف کردہ شود درریاست چند کروڑ ہا روپیہ نقصان می شود دریں باب کدام حیلہ شرعی
است یانہ؟

ترجمہ: شرعاً چونگی لینا حرام ہے اسی طرح شراب افیون اور اس قسم کی
چیزوں کا ٹیکس اور ہاوس ٹیکس بھی ناجائز ہے، لیکن ان طریقوں سے آمدنی اس قدر
ہوتی ہے کہ اگر تمام کو موقوف کردیا جاوے تو حکومت کو کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا
ہے اس باب میں کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں۔

الجواب: از قواعد شرعیہ مقرر است کہ مصالح یا مفسدہ معصیت معارض نمی
تواں شد پس محاصل ناجائز بکدام مصلحت جائز نمی تواں شد۔ (ج ر ۶ ص ر ۳۲۵)

ترجمہ: شرعی مقررہ قواعد سے یہ بات معلوم ہے کہ معصیت کے مصالح یا
مفاسد باہم معارض نہیں ہوسکتے، لہٰذا ناجائز ٹیکس کسی مصلحت سے جائز نہیں ہوسکتے۔

باب البدعات

رسم بیعت کے درمیان اور بعض بدعات کے درمیان فرق:

سوال ⑥۱۴: زید کہتا ہے کہ مولود، قیام مولود، عرس، فاتحہ وغیرہ گو فی نفسہ مباح

ہیں مگر آج کل کے عوام چوں کہ ان کو عملاً یا علماً ضروری جانتے ہیں، اس لیے ان کا ترک کرنا واجب ہے، مگر اس کہنے کے ساتھ زید پیری مریدی کو عملاً وعلماً اچھا مانتا ہے، عمرو کہتا ہے کہ جس طرح مولود، قیام مولود، عرس، فاتحہ وغیرہا گو فی نفسہ مباح ہیں، مگر عوام کی اصلاح عقائد واعمال کی غرض سے ان کا ترک کرنا واجب ہے، اسی طرح آج کل کی پیری مریدی، بلکہ سچ پوچھو تو مولود، عرس، فاتحہ کرنے والوں کے عقائد واعمال اتنے خراب نہیں جتنے آج کل کے پیروں مریدوں کے ہیں، اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے، دلیل کی محتاج نہیں، پھر مولود وغیرہ کے ترک کو مصلحتاً واجب کہنا اور پیری مریدی کو قائم رکھ کے اس کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے، تو مولود وغیرہ کو بھی قائم رکھ کے ان کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے، ایک کو تو سرے سے ترک کریں، اور ایک کے زوائد کی اصلاح کریں، یہ انصاف کے خلاف ہے، اگر کہا جاوے کہ اصلاح باطن فرض ہے، اور یہ ممکن نہیں جب تک پیری مریدی قائم نہ رکھی جاوے اور اس کے سب زوائد نہ برتے جائیں کہا جائے گا کہ مولود، عرس، فاتحہ وغیرہ بھی آج کل زیادہ تر انہی لوگوں میں ہے، جو پیری مریدی کرتے ہیں، اور غالباً ہمیشہ انہی لوگوں میں زیادہ تر یہ چیزیں رہی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح باطن میں ان کو بھی کچھ دخل ضرور ہے، ورنہ ظاہر میں تو نہ مولود سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے، نہ پیر کا شجرہ لینے اور پڑھنے، اگر شجرہ لینے اور پڑھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے، تو مولود پڑھنے سے کیوں نہیں ہوتی، اور بفرض مولود وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا، اور شجرہ لینے سے اور پڑھنے سے سب کچھ ہوتا ہے، لیکن جب عوام کی اصلاح خواص پر واجب ہے اور عوام صوفیہ ان زوائد کو علماً ضروری خیال کرتے ہیں اور مقصود بالذات سمجھتے ہیں، تو خواص کو چاہیے کہ نہایت اہتمام سے اس کو ترک کریں، اور ترک کی ترغیب دلائیں، مگر اس وقت معاملہ برعکس ہے۔

الجواب: قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعاً مطلوب و مقصود ہو اور اس میں مفاسد منضم ہو جاویں، تو اس امر کو ترک نہ کریں گے، خود ان مفاسد کا انسداد کریں گے، اور جو امر مقصود نہ ہو اس میں غلبہ مفاسد سے خود اس امر کو ترک کر دیں گے، دلیل اس قاعدہ کی رسالہ طریق مولد شریف میں مذکور ہے، پس طریقہ بیعت کو موقوف علیہ نسبت باطنیہ کا ہے جو خود واجب ہے، مفاسد شرعیہ سے ہوا اس میں جو مفاسد ہوں، ان کو دفع کیا جاوے گا، مثلاً نااہلوں سے بیعت کرنے کی ممانعت کریں گے، بیعت کے بھروسے اعمال میں تہاون کرنے سے روکیں گے، شریعت و حقیقت کو متغائر و متضاد سمجھنے سے منع کریں گے، و مثل ذلک اور خود طریقہ مذکورہ کو محو نہ کریں گے، بخلاف دیگر اعمال مذکورہ سوال کہ مقاصد شرعیہ سے نہیں اور مشتمل مفاسد پر ہیں، اس لیے قابل ترک ہوں گے، اور اعمال مذکورہ کو اصلاح باطن میں مطلق دخل نہیں، نہ شجرہ کو اس سے کوئی تعلق ہے، نہ پیری مریدی میں شجرہ شرط ہے، اگر شجرہ میں کوئی مفسدہ دیکھا جاوے گا، اس کو بھی روک دیں گے، پس قیاس کرنا ان کو پیری مریدی پر قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ اس طریقہ کا اصلاح باطن کے لیے موقوف علیہ ہونا دلیل سے ثابت ہے، بخلاف ان افعال کے کہ کسی دلیل سے اس کا شرط اصلاح ہونا ثابت نہیں، بلکہ بوجہ مخالفت شریعت کے مضر ہونا ثابت ہے، **فافترقا۔** واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۸ر ذی قعدہ: ۱۳۲۰ھ/ج ۵/ص ۲۸۲، ۲۸۳)

سنت و بدعت کی تحقیق:

سوال (۲۵): زید کہتا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، حسنہ و سیئہ، عمرو کہتا ہے، بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوتی ہے، زید کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل تراویح کی بدعت کو نعم البدعت کہا، عمرو کی دلیل یہ ہے کہ کل بدعۃ ضلالۃ، بدعت کی تو تعریف حدیث میں کہیں مذکور نہیں، مذکور ہو تو تحریر فرمائی جاوے، بدعت

کی جو کچھ تعریف ہو مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت یہ پہنچانا کہ یہ امر بدعت ہے یا نہیں نہایت مشکل نظر آتا ہے، صحابہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان امور کو بھی بدعت کہتے تھے، جو فی نفسہا مباح اور بظاہر ثواب کے موجب تھے، مگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہ تھے، مثلاً تشہد کے اول بسم اللہ پڑھنا، قرآن مجید کا جمع کرنا، چنانچہ اسباب میں حضرت ابوبکر وحضرت انس رضی اللہ تعالی عنہما کا جو کچھ قصہ ہے، صحاح میں موجود ہے، چھینکنا اور اس کے بعد السلام علیکم یا اسی کے مثل کچھ الفاظ کہنا، اذان کے بعد نمازیوں کا پکارنا، چنانچہ اسباب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ فرمانا اور اس مسجد میں نماز نہ پڑھنا صحاح میں موجود ہے، غرض اسی قسم کے ہزاروں امور ہیں، جو فی نفسہا مباح ہیں، یا بظاہر موجب ثواب ہیں، مگر چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً، فعلاً، تقریراً ثابت نہیں، اس لیے صحابہ ان کو بدعت کہتے ہیں، اور نہایت ہی برا جانتے ہیں، اب اس زمانہ میں مباح الاصل چیز تو کسی طرح بدعت تو ہو نہیں سکتی، اور جب مباح الاصل چیز میں بظاہر کچھ ثواب کی جھلک ہے، وہ تو سنت اور عبادت مقصودہ ہی خیال کی جاتی ہے، ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا، اس بلا میں آج کل سب ہی مبتلا ہیں، مگر حضرات صوفیہ سب سے زیادہ مبتلا نظر آتے ہیں، کتب احادیث میں لاکھوں دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں، مگر اس فرقہ میں شاید کوئی دعاء بھی حدیث کی معمول بہ نہیں، اگر ہے تو ترمیم کے ساتھ، حالانکہ خود حدیث سے ترمیم کی ممانعت نکلتی ہے، ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا ”اللّٰهُمَّ أسلمت نَفسِي إِلَيْكَ. ووجهت وَجْهِي إِلَيْكَ. وفوضت أَمْرِي إِلَيْكَ. وألجأت ظهري إِلَيْكَ. رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ. لَا ملجأ وَلَا منجا إِلَّا إِلَيْكَ. آمنت بكتابك الَّذِي أنزلت. وبنبيك الَّذِي أرسلت“، صحابی نے عیک کی

جگہ رسولک کہہ دیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

صحابی نے غالباً یہ ترمیم اس خیال سے کی تھی کہ نبی کے لفظ سے رسول کے لفظ میں زیادہ تعظیم ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعظیم ناپسند فرمائی، اور اپنے الفاظ کے کہنے پر تاکید فرمائی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ خصوص حضرات صوفیہ جو ادعیہ مسنونہ میں ترمیم کر دیتے ہیں یہ ممنوع اور ناپسند ہے، خیر ترمیم ہی سہی، مگر دیکھا جاتا ہے تو موجودہ زمانہ کے صوفیہ ادعیہ مسنونہ ترمیم شدہ بھی نہیں پڑھتے، بلکہ اپنے بزرگوں اور سلسلہ والوں کی تصنیف کردہ شدہ دعائیں وغیرہ پڑھتے ہیں، اور ان کو زیادہ مفید اور مقبول خیال کرتے ہیں، یہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے، مدارس اسلامیہ اور ان کے جزئی انتظامات صوفیہ کے اذکار واشغال وغیرہ سب بدعت نظر آتے ہیں، گو بعض ذہین لوگ ان میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مقصود بالذات اصلاح قلب ہے، جو فرض ہے، اور یہ صورتیں مقصود بالعرض ہیں، مقصود بالعرض میں تصرف کرنا جائز ہے، مقصود بالذات میں تصرف نہ کرنا چاہیے، اور مثال میں حج و جہاد اور توپ اور ریل وغیرہ کو پیش کرتے ہیں، مانا کہ یہ تاویل ٹھیک ہے، مگر جو لوگ یہ تاویل کرتے ہیں، انہیں کا یہ خیال بھی ہے کہ مقصود بالعرض اور سنت زائد کو اس طرح نہ ادا کرو کہ جس سے اس کے علما یا عملا واجب ہونے کا شبہ ہو، بلکہ جس وقت عوام کو یہ شبہ ہو تو خواص کو ان کا ترک کرنا واجب ہے، سنت زائدہ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ کبھی کرو کبھی نہ کرو، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم نفل کبھی رکھتے تھے، کبھی نہیں رکھتے تھے، بعد نماز کبھی داہنی طرف پھر جاتے تھے، کبھی بائیں طرف، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً یا تقریراً بتا دیتے تھے، کہ یہ فعل کس درجہ کا ہے، آج کل کے مدارس اسلامیہ اور صوفیہ کے اذکار واشغال کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی ہر ہر بات کو عملاً ضروری جانتے ہیں، حالاں کہ ان کو طرز عمل سے بتانا چاہیے کہ یہ مقصود

Scanned by CamScanner

بالعرض ہیں ان کا یہ بھی خیال ہے کہ سنت موکدہ کو بھی ضرورت کے وقت ترک کرنا واجب ہے، مثلاً عوام کسی سنت موکدہ کے ساتھ واجب کا معاملہ کرتے ہیں، تو خواص کو یہ سنت موکدہ ترک کرنا چاہیے، مگر بہت سی باتوں میں ہم اس کے خلاف نظیر پاتے ہیں، مثلاً رکوع کرنا فرض ہے اور رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا سنت ہے اب تمام جہان کے لوگ عملاً دونوں کو واجب فرض بتاتے ہیں بلکہ قول وفعل وتقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عملا دونوں ایک سی شان رکھتے ہیں، گو علما ایسا نہ ہو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت بھی فرض وسنت میں عملاً فرق کرنا ضروری نہیں صرف علما فرق کرنا کافی ہے، اب یہ ارشاد ہونا چاہیے کہ فرائض وواجبات وسنن ونوافل وغیرہ میں علما اور عملاً دونوں طرح فرق کرنے کی ضرورت ہے، یا صرف علماً، ان کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ حدیث وفقہ سے مستنبط کیا گیا ہے، یا علماء کی رائے پر چھوڑا گیا ہے؟ فقط

الجواب: قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جو امر کلیاً یا جزئیاً دین میں نہ ہو اس کو کسی شبہ سے جزو دین علما وعملاً بنالینا بوجہ مزاحمت احکام شرعیہ کے بدعت ہے، دلیل اس کی حدیث صحیح ہے، ''(مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رد) '' کلمہ من اور فی اس مدعا پر صاف صاف دلالت کررہے ہیں، اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی، اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے، حقیقۃ بوجہ کسی کلیہ میں داخل ہونے کے سنت ہے، پس تقسیم بدعت الی الحسنہ والسیئہ کا اثبات اور نفی محض نزاع لفظی ہے کہ اثبات بناء برصورت کے ہے، اور نفی بناء برحقیقت کے، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، اس قاعدہ کلیہ کے اتقان اور امعان کے بعد سب شبہات مذکورہ سوال دفع ہوگئے، بدعت کی تعریف بھی حدیث سے معلوم ہوگئی، اور حدیث تراویح وحدیث کل بدعۃ میں بھی تعارض نہ رہا، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے

محض اس وجہ سے کسی امر کو بدعت نہیں کہا کہ عہد برکت میں نہ تھا، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اول ایک امر کو بدعت سمجھیں، اور پھر بلا اس کے کہ اس کا وجود بعینہ زمانہ مبارک میں نقل سے ثابت ہو اس کے بدعت ہونے سے رجوع فرمالیں، جیسا مناظرہ متعلقہ جمع قرآن میں واقع ہوا، اس سے صاف معلوم ہوا کہ بناء کلام تعریف مذکور پر ہے۔

ظاہر نظر میں ایک امر جزو دین نہ معلوم ہوا، انکار کرنے لگے بعد غور کے کسی کلیہ شرعیہ میں داخل نظر آیا، انکار سے رجوع کر لیا، اور اس سے باقی جزئیات مشتبہ کا حکم بھی معلوم ہو گیا، جہاں محذور مذکور لازم آوے گا، وہ بدعت ہوگا، گو ظاہراً مستحسن ہوگا، اور جہاں وہ محذور لازم نہ آوے گا، وہ سنت ہوگا، گو صورۃً بدعت ہو۔

امید ہے کہ قدرے تامل سے سب شبہات کے حل ہونے کے لیے کافی ہوگا، اسی لیے حاجت تفصیل جواب کی نہیں سمجھی گئی، اگر بعد تامل بھی کسی جزئی میں اشتباہ باقی رہے، تو بالیقین ظاہر کرنا چاہیے۔ (۱۸ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ / ج ۵ / ص ۲۸۳ تا ۲۸۵)

مریض کے شفا کے لیے جانور ذبح کرنا:

سوال ⑵⑴⑶: چونکہ اس دیار میں خواص و عوام کے درمیان یہ رسم جاری ہے کہ بیمار کو کوئی مرض یا مصیبت پہونچنے کے وقت یا کسی حادثہ کے پیش آنے کے وقت اس بلا اور مصیبت کو دور کرنے کے لیے بغرض صدقہ جانور ذبح کرتے ہیں، یا کہتے ہیں کہ اے الہ العالمین اس مریض کو شفا دے ہم خدا کے واسطے جانور ذبح کریں گے، چونکہ اس خاص موقع پر اللہ کے رحم و کرم کا نزول مقصود ہے، نہ کہ جانور پر غضب، کیا اس طرح کی رسم جائز ہے یا نہیں؟ خیر القرون میں اس کا وجود تھا یا نہیں؟

الجواب: اگر چہ اس عادت کا خیر القرون میں ہونا نظر سے نہیں گذرا مگر شریعت کے قواعد کلیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ چیز فی نفسہ مباح اور جائز ہے، مگر چند عوارض کی بنا پر اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دینا میرا معمول ہے، اور وہ عوارض یہ

Scanned by CamScanner

ہیں کہ اکثر لوگ اس عمل کو کرتے وقت نفس صدقہ کو مقصود اور نفع بخش نہیں سمجھتے، بلکہ خاص ذبح کرنے اور خون بہانے کو مریض کا فدیہ گمان کرتے ہیں، اور یہ بالکل نامعقول بات ہے، اور ایسا کرنے کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے، اور نص ہے نہیں، اور ایسا اعتقاد رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ اس جانور کی قیمت کے برابر روپیہ صدقہ کرنے پر کبھی راضی نہیں ہوتے۔ (ج ر ۵ ص ر ۳۰۷)

صاحب قبر کی تعظیم کی نیت کے بارے میں باوجود قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں:

سوال (۲۱۷): ایک شخص کہتا ہے کہ تعظیم قبر کے لیے چراغ جلانا جائز ہے، لیکن تعظیم روح صاحب قبر کے لیے منع نہیں، کیوں کہ شیخ عبدالغنی نابلسی نے حدیقۃ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں "وأما إذا كان موضع القبور مسجداً. أو كان هناك أحد جالس. أو كان قبر ولي من أولياء الله. أو عالم من المحققين تعظيما لروحه المشرقة على تراب جسده كإشراق الشمس على الأرض؛ إعلاماً للناس أنه ولي ليتبركوا به. ويدعوا الله تعالىٰ عنده قد استجاب لهم. فهو أمر جائز لا منع له والاعمال بالنيات"۔

اسی طرح علامہ سبکی نے قنادیل ذہب وفضہ کی تعلیق حجرہ شریفہ کے لیے جائز فرمائی ہے، چنانچہ وفاء الوفاء میں علامہ سبکی نے لکھا ہے، وقد ألف السبكي تأليفا سماه تنزل السكينة على قناديل المدينة وذهب فيه إلى جوازها وصحة وقفها وعدم جواز صرف شئ منها لعمارة المسجد.

ان سب باتوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تعظیم قبور یعنی خشت وگل کے لیے چراغ ناجائز ہے لیکن تعظیم روح صاحب قبر کے لیے جائز ہے، اور تعظیم قبر و تعظیم روح قبر کا فرق

Scanned by CamScanner

اس طرح نکالنا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے مسند میں بسند حسن روایت ہے، أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا. فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ. فَأَخَذَهُ مَرْوَانُ بِرَقَبَتِهِ ثم قال هل تدري ما تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ. فاذا هو ابو ايوب فَقَالَ: نَعَمْ. إني لم آت الحجر إنما جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يَقُولُ لاَ تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ. وَلَكِنِ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهِ.

اس حدیث میں رجل سے مراد حضرت ابوایوب انصاری ہیں، یہ بحث در حقیقت محمد رضا خان کی ہے، اور جناب والا کی شایان شان نہیں ہے، کہ ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوں لیکن میری تسکین کے لیے جواب شافی مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب: اول تو جب تک اصل کتابیں نہ دیکھی جاویں نقل کے ناقص ہونے کا احتمال ہے، خصوص اس زمانہ میں کہ اس کا قصداً ارتکاب کیا جاتا ہے، دوسرے اگر نقل کی صحت تامہ بھی تسلیم کر لی جائے تب بھی مسئلہ چراغ میں نہی کی نص صحیح مطلق موجود ہے، تاوقتیکہ ویسی ہی دلیل تقید کی نہ ہو، یا کوئی نص صحیح معارض اس کی نہ ہو تاویل وتقیید صحیح نہیں، خصوص جب کہ تاویل کرنے والا مجتہد بھی نہ ہو خصوص جب کہ مذہب کی صحیح ومعمول بہ روایات میں منع مصرح ہو، چنانچہ کتب فقہیہ میں ان امور کا ممنوع ہونا موجود ہے، اور مسند احمد سے جو استدلال جب تک کہ اس کے رجال کو فرداً فرداً نہ دیکھا جاوے حجت نہیں، پھر اس سے قیاس کیا ہے جو غیر مجتہد کا معتبر نہیں، اور ان سب سے قطع نظر کر کے غاية مافى الباب اباحة فى نفسها ثابت ہوگی، اور فقہی قاعدہ ہے کہ جس مباح یا مندوب میں مفاسد ہوں اس کو روکا جاتا ہے، اور مفاسد اس وقت مشاہد ہیں، پس کسی طرح اس میں گنجائش جواز نہ رہی، كما لا يخفى على ماهر الشريعة۔ (۲۵ / ربیع الثانی: ۱۳۳۲ھ / ج / ۵ / ص / ۳۲۱، ۳۲۲)

Scanned by CamScanner

مکتبہ الحرمین کی چند مطبوعات

آفتاب نسبت مع اللہ	نہایۃ العبقری شرح شمائل ترمذی
اسلام کا نظام سلام ومصافحہ	تذکرہ قطب زماںؒ
نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے:	اپریل فول تاریخ کے آئینے میں
آؤ رمضان کو قیمتی بنائیں	ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینے میں
رمضان المبارک کی منفرد شان	کرسمس کی حقیقت
سکون دل کے ۱۰۰ نسخے	انٹرنیٹ اور ان کے مسائل
ایضاح المسالک	طریقۂ نماز برائے خواتین اسلام
عورتوں کے انوکھے اور دلچسپ واقعات	شفاء القلوب
جنت کی سیر	کلمہ طیبہ کی انوکھی شان
سورۂ فاتحہ ہر بیماری کے لیے شفاء	چار اعمال کیجیے اور اللہ کا محبوب بنیے
مسلمانوں کی اسلامی زندگی	پردہ نومسلم خواتین کی نظر میں
موجودہ دور کے اندھیرے اور دعائے نبوی کی روشنی	نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ
تحفۃ المتعلمین شرح زاد الطالبین	چالیس احادیث
جواہرات رحمانی	تاریخ اسلام (میاں صاحب) مکمل
جوہر خطابت	سیرت خاتم الانبیاء
مسنون اور غیر مسنون نمازیں	حضور کا مثالی بچپن
سخن دلنواز تقریریں	مثنوی مولانا روم کے ایمان افروز واقعات

رابطہ کے لیے: مکتبہ الحرمین دیوبند نزد چھتہ مسجد دیوبند سہارن پور پن کوڈ: ۲۴۷۵۵۴
MAKTABA ALHARMAIN DEOBAND SAHARANPUR
موبائل نمبر: 8979354752/ 7300692988
EMAIL. ABDURRAZIQKH01@GMAIL.COM

Scanned by CamScanner

مناجات

اے خدائے پاک و رحمٰن و رحیم — تو غنی صاحبِ عطا اے رب کریم

اے الٰہ العالمین اے بے نیاز — دین و دنیا میں ہمارے کارساز

تو ہی معبود اور تو ہی مقصود ہے — تیرے ہی ہاتھوں میں ہر موجود ہے

ہم ترے بندے ہیں اور تو ہے خدا — تو کریم مطلق اور ہم ہیں گدا

ہم گنہ گار اور تو غفار ہے — ہم بھرے ہیں عیبوں سے تو ستار ہے

ہم ہیں بے کس اور تو بے کس نواز — ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز

تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے — جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے — در تری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے

تیرے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو — پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو

مانگنا ہم پر کیا ہے تو نے فرض — اور سکھا ہم کو دیئے آدابِ عرض

مانگنے کو بھی ہمیں فرما دیا — مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلا دیا

بلکہ مضمون بھی ہر اک درخواست کا — ہم کو یارب تو نے خود سکھلا دیا

ہر گھڑی دینے کو تیار ہے — جو نہ مانگے اس سے تو بیزار ہے

ہر طرف سے ہو کے ہم خوار و تباہ — آ پڑے اب تیرے در پہ یا الٰہ

گرچہ یارب ہم سراپا ہیں برے — اب تو لیکن آ پڑے در پر ترے

دل میں ہیں لاکھوں امیدیں جلوہ گر — ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر

تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا — کون پوچھے گا ہمیں تیرے سوا

ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں — ہم ترا در چھوڑ کر جائیں کہاں

صدقہ اپنی عزت و اجلال کا — صدقہ پیغمبر کا ان کی آل کا

اپنی رحمت ہم پہ اب مبذول کر
یہ مناجات اور دعا مقبول کر

مناجات مقبول (منظوم)

نسب نامہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
محمد
عبداللہ
ہاشم
قصی
مرہ
لؤی
غالب
فہر
مالک
نضر
کنانہ
خزیمہ
مدرکہ
الیاس
مضر
نزار
معد
بن
عدنان